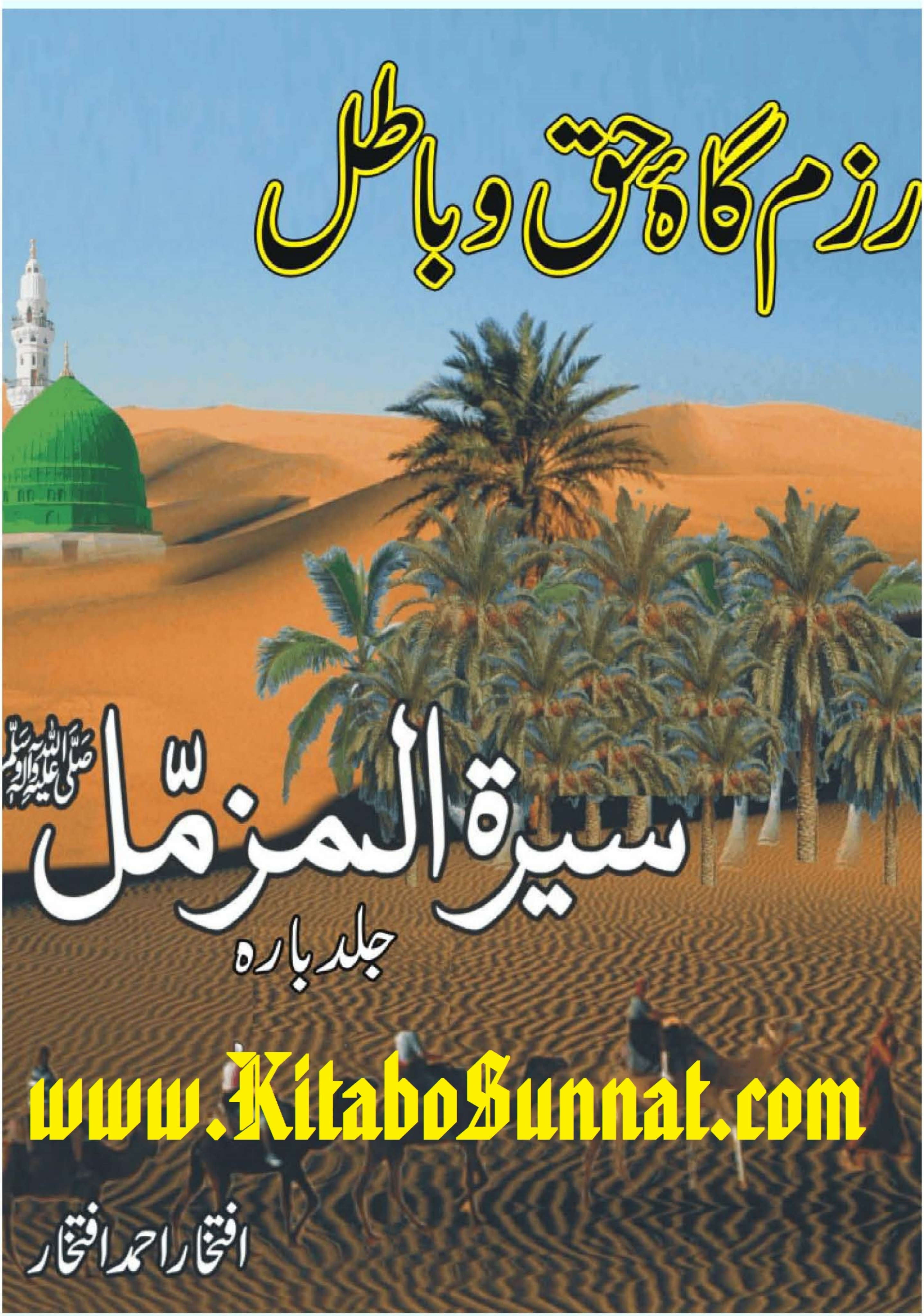
رزم گاہ حق و باطل
سیرۃ المزمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جلد بارہ
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد افتخار

رہائش: ڈنگہ ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

فون : 03006281898

میل ایڈریس: ift1167@gmail.com

نام کتاب: سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر: (جلد بارہ (رزم گاہ حق و باطل)

سنہ تحریر: اگست 2012ء

کمپوزر: افتخار احمد افتخار

اہتمام: kitabosunnat.com

مطالعہ: https://kitabosunnat.com
(محدث لائبریری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اعتراف

اور حرفِ اعتراف یہ ہے کہ میں تیرا ایک لاچار بندہ ہوں جو شکر کے اس مقام کا متمنی ہے جہاں تیری رحمت کے گھنے سائے ہوں ۔ میں تیری عافیت میں رہنا چاہتا ہوں جہاں نہ کوئی غم ہو نہ کوئی خوف۔ میری بشریت مجھے پستی پہ مائل رکھتی ہے۔ مگر تیری رحمت میری ڈھارس بندھاتی ہے۔ میری آنکھوں میں اگرچہ اشک ہیں مگر کاش وہ تیرے لیے ہو تے تو میں وہ نہ ہو تا جو میں ہوں میں وہ ہو تا جو میں نہیں ہوں۔ مجھ میں صبر کا داعیہ نہیں۔ میں دنیا کی غلاظت میں لتھڑا ہوا ہوں میرے اندر تمناؤں کے اتنے در کھلے ہیں جن کی

راہ تکتے تکتے میں تجھے بھولا بیٹھا ہوں۔ جانے کتنے آلاؤ ہیں جو شب و سحر مجھے جلاتے ہیں۔ میرے خواب میرے اہداف پست ہیں۔ میرا طریق میرے شب و روز تیری اطاعت سے عاری ہیں ۔ مالک تو جانتا ہے میرے چھپے ہوئے کو بھی اور میرے ظاہر کوبھی ۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میرے گناہوں کے انبار کو کوئی ڈھانک سکتا ہے تو وہ تو ہے تیری رحمت ہے ۔ مالک میں تیرا اتنا گیا گذرا بندہ ہوں کہ میں تمھیں نہیں جانتا کہ اگر جانتا تو گناہ ہی کیوں کرتا۔ مالک تو مجھے دیتا ہے مگر میں تیرا شکر ادا نہیں کرتا کہ اگر کرتا تو تیرے ہاں میرے تذکرے ہوتے ۔ اگرچہ میں تیرے قہر کو جانتا ہوں مگر مقام حیرت تو یہ ہے کہ پھر بھی تجھ سے نہیں ڈرتا کہ اگر ڈرتا تو میں وہ نہ ہوتا جو میں ہوں میں وہ ہوتا جو میں نہیں ہوں۔ میں صدائے وعظ تو سنتا ہوں مگر عمل نہیں کر پاتا۔ تاہم مجھے ایک تسلی ہے کہ جس کی محبت کا تذکرہ تو نے اپنی کتاب میں کیا ہے جس کو تو اپنا محبوب بتاتا ہے مجھے بھی اس سے محبت ہے شاید یہ لفظ جو شانِ مصطفی ﷺ میں میرے قلم سے نکلے ہیں میری مغفرت کا باعث بن جائیں کہ اس کے سوا تو میرے دامن میں تجھے پیش کرنے کو کچھ بھی نہیں۔

مولا یا صلی وسلم دائماً آباداً ،،،،،

حقیر

افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف اعتراف	5
یہود یثرب اور قرآن	16
منافقین مدینہ	57
متفرقات ۳ ہجری	71
حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح	73
زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح	78
حضرت اُم کلثوم کا نکاح	80
حضرت حسنؓ کی پیدائش	81

حضرت عبداللہ بن عثمانؓ کی وفات	82
حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ	83
حضرت ابو طفیل عامرؓ کی ولادت	84
احکام و قوانین 3 ہجری	88
نوحہ کی ممانعت	91
منافقین کی ذلت	93
شراب کی حرمت	98
4 ہجری بمطابق....جون 625ء	**102**
سریہ ابی سلمہؓ	103
سریہ عبداللہ بن انیسؓ	196

چشمہ رجیع	110
ابوسفیان کی سازش	129
سریہ عمرو بن امیہ ضمریؓ	134
سانحہ بئیر معونہ	142
غزوہ بنونضیر	153
غزوہ بدر الآخر	168
4ہجری، دیگر مصروفیات	182
حضرت اُم سلمہ سے نکاح	184
حسین ابن علیؓ کی پیدائش	189
حضرت زید بن ثابتؓ	191

193	حضرت علیؓ کی والدہ کا انتقال
194	ابو سلمیٰ عبداللہ بن عبدالاسد کا انتقال
196	حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال
197	حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح
199	احکام وقوانین
201	پردے کا حکم
203	صلوٰۃ القصر
205	**5 ہجری بمطابق... جون 626ء**
206	غزوہ دومۃ الجندل
210	غزوہ بنی مصطلق

منافق اعظم عبداللہ بن ابی	215
مدینہ کو واپسی	223
واقعہ اِفک	231
غزوہ احزاب	250
غزوہ احزاب اور شعرائے عرب	293
غزوہ بنو قریظہ	316
ابورافع یہودی کا قتل	344
ضیائے حق	350
ابوثعلبہ کا اسلام قبول کرنا	352
بنو مزینہ کا اسلام قبول کرنا	356

360	متفرقات 5 ہجری
361	حضرت سلیمان فارسیؓ
364	حضرت جویریہؓ سے نکاح
366	ریحانہ قرظیہ کا قصہ
369	5 ہجری، تذکرہ مزید
372	احکامات و قوانین
378	**6 ہجری بمطابق مئی 627ء**
379	رفعتوں کی طرف
394	سریہ محمد بن مسلمہؓ
396	حضرت ثمامہ بن اثالؓ

401	غزوہ بنولحیان
407	غزوہ ذی قرد
425	سریہ عکاشہ بن محصنؓ
428	سریہ ذوالقصہ
431	سریہ ذوالقصہ دوم
433	سریہ زید بن حارثہؓ
435	سریہ عیص
437	سریہ وادی القریٰ
439	سریہ دومۃ الجندل
444	سریہ فدک

سریہ اُم قرنہ	446
سریہ کرز بن جابر فہریؓ	449
اشارات	457
ماخذ و مصادر و مراجع	478
اختتام	518

3 ہجری ، بمطابق.... جولائی 624ء - جون 625ء

یہود یثرب اور قرآن

نبی اکرم ﷺ نے اللہ کا حکم آنے کے بعد مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینے تشریف لے آئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت اور کامرانی سے نوازا۔ مدینے میں آپ ﷺ پر جان نثار کرنے والے انصار موجود تھے اور انھی کی دعوت پہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ یہودی مدینہ کے قدیمی باسی تھے جو صدیوں سے اس علاقے میں رہتے چلے آئے تھے۔ اُن کے آباء نے مدینے میں اس لیے قیام کیا تھا کہ اُن کی الہامی کتابوں میں مذکور تھا کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہجرت کر کے اسی شہر میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ کئی صدیاں گزر گئی تھیں کہ اہل مدینہ کے یہودی نبی اکرم ﷺ کے منتظر تھے اور وہ اہل عرب سے کہا کرتے کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کی پیروی اختیار کر کے وہ عربوں کو نیست و نابود کر دیں گے۔ مگر جب مدینہ کے انصار یعنی عرب قبائل نے یہودیوں سے پہلے ہی نبی اکرم ﷺ کی پیروی اختیار کر لی اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت بھی انھیں حاصل ہو گئی تو بنو اسرائیل اُن سے حسد کرنے لگے۔ اُن بدقسمتوں نے نبی اکرم ﷺ کا انکار کیا

۔اوراس شدت سے انکار کیا کہ اللہ کے رسول سے دشمنی کا کوئی موقعہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے کبھی نہ جانے دیا۔وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ۔اِن صفحات میں اُن کی رسول ﷺ سے عداوت اور اُن کے بغض بھرے دلوں کا کچھ تذکرہ مقصود ہے جس کے بعد قاری مدینہ کی صورت حال کو بہتر طور پہ سمجھنے کے قابل ہو سکے گا۔ کیونکہ یہودی مدینہ کی ایک اہم حقیقت تھے اور اسلام آنے کے بعد جب تک اُن کے حقیقی رویے کا ادراک حاصل نہ کر لیا جائے اس وقت تک مدینہ کی صورت حال کو احسن طریقے سے سمجھا ذرا مشکل ہے۔

شہر مدینہ میں یہودیوں کے گیارہ قبیلے آباد تھے جن میں سے بنو قریضہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر زیادہ اہم اور طاقتور تھے۔وہ معاشی طور پہ بھی آسودہ تھے اور عقائدی طور پر صاحبِ کتاب ہونے کی وجہ سے خود کو عربوں سے برتر خیال کرتے تھے۔عرب بھی اُن کو خود سے بہتر ہی خیال کرتے تھے مگر یہ سب اُس وقت تک تھا جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف نہ لائے تھے۔جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو صورت حال یکسر بدل گئی اب اہل عرب خود کو اُن سے برتر خیال کرتے تھے اور انھیں دل کی گہرائیوں سے اس نعمت اعظمیٰ کا احساس گھیرے ہوئے تھا جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے آشنا ہوئے تھے۔اوس وخزرج کے قبائل اور خاندانوں سے جن لوگوں نے نفاق کی راہ پہ چلنے کا فیصلہ کیا اُن کا تفصیلی تذکرہ تو ہم الگ سے کریں گے یہاں صرف اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ یہودیوں ہی کے پشت پناہ تھے اور اہل یہود نے ہی انھیں نفاق کی راہ دکھائی تھی پھر خود یہودیوں میں سے بھی بہت سے لوگ تھے جو منافق تھے اور نبی اکرم ﷺ کی دشمنی پہ آمادہ تھے۔

اہل یہود میں سے نبی اکرم ﷺ کے دشمنوں کی فہرست کافی طویل ہے اور اُن سب کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں۔ یہاں صرف اُن افراد کے خبث باطن میں جھانکنے کی کوشش کریں گے جو نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔اُن کی خباثتوں اور اُن کی کہہ مکرنیوں کے

رد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر دم آپ ﷺ کے ہمراہ رہی ۔قرآن ہر دم آپ ﷺ پہ اترتا رہا۔اُن کی زبانوں پہ کچھ اور ہوتا مگر جو کچھ اِن دل کے میں ہوتا وہ قرآن حکیم میں بیان کیا جاتا رہا جس سے نبی اکرم ﷺ کو اُن پہ ہمیشہ غلبہ حاصل رہا۔ہم یہاں ہر دم اترتے قرآن سے بھی ربط میں رہیں گے اور جو آیات یہودیوں کے خبث باطن کو ظاہر کرنے کے لیے مختلف مواقعہ پہ اترتی رہیں اُن کو بھی ہم مسلسل تحریر کریں گے!انشاء اللہ

یہودیوں میں نبی اکرم ﷺ کے جو دشمن تھے اور سرگرم تھے اور اپنی قوم میں صاحبِ رائے تھے۔اُن میں حئی بن اخطب تھا اور جدی بن اخطب تھا یہ دونوں بھائی تھے اور اپنے دین کے عالم تھے نبی اکرم ﷺ کو خوب پہچانتے تھے۔

حضرت صفیہؓ حئی بن اخطب کی بیٹی تھیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل ہوا وہ بیان کرتی ہیں کہ:

میرے باپ اور چچا نبی اکرم ﷺ کو اپنی کتاب میں پیش کی گئی تمام نشانیوں کی وجہ سے بہت اچھی طرح پہچانتے تھے۔وہ کہتے تھے چونکہ نبی اکرم ﷺ بنو اسرائیل میں سے نہیں بلکہ بنو اسماعیل میں سے ہیں اس لیے ہم ہمیشہ اُن کی مخالفت کرتے رہیں گے اور اُن کو نبی اکرم ﷺ پہ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نبی اکرم ﷺ پہ حضرت جبرائیل وحی لے کر کیوں اترتے ہیں اور یہ بھی کہ نبی اکرم ﷺ حضرت مسیح کو بھی اللہ کا نبی قرار دیتے ہیں۔یہودی نبی اکرم ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے بے شمار سوال کرتے اور آپ ﷺ کو تنگ کرتے حتیٰ کہ وحی اترتی اور اہل یہود کے دانت کھٹے ہو جاتے۔حئی بن اخطب کا بیٹا ابو یاسر بن اخطب بھی نبی اکرم ﷺ کے بد ترین دشمنوں میں شامل تھا اور اُن سب کا تعلق بنو نضیر سے تھا۔اِن کے روابط منافقوں سے تھے یہ منافقوں کی پشت پناہی کرتے اور اُن کی تمام تر ہمدردیاں منافقوں کے ساتھ تھیں۔سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع، ربیع بن ربیع، عمرو بن حجاش، کعب بن اشرف، ابو رافع الاعور، حجاج بن عمرو کردم بن قیس بھی بنو نضیر سے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں سرگرم تھے۔الغرض بنو ثعلبہ،

بنوقریظہ، بنوقینقاع، بنوزریق، بنوحارثہ، بنوعمرو، بنونجار یہودیوں کے ہر قبیلے سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی کرنے والے لوگ نکل آئے اور باہم متحد ہوگئے۔اپنی فطری بزدلی کی وجہ سے وہ حربی طور پہ کبھی نبی اکرم ﷺ کے مقابل نہ نکلے اور اگر نکلے تو جنگ کیے بغیر ہتھیار ڈال دیئے مگر اپنے سازشی ذہن کی وجہ سے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے شہر مدینہ میں کئی مشکلات پیدا کیں جن سے نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی مدد سے عہدہ براء ہوئے۔

سرکش اور اللہ کی باغی قوم بنواسرائیل نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اُن انبیاء ورسل کے ساتھ بھی انتہائی ناروا سلوک کیا تھا جو اُن تک اللہ کی ہدایت لے کر اترتے رہے تھے۔اپنی اسی عادت کو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی آزمایا مگر اللہ تعالیٰ نے اِن کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا۔بنوقینقاع میں بھی بہت سے سرکش یہودی موجود تھے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔

مورخین نے جن بدبختوں کے نام تحریر کیے ہیں اُن میں سوید بن حارث، رفاعہ بن قیس فخاص اشیع ،نعمان بن اضا،سعد بن حنیف،محمود بن سیحان،عزیز بن ابی عزیز،عبداللہ بن صیف، بحری بن عمرو،شاس بن عدی،شائس بن قیس،زید بن حارث،نعمان بن عمرو،سکین بن ابی سکین،عدی بن زید،نعمان بن ابی اوفی،ابوانس،محمود بن دحیہ،مالک بن صیف،کعب بن راشد،عازر،رافع بن ابی رافع،خالد،آزار بن ابی آزار،رافع بن حریملہ،رافع بن خارجہ مالک بن عوف،رفاعہ بن زید شامل تھے اور بنوقریظہ میں سے زبیر بن باطا،عزال بن شمویل کعب بن اسد،شمویل بن زید،جبل بن عمرو،نحام بن زید،قردم بن کعب،وھب بن زید نافع بن ابی نافع،عدی بن زید،حارث بن عوف،کردم بن کعب،اسامہ بن حبیب،رافع بن رمیلہ،جبل بن ابی قشیر اور وہب بن یہوذا نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے کوشش کرتے تھے۔

بنوزریق میں سے لبید بن اعصم تھا جس کے بارے میں روایت ہے کہ اُس نے نبی اکرم ﷺ پہ جادو کیا تھا۔

بنو حارثہ میں سے کنانہ بن ثوریا تھا جو نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا۔

بنو عمرو میں سے کردم بن عمرو تھا جو نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا۔

بنو نجار کے یہودیوں میں سے سلسلہ بن برہام تھا جو نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کے اِن دشمنوں کا طریق کار یہ تھا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے، اُن کو حق سے روکتے، خود کو اللہ کی محبوب قوم قرار دیتے اور کہتے اول تو اللہ کی محبوب قوم ہونے کی وجہ سے عذاب ہمارے قریب بھی نہیں آسکتا تاہم پھر بھی اگر اللہ نے ہماری کوتاہیوں کی پاداش میں کچھ سزا ہمارے لیے مقرر کی ہوگی تو وہ بھی محض چند روز کی ہوگی۔ یہ اور اس طرح کے سینکڑوں دعوے تھے جو ہر دم وہ کرتے رہتے۔ دراصل اُن کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح سورج کو چراغ دکھایا جاسکے یعنی وہ اپنے مذہب یہودیت کو اسلام کے مقابل رکھنا چاہتے تھے بلکہ لوگوں کے دل اس بات کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے کہ یہودیت اسلام سے بہتر ہے اور یہودی مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ اگرچہ قرآن حکیم ہر دم اُن کے بے بنیاد دعووں کی قلعی کھولتا رہا۔ چنانچہ جب انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کی لاڈلی قوم ہیں اور اُن کو محض چند دن کے لیے عذاب دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

"وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ 2 --- آیات 80,81,82)

ترجمہ؛

''اورانھوں نے کہا ! ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ بجز گنتی کے چند دن فرمایئے کیا لے رکھا ہے تم نے اللہ سے کوئی عہد تب تو وہ خلاف ورزی نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی یا تم یونہی بہتان باندھتے ہو اللہ پر جس کو تم نہیں جانتے ہمارا قانون تو یہ ہے کہ جس نے جان بوجھ کر برائی کی اور گھیر لیا اسکو خطا نے تو وہی دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں اور وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی توجہ اس عہد کی طرف دلائی جو انھوں نے اپنے خالق سے کیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کروگے۔ مگر بنی اسرائیل ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اس لیے کہ مدینہ کے یہودی دو گروہوں میں منقسم تھے۔ کچھ یہودی بنو اوس کے حلیف تھے تو یہودیوں کا دوسرا گروہ بنو خزرج کا حلیف تھا اور جب اوس وخزرج کے درمیان جنگیں ہوتیں تو یہ یہودی قبائل اپنے حلیفوں کی طرف سے نکلتے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ:

بنوقینقاع بنوخزرج کے حلیف تھے جبکہ بنونضیر اور بنو قریظہ بنو اوس کے حلیف تھے جب بنو اوس اور بنوخزرج کے درمیان جنگ کی چکی چلتی تو دونوں کے قبائل کے حلیف یہودی قبائل بھی ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے اور یہودی بھی عربوں کی طرح ایک دوسرے کا خون بہاتے ۔اوس وخزرج مشرک تھے وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، وہ جنت دوزخ اور مرکر جی اٹھنے سے آشنا نہ تھے کتاب اور حلال وحرام سے مانوس نہ تھے اس لیے اُن کا طریقہ اپنا تھا جب کہ یہودی

ایک دوسرے کو اپنے قیدیوں کا فدیہ اور خون بہا اُس قانون کے مطابق ادا کرتے جس کا حکم اُن کی کتاب میں بیان کیا گیا تھا۔اس لیے جب جنگ اختتام پذیر ہوتی تو بنو قینقاع اُن قیدیوں کا فدیہ ادا کرتے جو بنو اوس کے ہاں پابند ہوتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اُن قیدیوں کا فدیہ ادا کرتے جو بنو خزرج کے ہاں قید ہوتے۔وہ مشرکوں کی پیروی میں اپنے خون بہا معاف بھی کر دیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس قرآن حکیم میں اِن کے اس دوغلے رویے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ!

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ O وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ O

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ 2:آیات 83)

ترجمہ؛

”اور یاد کرو جب لیا تھا پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے اس بات کا کہ نہ کرنا عبادت بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔نیز رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھی مہربانی کرنا اور کہنا لوگوں سے اچھی باتیں اور صحیح ادا کرنا نماز اور دیتے رہنا زکواۃ اور منہ پھیر لیا۔مگر چند آدمی تم سے (ثابت قدم رہے) اور تم روگردانی کرنے والے ہو اور

یاد کرو جب لیا تم سے پختہ وعدہ کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے مگر تم وہی ہونا (جنھوں نے اس عہد کے بعد) اپنے ساتھیوں کو قتل کیا اور اپنوں کو نکال باہر کرتے ہوا پنے گروہ کو اِن کے وطن سے نیز مدد دیتے ہو ان کے خلاف (دشمنوں کو) گناہ اور ظلم سے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

یہودی نبی اکرم ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے اچھے برے لغو عمدہ ہر طرح کے سوالات کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ اِن سوالوں سے اُن کے مدنظر ہدایت قبول کرنا کبھی بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور اُن کے سوالات کے جواب دیتے' اُن کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے۔ قرآن حکیم میں بھی اُن کے سوالات اور جواب ایک تسلسل کے ساتھ نازل فرمائے گئے کہ شاید کہ اُن کے دل ہدایت کی طرف متوجہ ہوں۔

اولین سیرت نگار حضرت ابن اسحٰقؒ نے لکھا ہے کہ مجھ سے شہر بن حوشب الاشعری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ علمائے یہود میں چند لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

ہمیں اس بارے میں اشتباہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا نہیں اگر آپ ہمارے چار سوالوں کے جواب دے دیں تو ہمارا شک دور ہو جائے گا اور ہم آپ پہ ایمان لے آئیں گے ہم آپ کی تصدیق بھی کریں گے اور اتباع بھی کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا: کیا تمھارا اپنے رب سے یہ عہد ہے کہ اگر میں نے تمھارے سوالوں کے جواب دے دیئے تو تم میری تصدیق کرو گے۔

انھوں نے کہا: ہاں ہم اپنے اللہ کو اس بات کا گواہ بناتے ہیں۔

پھر تم سوال کرو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے مندرجہ ذیل سوالات رکھے۔

ا۔ یارسول اللہ ﷺ ہمیں آگاہ فرمائیں کہ بچہ اپنی والدہ کے مشابہ کیسے ہوتا ہے جب کہ نطفہ تو باپ کی طرف سے ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اِن نعمتوں کو یاد دلاتا ہوں جو اس نے قوم بنی اسرائیل پہ کیں تم جانتے ہو کہ مرد کا نطفہ گاڑھا اور سفید ہوتا ہے جبکہ عورت کا پانی رقیق اور زرد ہوتا ہے جس کا پانی دوسرے کے پانی پہ غالب آجاتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے درست فرمایا۔

انھوں نے دوسرا سوال کیا، ہمیں اپنی نیند کی کیفیت کے متعلق آگاہ کریں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں تمھیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں اور اِن نعمتوں کی یاد دلاتا ہوں جو اس نے قوم بنی اسرائیل پر نازل فرمائیں کہ کیا تم اس شخص کی نیند کی کیفیت سے آشنا ہو جس کے متعلق گمان ہے کہ میں وہ نہیں ہوں کہ اس کی آنکھیں محو استراحت ہوتی ہیں مگر قلب انور بدستور بیدار رہتا ہے۔

یہودی علماء نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے درست فرمایا ہے۔

یہودی علماء نے تیسرا سوال کیا، ہمیں اس چیز کے متعلق بتائیں جسے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں تمھیں اللہ رب العزت کی عظمت کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور تمھیں وہ نعمتیں یاد دلاتا ہوں جو اللہ رب العزت نے قوم بنی اسرائیل پہ کی تھیں کہ تم جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اونٹوں کا دودھ اور اِن کا گوشت تمام اشیاء سے پسندیدہ تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوگئے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں شفایاب فرمایا تو انھوں نے اللہ کی ذات کا شکر ادا

کرنے کے لیے اپنے اوپر اس مرغوب ترین کھانے کو حرام قرار دے لیا۔

علمائے یہود حیرت میں تھے اور انھوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

اس کے بعد علمائے یہود نے اپنا آخری سوال نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا' انھوں نے کہا ہمیں روح کے متعلق کچھ بتائیں؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا:

میں تمھیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں اور تمھیں اُن نعمتوں کی یاد دلاتا ہوں جو اُس نے قوم بنی اسرائیل پہ کیں تھیں، روح تو محض اللہ کا حکم ہے اور کیا تم جبرائیل علیہ السلام کو نہیں جانتے وہی میرے پاس حق کا پیغام لے کر اترتے ہیں۔ علمائے بنو اسرائیل کے چہروں کا رنگ بدلنے لگا اور وہ اپنی چادریں جھاڑتے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اٹھتے اٹھتے انھوں نے کہا:

ہم جبرائیل کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن وہ ہمارے دشمن ہیں وہ شدت سختی اور خونریزی لے کر اترتے ہیں اگر وہ آپ کے پاس نہ اترتے تو ہم ضرور آپ کی اطاعت کرتے۔ اور اُن کے دلوں میں کجی تھی جو وہ دین حق سے انکاری ہو گئے اور اُن کی اسی کج روی کا تذکرہ قرآن حکیم کی اِن آیات میں کیا گیا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ

مِّنۡهُمۡ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۞ وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ
مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا
الۡكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞
وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّيٰطِيۡنُ عَلٰى مُلۡكِ سُلَيۡمٰنَ وَمَا كَفَرَ
سُلَيۡمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا يُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ ۞

القرآن الحکیم (سورۃ البقرہ2 ۔ آیات 102 -97)

ترجمہ؛

”آپ (ﷺ) فرما دیجئے جو دشمن ہوا جبرائیل کا (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ ﷺ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے (یہ) تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتریں اور سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لیے اور جو کوئی دشمن ہوا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں جبرائیل و میکائیل کا تو اللہ بھی دشمن ہے اِن کافروں کا اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ ﷺ پہ روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ان کا بجز نافرمانوں کے کیا (یوں نہیں) کہ جب انھوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انھی میں سے ایک گروہ نے۔ بلکہ اِن کی اکثریت تو (سرے سے) ایمان ہی نہیں لائی اور جب آیا اِن کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو اِن کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے اللہ کی کتابوں کو اپنی پشتوں کے پیچھے جیسے کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں اور پیروی کرنے لگے وہ اس کی جو پڑھا کرتے تھے شیطان سے سلیمانؑ کے عہد حکومت میں حالانکہ حضرت سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا جو سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو“۔

حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے امام عبداللہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہلِ خیبر کو ایک خط لکھا اور خیبر یہودیوں کا ایک بڑا شہر تھا جہاں اُن کے کئی قلعے تھے۔ اس خط میں نبی اکرم ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی مگر اہلِ خیبر نے اس سے انکار اور اُس ابدی ہدایت سے محروم رہے۔ جس میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔

یہاں اُس خط کا صرف ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور اُن کے بھائی ہیں اور اِس پیغام کی تصدیق کرنے والے ہیں جسے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اے حاملین تورات! اللہ رب العزت نے تم سے فرمایا ہے اور تم نے اپنی کتابوں میں بھی پایا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ سعادت مند جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو دیکھتا ہے انھیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے اور وہ طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور اُس کی رضا کے۔ اور اِن کے ایمان کی علامت اِن کے چہروں پہ سجدوں کے اثر سے نمایاں ہیں۔ اور اُن کے یہ اوصاف تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تو ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے زمین سے منہ نکالا پھر اس کو تقویت ملی اور وہ سیدھا کھڑا ہوا گیا اپنے تنے پر اور اس کا جوبن خوش کر رہا ہے اس کے بونے والے کو تاکہ آتشِ حسد میں راکھ ہو جائیں کفار انھیں دیکھ کر اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان سے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔ میں تمھیں اللہ رب العزت کی قسم دے کر کہتا ہوں اور اس کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تمھارے آباء کے لیے سمندر چیر دیا تھا اور انھیں فرعون اور اس کے قبیح عمل

سے نجات دی تھی کہ ذرا مجھے بتاؤ کہ کیا تم اپنی کتاب میں یہ حکم موجود پاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پہ نازل کی ہے کہ تم محمد ﷺ پہ ایمان لے آؤ اگر تو تم اپنی کتاب میں یہ حکم نہیں پاتے پھر تمھیں کوئی مجبوری نہیں ہے مگر ہدایت گمراہی سے اب واضح ہو چکی ہے اس میں تمھیں اللہ تعالیٰ اور کے نبی محترم کی طرف دعوت دیتا ہوں"۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینہ کے یہودی نبی اکرم ﷺ سے مختلف سوالات کرتے رہتے اور آپ ﷺ کو ستاتے رہتے تا کہ حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی کہ ایک بار ابو یاسر بن اخطب نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا اور اس وقت آپ ﷺ قرآن حکیم کی اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔۔۔

یہ ذی شان کتاب ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں!

ابو یاسر اپنے بھائی حیَیّ بن اخطب کے پاس گیا جو اس وقت یہودیوں کو اپنے دین کی تعلیم دے رہا تھا۔

ابو یاسر نے لوگوں کو وہاں سے اٹھا دیا اور اپنے بھائی کے کان میں کہا:

خدا کی قسم! آگاہ ہو جاؤ میں نے ابھی محمد رسول اللہ ﷺ کو الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ کی تلاوت کرتے سنا ہے۔ حیَیّ بن اخطب یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور لوگ جانتے تھے کہ وہ اپنی کتاب کا ماہر ہے۔ اس لیے اپنے بھائی ابو یاسر سے یہ بات سن کے حیَیّ بن اخطب پریشان ہوا اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو دین یہودیت کے عالم تھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا؟

اے محمد مصطفیٰ ﷺ! ہمیں خبر ملی ہے کہ! آپ ایسی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جس میں **الٓمّٓ**

جیسے الفاظ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ہاں! حضرت جبرائیل مجھ سے پہ ایسی آیات لے کے اترے ہیں۔

حئی بن اخطب نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء اتارے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کسی نے یہ بتایا ہو کہ اس کی سلطنت کی مدت کیا ہے اور اس کی امت کا دنیاوی حصہ کتنا ہے؟

پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا!

کیا تم لوگ جانتے ہو **الٓمٓ** سے کیا مراد ہے؟

لوگوں نے انکار کیا تو حئی بن اخطب نے اِن کو بتایا!

اِن میں سے ایک "**الف**" ہے ایک "**لام**" ہے اور ایک "**میــــــــــــم**" ہے۔

الف سے ایک، **لام** سے تیس، **میم** سے چالیس مراد ہے۔

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کی کل مدت اکہتر سال ہے۔

دراصل تو حئی بن اخطب نے مسلمانوں کا تمسخر اڑایا تھا۔

کہ نبی اکرم ﷺ کی امت کی عمر اس قدر کم ہے۔

پھر اُس کے دل میں ایک اور خیال آیا اور اُس نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا؟

کیا آپ ﷺ پہ **الٓمٓ** کے علاوہ بھی مقطعات اترے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

حئی بن اخطب چوکنا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا:

مجھے بتایئے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! **ال م ص**

اور تب حیٔ بن اخطب کے چہرے کا رنگ بدلا اور وہ بول اٹھا۔

بخدا! یہ مدت تو پہلی مدت سے طویل تر ہے۔

اس کے بعد وہ حساب لگانے بیٹھ گیا۔

ا سے ایک، **ل** سے تیس، **میم** سے چالیس، **ص** سے نوے سال۔

اور یہ ایک سو اکسٹھ سال بنتے ہیں اور اکہتر سال پہلے والے تو یہ کل دو سو بتیس سال بن گئے۔

چنانچہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت دو صدیوں سے زائد عرصہ تک اس زمین پہ موجود رہے گی۔

پھر اُس نے اپنے دل میں ابلتے خدشے کو زبان دی اور کہا:

اے محمد مصطفیٰ ﷺ! کیا اِن کے علاوہ بھی مقطعات آپ پہ اترے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اور بھی اترے ہے۔

حیٔ بن اخطب نے اب نہ پوچھا کہ وہ کون سے حروف ہیں مگر نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہ بیٹھے صحابہ اب حیٔ بن اخطب کے چہرے سے اڑتے رنگ سے لطف اندوز ہو رہے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ!

اے یہودیوں کے سردار مجھ پہ تو "**ال ر**" بھی اترے ہیں اب ان کا حساب لگا کر بتا کہ میری امت کی مدت عمر کیا ہوگی۔ حالانکہ میں تمھیں بغیر حساب کے بتا سکتا ہوں کہ میری امت اس دنیا کے آخری دن تک موجود ہوگی اور میرے دین کو ہمیشگی ہے۔ حیٔ بن اخطب جو اصل میں تو مسلمانوں کا مذاق اڑانے آیا تھا اور اب خود بھری محفل میں مذاق بن گیا تھا جب کہ اُس کے ارد گرد خود اُس کے اپنے دین کے علماء اور شاگرد بھی موجود تھے۔ تاہم اس ساری صورت حال کے باوجود '**ال ر**" کو سنتے ہی بے اختیار اس کی زبان سے نکلا بخدا یہ تو پہلی مدتوں سے بھی طویل تر ہے۔

اور اُس نے پھر سے حساب لگایا:

الف سے ایک، **ل** سے تیس اور **ر** سے دو سو۔

اور یہ دو اکتیس سال بنتے ہیں اور اس سے قبل دو سو بتیس سال وہ پہلے قبول کر چکا تھا اور یہ عرصہ چار صدیوں سے زیادہ ہو گیا تھا۔

اور حیئ بن اخطب اب وہاں سے اٹھ جانا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا:

تم صاحبِ تورات ہو تم مجھے ایسے ہی پہچانتے ہو جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہو تم محض اپنے نفس کے پجاری ہو جو تمھیں میرا انکار کرنے پہ اکساتا ہے۔

جانے سے پہلے یہ بھی سن لو کہ مجھ پہ حضرت جبرائیلؑ ''ال ر م'' بھی لے کر اترے ہیں۔

اور حیئ بن اخطب نے اٹھتے اٹھتے حساب لگایا اور کہا:

بخدا! یہ مدت پہلی مدتوں سے طویل تر ہے اور یہ دو سو اکتہر سال بنتے ہیں اور اگر اُن سب کو جمع کیا جائے تو یہ سات آٹھ صدیوں کا عرصہ بنتا ہے۔

حروف مقطعات ابھی اور بھی تھے مگر حیئ بن اخطب اب خود مذاق بن چکا تھا اور وہ زیادہ تر تک اس صورت حال کو برقرار رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔

اس لیے اُس نے کہا:

اے محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ اور آپ کی امت کا معاملہ ہم پہ ملتبس ہو گیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ آپ کو قلیل مدت کے لیے بھیجا گیا ہے یا کثیر مدت کے لیے۔

اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تیزی سے واپس روانہ ہوا![*1]

علامہ ابن اسحٰق نے بھی نبی اکرم ﷺ اور یہودی علماء کے مابین ہونے والے اس مقالمے کو تحریر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ابو یاسر اور اُس کے بھائی حیئ بن اخطب نے حروف مقطعات کی جو تاویل کی ہے اور جس طرح انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی امت کی عمر کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک بعید خیال ہے اور مسلمان مورخین نے حروف مقطعات کی اس

تاویل کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔اگر چہ اُس موقعہ پہ نبی اکرم ﷺ نے حیّ بن اخطب کے استدلال کی نہ تو تردید کی اور نہ ہی تائید کی۔جس سے اس بات کا احتمال بہر حال موجود ہے کہ علمائے یہود نے حروف مقطعات کی جو تاویلیں کی ہیں وہ درست ہوں اور حروف مقطعات اس امر پر بھی دلیل ہوں۔[*2]

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے یہودی نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے اپنے رب سے دُعا کرتے تھے۔وہ جب بھی اوس و خزرج کے خلاف نبرد آزما ہوئے ہمیشہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے ہی دُعا کی۔مگر جب اللہ تعالٰی نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ مدینہ تشریف لے آئے تو بد بخت یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کیا۔اہل مدینہ کہتے ہیں کہ جب یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کا انکار کیا تو اُن کے انکار سے ہمیں حیرت ہوئی کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اس لیے اُن کو تو فوراً نبی اکرم ﷺ کو پہچان لینا چاہئے تھا۔ہم نے تو اسلام قبول کرنے میں جلدی ہی اس لیے کی تھی تا کہ ہم یہود پہ سبقت لے جائیں۔حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ اور حضرت بشر بن براء بن معرورؓ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے انکار کے بعد ہم اُن کو طعن کیا کرتے تھے۔ہم اُن سے کہتے اے معشر یہود:

اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو تم تو رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ہمارے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور ہمیں نبی اکرم ﷺ کی آمد سے آگاہ کرتے تھے اور وہ تم ہی تو تھے جو ہم سے نبی اکرم ﷺ کے اوصافِ جلیلہ بیان کیا کرتے تھے۔

یہودیوں کی طرف سے سلام بن مشکم نے جواب دیا اور کہا:

وہ کوئی ایسی چیز لے کرنہیں اترے جسے ہم جانتے ہوں اور نہ ہی یہ وہ ذات ہیں جن کا تذکرہ ہم تم سے کیا کرتے تھے۔تاہم اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹ کو فوراً ہی کھولا اور اُن پر لعنت بھی کی چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ2 -- آیات 89)

ترجمہ؛

”اور جب آئی اُن کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس کتاب کی جو اِن کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلے سے) جب تشریف فرما ہوا اُن کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر“۔

▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪

مدینہ کے یہودی جن کو اللہ پاک نے ہدایت سے دور کر دیا تھا نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کا کوئی بھی موقعہ ضائع نہ جانے دیتے تھے۔اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے ایک طویل عرصہ تک اُن سے درگزر سے کام لیا اور اُن کو ہدایت کی طرف بلایا مگر یہودیوں کے دل میں کجی تھی اس لیے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

اُن کے ایک شریر ابوصلوبا الفطیونی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

اے محمد ﷺ!

آپ ﷺ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں اترے جسے ہم جانتے ہوں اپنی پہلی کتابوں کے حوالے سے اور یہ اُن کا ایک کھلا جھوٹ تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اُن کی مذمت کی گئی اور اُن کو وہ وعدے یاد دلائے گئے جو اُن سے اُن کے رسولوں نے نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لانے کے بارے میں لیے تھے اور اُن کی فطرت کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ ہمیشہ سے ایک عہد شکن قوم رہے ہیں جن سے اُن کے انبیاء و رسل بھی بیزار تھے۔ سورۃ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کو اللہ رب العزت نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ 2 -- آیات 99.100)

ترجمہ:

”کیا (یوں نہیں) کہ جب کبھی انھوں نے وعدہ کیا تو پھر توڑ پھینکا اسے انھی میں سے ایک گروہ نے اور یقیناً ہم نے اتارے ہیں آپ ﷺ پہ روشن نشان اور کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ان کا بجز نافرمانوں کے اور اِن کی اکثریت ایمان نہیں لائی“۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

حضرت ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ:

حیّٔ بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب اہل یہود میں سے مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن تھے اور نبی اکرم ﷺ کے بدترین حاسد بھی، وہ شہر مدینہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے

خائف تھے اور حسد و بغض کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔انھوں نے اپنی ساری توانائیاں اسلام کا راستہ روکنے کے لیے مختص کر رکھی تھیں۔ابن اسحٰق نے کہا کہ قرآن حکیم کی یہ آیات انھی دو بھائیوں کی مذمت میں اتاری گئیں تھیں۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ2 -- آیات 108.109)

ترجمہ؛

”کیا تم (یہ) چاہتے ہو کہ پوچھو اپنے رسول سے (ایسے سوال) جیسے پوچھے گئے تھے موسیٰ سے اس سے پہلے، اور جو بدل لیتا ہے کفر کو ایمان سے وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے، دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنا دیں تمھیں ایمان لانے بعد کافر، اِن کی یہ آرزو بوجہ اس حسد کے ہے جو اِن کے دلوں میں ہے، (یہ سب کچھ) اس کے بعد جب خوب واضح ہو چکا ہے اِن پہ حق، پس اے (نبی) معاف کرتے رہو اور درگزر کرتے رہو ان سے یہاں تک کہ بھیج دے اللہ (اِن کے بارے میں) اپنا حکم بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے“۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ:

جب نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو علمائے یہود بھی وہیں آگئے۔وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس وہیں مسجد نبوی میں جھگڑنے لگے۔

رافع بن حریملہ نے عیسائیوں سے کہا:

تم کسی چیز پر نہیں ہو اور اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل مقدس کا انکار کیا۔اور اِن میں سے ہر ایک گروہ کتاب اللہ میں سے وہ حصہ تلاوت کرتا ہے جو اس کے مخالف کے کفر کی تصدیق کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں حالانکہ اُن کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں وہ معاہدہ بھی مرقوم ہے جس میں اِن کو حضرت موسیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی تصدیق کریں گے اور انجیل میں بھی حضرت موسیٰؑ کی تصدیق کے شواہد موجود ہیں اور تورات کی صداقت کے بھی دلائل ہیں ہر گروہ اپنے نبی کی تعلیمات کا انکار کر رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے یہودی نبی اکرم ﷺ کو یہودیت کی دعوت دیتے اور عیسائی آپ ﷺ سے فرماتے کہ آپ عیسائی ہو جائیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حریملہ بن رافع نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

اے محمد مصطفیٰ ﷺ!

اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ ہم سے کلام کرے اور ہم اس کی آواز کو سنیں۔

عبداللہ بن صوریا الاعور الفطیونی نے نبی اکرم ﷺ سے بحث کرتے ہوئے کہا بخدا! آپ نہیں بلکہ ہم حق پہ ہیں ہمیں ہیں جو صدیوں سے راہ ہدایت پہ گامزن ہیں اس لیے اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) آپ ہماری اتباع کر لیں ہدایت پا جائیں گے۔

عیسائیوں نے بھی اسی طرح کہا:

وہ بدبخت اسی بات پہ اڑے ہوئے تھے کہ وہ ہدایت پہ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کھلی کھلی

نشانیاں دکھائی تھیں اور قرآن اُن کی گمراہی کو ہر پل واضح کر رہا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس بیہودہ مطالبے پہ سورۃ بقرہ میں یہ آیات اتاریں جن میں اُن کے استدلال کی غلطی کو واضح فرمایا گیا اور اُن کو کھل کے بتا دیا گیا کہ وہی گمراہ ہیں اور نبی اکرم ﷺ تو کل جہانوں کے لیے رحمت اور فلاح کا پیغام لے کے اترے ہیں اور جس نے اس پیغام سے انکار کیا بھلا وہ ہدایت یافتہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○ اَمْ

تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ
كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ O تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْخَلَتْ لَهَا مَا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا
تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ2 -- آیات 108.109)

ترجمہ؛

''اور یہودی کہتے ہیں کہ آپ یہودی بن جاؤ اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسائی بن جاؤ (تب) ہدایت پالوگے۔آپ فرمادیجئے میرادین تو دین ابراہیم ہے جو باطل سے منہ موڑنے والا حق پسند تھا اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں سے، کہہ دو کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اُس پر جو نازل کیا گیا ہے ہماری طرف سے، اور اتارا گیا ابراہیمؑ پر اسماعیلؑ پر اسحٰقؑ پر یعقوبؑ پر اور اُن کی اولاد کی طرف اور جو عطا کیا گیا ہے ہماری طرف، اور اتارا گیا موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو اِن کے رب کی طرف سے، اور ہم فرق نہیں کرتے اِن میں سے کسی پر ایمان لانے میں، اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں تو اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیریں تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی مخالفت پہ کمر بستہ ہیں، تو کافی ہو جائے گا آپ کو ان کے مقابلے میں اللہ، اور وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، (ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے اللہ کے رنگ سے تو ہم اسی کے عبادت گزار ہیں آپ فرمایئے کیا تم جھگڑتے ہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمھارا بھی مالک، اور ہمیں ہمارے اعمال اور تمھیں تمھارے اعمال فائدہ پہنچائیں گے، اور ہم تو اسی کی اخلاص

سے عبادت کرتے ہیں، کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ و یعقوبؑ اور اُن کے بیٹے یہودی تھے یا عیسائی، فرمائیے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ، اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپاتا ہے گواہی جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے اور اللہ بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو، وہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمھیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ میں یہودیوں کے پاس اُن کے " **بیت المدارس** " میں گیا تو وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے اردگرد لوگوں کا ہجوم ہے۔

میں نے کسی سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔؟

مجھے بتایا گیا کہ وہ فخاص ہے جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور لوگ ہر وقت اس کے اردگرد جمع رہتے تھے۔ تب میں لوگوں کو چیرتے ہوئے اُس شخص کے قریب پہنچا اور اُسے مخاطب کیا:

اے " اشیع "اور لوگ اسے اشیع کے نام سے پکارتے تھے جو دراصل اس کا لقب تھا۔

اے اشیع اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے، اس لیے کہ تو اپنی قوم کا عالم ہے اور تیرے اسلام قبول کرنے سے تیری قوم بھی ہدایت پا جائے گی ورنہ اُن کی گمراہی کا عذاب بھی تجھ پہ ہی نازل کیا جائے گا کہ تم ہی اُن کی گمراہی کے سبب بنو گے۔ خدا کی قسم تم اپنے علم کی بدولت خوب جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ پہ جو کچھ اتر رہا ہے وہ بھی سچ ہے۔

فخاص نے حضرت ابو بکرؓ کی بات کا برا منایا اور اُن سے بحث شروع کر دی۔

اُس نے کہا:

اے ابو قحافہ! ہم اللہ کے محتاج نہیں بلکہ وہ ہمارا محتاج ہے۔ہم اس کی طرف اتنی آہ وزاری نہیں کرتے جتنی آہ وزاری وہ ہماری طرف کرتا ہے،ہم اس سے مستغنی ہیں مگر وہ ہم سے مستغنی نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہمارے اموال ہم سے بطور قرض طلب نہ کرتا۔وہ تمھیں سود سے منع کرتا ہے مگر خود ہمیں سود دینے کا لالچ دیتا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ اللہ ہم سے مستغنی نہیں ورنہ وہ ہمیں سود کا لالچ نہ دیتا۔حضرت ابو بکرؓ نے جب فخاص کی یہ لغو باتیں سنیں تو وہ خود پہ قابو نہ رکھ سکے۔اُن کے اندر موجود دینی حمیت نے جوش مارا اور آتش غضب بھڑک اٹھی چنانچہ انھوں نے زور کا تمانچہ اُس کے منہ پہ رسید کیا،اور ساتھ اپنی تلوار بھی میان سے نکال لی اور کہا:

خدا کی قسم! اگر مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمھیں اس گستاخی پہ ابھی یہاں قتل کر دیتا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

مگر فخاص حضرت ابو بکرؓ کی شکایت لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہا: ابو بکرؓ نے میری بے عزتی کی ہے مجھے بدلہ دلوایا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فخاص کو اپنے پاس بٹھایا اور صحابہ سے کہا:

حضرت ابو بکرؓ کو تلاش کرو۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لے آئے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا:

ابو بکرؓ تمھیں کس چیز نے اس بات پر اکسایا جو تو نے اس شخص سے زیادتی کی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، یا رسول اللہ ﷺ!

اس شخص نے اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کی ہے اور اس میں حد سے بڑھ گیا اس نے

کہا کہ اللہ رب العزت کی ذات فقیر اور یہ غنی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فخاص سے پوچھا؟

تم نے اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کی ہے۔

تو اس یہودی نے سفید جھوٹ بولا اگرچہ وہ اپنی قوم کا عالم تھا۔قریب تھا کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سزا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس یہودی کے جھوٹ کو نبی اکرم ﷺ پہ کھول دیا اور حضرت جبرائیل اسی وقت وحی لے کر اترے۔

ارشاد ہوا کہ:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3 -- آیات 181)

ترجمہ؛

"بے شک سنا ہے اللہ نے قول اُن گستاخوں کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے اور ہم غنی ہیں۔ہم لکھ لیں گے جو کچھ انھوں نے کہا نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق اور ہم کہیں گے کہ اب چکھو آگ کے عذاب کا مزہ"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی غیرت ایمانی اور غیظ و غضب کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا اور اُن کو نصیحت کی کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

”وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران -- آیات 186)

ترجمہ:

”اور یقیناً سنو گے تم ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور اُن لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت سی باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے“۔

اُس خاص ذہنیت کے رد میں بھی قرآن اتر تا رہا جو فخاص جیسے لوگوں کا وطیرہ تھا اور اُن کے عالم تو سوائے عبداللہ بن سلام کے تمام کے تمام اللہ کے باغی تھے اور گمراہ تھے اور اپنی قوم کو بھی گمراہی کی راہ پہ لے جا رہے تھے۔ چنانچہ اِس خاص ذہنیت کی مذمت میں قرآن حکیم کی یہ آیات اتریں۔

ارشاد ہوا کہ!

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ O لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ

الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3 -- آیات 188 .187)

ترجمہ:

”اور یاد کرو جب لیا اللہ نے پختہ وعدہ ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور کھول کر بیان کرنا اسے لوگوں سے اور نہ چھپانا اس کو تو الٹا انھوں نے پھینک دیا اس وعدے کو اپنی پشتوں کے پیچھے اور انھوں نے خرید لی اس کے عوض تھوڑی سی قیمت سو بہت بری ہے وہ چیز جو وہ خرید رہے ہیں۔ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنی کارستانیوں پہ اور پسند کرتے ہیں کہ اِن کی تعریف کی جائے ایسے کاموں میں جو انھوں نے کیے ہی نہیں تو اُن کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ امن میں ہیں عذاب سے، اور انھیں کے لیے تو ہے اللہ کا دردناک عذاب“۔

حقیقت یہ ہے کہ:

یہودیوں نے شہر مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع نہ چھوڑا تھا اور اگر نبی اکرم ﷺ پہ اللہ کی رحمت سایہ کیے ہوئے نہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ اُن کی وجہ سے پریشان ہوا تھتے مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے انبیاء و رسل کی حفاظت کرتا آیا ہے اور اُن کے دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بناتا آیا ہے۔ کون سی سازش تھی جو انھوں نے نبی اکرم ﷺ اور اسلام کی راہ روکنے کے لیے نہ کی ہو۔

اُن میں سے تین شخص نکلے جن کے نام عبداللہ بن صیف، عدی بن زید اور حارث بن عوف تھے اور انھوں نے اپنے لوگوں سے کہا:

تم دیکھنا ہم لوگوں کو کیسے رسول اللہ ﷺ کے دین سے گمراہ کرتے ہیں۔

اوران کا منصوبہ یہ تھا کہ:

چونکہ وہ اپنے قبیلے اور خاندان کے اہم آدمی ہیں اور معاشرے میں اُن کی تکریم کی جاتی ہے اس لیے جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جا کے صبح کو اسلام قبول کریں گے اور شام کو اس کا انکار کر دیں گے تو لوگ سمجھ جائیں گے کہ دین اسلام میں ایسا کچھ بھی نہیں جس سے متاثر ہوا جائے کیونکہ ہمارے صاحب دانش اور زیرک لوگوں نے بھی تو اسلام قبول کیا تھا پھر اُسی شام سے چھوڑ کے الگ ہو گئے اس طرح لوگوں پہ وہ دین کو ملتبس کر دیں گے اور بہت سے لوگ اُن کی پیروی کرتے ہوئے دین اسلام سے نکل آئیں گے۔

قرآن حکیم میں اُن کی اس ذہنیت پہ لعنت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِىٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3 -- آیات 70,71,72)

ترجمہ:

"اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں چھپاتے ہو حق کو

حالانکہ تم جانتے ہو، کہا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے کہ وہ اس کتاب پہ جو اتاری گئی ہے ایمان والوں پہ، ایمان لاؤ صبح کے وقت اور انکار کر دو اُس کا شام کے وقت شاید اس طرح وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہیں کہ مت مانو کسی کی بات سوائے ان لوگوں کے جو پیروی کرتے ہیں تمھارے دین کی، فرمایئے کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہو اور یہ بھی نہ ماننا کہ دیا جا سکتا ہے کسی کو جیسے تمھیں دیا گیا یا کوئی حجت لا سکتا ہے تم پر تمھارے رب کے پاس اے حبیب فرما دیجئے کہ فضل و کرم تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ پہ یہ الزام لگانے کی کوشش کی کہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔

چنانچہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلیؒ الروض الانف میں لکھتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو دین اسلام کی دعوت دی تو اُن میں سے ابورافع بولا اے محمد عربی کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح پوجا کریں جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ [*3]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاؤں حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ کی ذات ہے جس کی میں خود بھی عبادت کرتا ہوں۔

یہودی نبی اکرم ﷺ کو ہر وقت زچ کرتے رہتے تھے۔

وہ اوس و خزرج کے مسلمانوں کے مابین پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے کہ انھیں اوس و خزرج

کے مابین اسلام کی برکت سے درآنے والی باہمی محبت سے بہت حسد تھا۔تب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر قرآن اتارا کہ وہ اپنے اصحاب کو حکم دیں کہ وہ یہودیوں اور منافقین کو اپنے رازوں میں شامل نہ کیا کریں اس لیے کہ اُن کے دل میں مسلمانوں کے لیے محض نفرت اور بغض ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ O هَاأَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ O إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3 -- آیات 120-117)

ترجمہ:

”اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ تمھاری بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑیں گے، انھیں صرف وہی چیز پسند ہے جس سے تمھیں تکلیف پہنچے، اُن کی باتوں سے تو دشمنی ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ اُن کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے، اگر تم عقل سے کام لیتے تو ہم نے تمھارے لیے نشانیوں کو بیان کر دیا

ہے،سنوتم اُن سے محبت کرتے ہوحالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے،تم اُن کی کتابوں پرایمان رکھتے ہو،جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمھارے خلاف غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں،آپ کہیے کہ تم اپنے غصہ میں مر جاؤ،بے شک اللہ دل کی باتوں کوخوب جاننے والا ہے اگر تمھیں کوئی اچھائی حاصل ہوتو اُن کو بری لگتی ہے اور اگر تم کوکوئی برائی پہنچتی ہے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں،اور اگر تم صبر کرواور اللہ سے ڈرتے رہوتو اُن کا مکر وفریب تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا بےشک اللہ اُن کے تمام کاموں کومحیط ہے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

یہودی اپنی کتابوں میں مذکور اُن آیات کولوگوں سے چھپاتے تھے جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں تھیں۔اس کے علاوہ جب بھی نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دین فلاح اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے جواب میں خشک رویہ اختیار کیا بلکہ بعض اوقات تو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بد تمیزی پہ اتر آتے۔

اسی طرح ایک دن جب نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کے دو اہم افراد رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انھوں نے گستاخی سے جواب دیا اور کہا اے محمد مصطفیٰ ﷺ!

ہم انھی عقائد کی پیروی کریں گے جن کی پیروی ہمارے آباء کرتے آئے ہیں اس لیے کہ وہ ہم سے بہتر اور زیادہ عالم تھے۔

قوم بنی اسرائیل نے ہمیشہ انبیائے بنی اسرائیل کے ساتھ برا رویہ اختیار کیے رکھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے جب انبیائے بنی اسرائیل میں سے حضرت سلیمان بن داؤدؑ کا تذکرہ اللہ

کے برگزیدہ انبیاء میں کیا تو یہودیوں نے واویلا کیا اور کہا:

محمد ﷺ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بن داؤد اللہ کے نبی تھے حالانکہ وہ تو محض ایک جادوگر تھے۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ:

اللہ کے حکم سے جب نبی اکرم ﷺ نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا اور بیت المقدس کی بجائے بیت الحرام کی طرف منہ کے نماز ادا کرنا شروع کر دی تو یہودیوں نے اس پہ بہت شور مچایا:

چنانچہ اُن کے اہم لوگوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس وفد میں رفاعہ بن قیس، قردم بن عمر، کعب بن اشرف، رافع بن ابی رافع، ربیع بن ابی ربیع بن الحقیق اور کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق شامل تھے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا اے محمد عربی (ﷺ)!

آپ کو کس بات نے اپنے قبلے سے پھیر دیا ہے حالانکہ آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ملت ابراہیمی پہ ہیں۔

پھر انھوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ اپنے سابقہ قبلے کی طرف لوٹ آئیں ہم آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے۔ مگر جو کچھ اُن کے دل میں تھا اُس کی خبر حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ان کے دلوں میں کجی ہے اور یہ صرف آپ کو فتنے میں مبتلا کرنے آئے ہیں اس لیے اِن کی باتوں پہ توجہ مت فرمائیں اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کے مطالبے کو رد کر دیا۔ اہل یہود اپنے اِن لوگوں سے بہت نالاں تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور ان سعادت مندوں میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ حضرت ثعلبہ بن سعیہؓ، حضرت اسید بن سیعہؓ اور حضرت اسد بن عبیدؓ شامل ہیں۔

تب یہودیوں نے کہا:

ہم میں سے جو برے لوگ تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے کیونکہ اگر وہ

برے نہ ہوتے تو اپنے آباء کے دین کو کبھی نہ چھوڑتے ۔اس کے علاوہ جب یہودی اوس و خزرج کے لوگوں سے ملتے تو اُن کو نصیحت کرتے کہ اپنے اموال نبی اکرم ﷺ پہ خرچ مت کرو ہمیں خطرہ ہے کہ اس طرح تم کنگال ہو جاؤ گے ۔اس طرح کی باتیں کرنے والوں میں کردم بن قیس، اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع، بحری بن عمرو، حیٔ بن اخطب، رفاعہ بن یزید وغیرہ شامل تھے۔

علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ:

قریش نے بنو غطفان اور بنو قریظہ کے کئی لوگوں سے گٹھ جوڑ کر لیا تھا اور یہ لوگ قریش سے رابطے میں تھے اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف تھے ۔چنانچہ حیٔ بن اخطب، سلام بن ابی حقیق، ابو رافع بن ربیع، ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق، ابو عمار، وحوح بن عامر ،ھوذہ بن قیس وغیرہ کئی لوگ جب مکہ آئے تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ آپ لوگ اہل کتاب ہیں ہمیں بتائیں کہ ہمارا دین بہتر ہے یا وہ دین جسے نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں ۔یہودیوں نے عجیب خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا دین اُس دین سے بدرجہا بہتر ہے جسے نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں ۔قرآن حکیم میں اُن کے اس خیال کو رد کیا گیا اور اُن کی شدید مذمت کی چنانچہ سورۃ النساء میں ارشاد ہوا کہ!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ O

القرآن الحکیم (سورۃ نساء 4- آیات 51)

ترجمہ:

”کیا نہیں دیکھا تم نے اِن لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ اب اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر“۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ:

ایک دن تو یہودی حد سے گزر گئے اور انھوں نے نبی اکرمﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ نبی اکرمﷺ بنونضیر کے پاس گئے کیونکہ وہ آپﷺ کے ساتھ معاہدے میں تھے اور نبی اکرم ﷺ کی منشا تھی کہ وہ اِن دو عامری شخصوں کی دیت حاصل کرنے میں اِن کی مدد کریں جن کو عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کر دیا تھا۔ یہودیوں نے نبی اکرمﷺ کو ایک چارپائی پہ بٹھایا جو ایک دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

پھر اُن کے کسی شریر نے کہا:

آج نبی اکرمﷺ تمھارے جس قدر قریب ہیں پھر شاید کبھی اتنے قریب نہ ہوسکیں اس لیے کیا ہی اچھا ہو کہ تم میں سے کوئی شخص اس گھر کی چھت پہ جائے اور ایک بڑا پتھر اِن پہ گرا دے تا کہ ہم کو اِن سے نجات مل جائے۔

اُن کے ایک شریر عمرو بن حجاش بن کعب نے کہا:

یہ کام میں کروں گا۔

وہ چپکے سے اُس کی گھر کی چھت پہ چڑھ گیا دوسری طرف اُن لوگوں نے آنحضرت محمدﷺ کو باتوں میں لگا رکھا تھا جو اس سازش میں شریک تھے۔

تب حضرت جبرائیل نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

اے اللہ کے رسول یہاں سے اٹھ جائیں۔

نبی اکرمﷺ بات کو ادھوری چھوڑ کر فوراً ہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس طرح بدباطن یہودی اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے۔

اس کے باوجود نبی اکرمﷺ نے اِن سے درگزر فرمایا۔

قرآن حکیم میں بھی اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ!

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدۃ 5 -- آیات 11.)

ترجمہ؛

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پہ ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمھاری طرف اپنا ہاتھ تو اللہ نے روک دیا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ ہی پہ بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو“۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

ابن اسحٰق نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو علمائے یہود اپنے بیت المدارس میں جمع ہوئے اور اُن کے ایک شادی شدہ مرد نے ایک شادی شدہ عورت سے زنا کیا تھا۔

انھوں نے آپس میں مشاورت کی اور پھر کہا:

اِن کو محمد عربی ﷺ کے پاس لے جاؤ اور اُن سے فیصلہ لو:

اُن کے علماء نے اپنے لوگوں کو ہدایت کی کہ اگر محمد ﷺ اِن کے بارے میں ”**تجبیہ**“ [4*] کا حکم دیں تو اس کو اختیار کر لینا کیونکہ اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی وہ ایک بادشاہ ہیں اور اگر انھوں نے اِن کو رجم کرنے کا حکم دیا تو اُس کو اختیار نہ کرنا کہ اس بات سے اُن کی نبوت کی دلیل ملتی ہے اور اگر تم نے اُن کو نبی تسلیم کر لیا تو پھر تمھاری متاع حیات رائیگاں چلی

جائے گی۔[5*]

چنانچہ وہ لوگ اپنے مجرموں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سارا ماجرہ بیان کرتے ہوئے کہا' یا رسول اللہ ہمارے اس شادی شدہ مرد نے اس شادی شدہ عورت سے زنا کیا ہے ہم اس معاملے میں آپ ﷺ کو حکم بناتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اپنے علماء کو میرے پاس لاؤ۔

تب یہودیوں کی طرف سے ابو یاسر بن اخطب، وھب بن یہوذا اور عبداللہ بن صوریا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا:

مجھے بتاؤ کہ تمھاری کتاب میں اس جرم کی سزا کیا ہے۔

انھوں نے کہا:

ہم ایسے لوگوں کو کوڑے مارتے ہیں اُن کا منہ کالا کر کے سارے شہر میں گماتے ہیں یا پھر اُن کو جلا وطن کر دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

تم جھوٹ بھولتے ہو، تب اُن میں عبداللہ بن صوریا اٹھا اور نبی اکرم ﷺ کو ایک طرف لے گیا ،اُس نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

تب آپ ﷺ نے اُس سے کہا!

میں تمھیں اللہ اور اُس کتاب کا واسطہ دیتا ہوں جو تم پہ اتری ہے اور اُن نعمتوں کی طرف تیری توجہ مبذول کراتا ہوں جو اللہ رب العزت نے قوم بنی اسرائیل پہ کیں مجھے بتاؤ کہ سچ کیا ہے اگر چہ میں اُس کو پہلے سے جانتا ہوں۔

عبداللہ بن صوریا نے کہا![6*]

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے سچ کہا ہے کہ اِن لوگوں نے اپنے دین کو بدل لیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کو بھی اچھی طرح پہچانتے ہیں مگر حسد کی بنا پر لوگوں کو آپ ﷺ سے روکتے ہیں۔ جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے تو دراصل ہمارے دین میں اس جرم کی سزا رجم ہے، مگر جب کثرت سے ایسے لوگوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا جو قوم کے اہم اور بااثر لوگ تھے تو اُن کی خاطر علمائے نبی اسرائیل نے اپنے دین میں ملاوٹ کی اور اس حکم کو بدل ڈالا اب جب کسی غریب اور کمزور آدمی سے یہ جرم سرزد ہو جائے تو علمائے نبی اسرائیل اُن کو رجم کی سزا سناتے ہیں اور جب کسی بااثر اور صاحب ثروت شخص سے یہی جرم سرزد ہو جائے تو اُس کو محض کوڑے مارنے پہ اکتفاء کیا جاتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اس مرد اور عورت کو رجم کی سزا سنائی اور اُن کو مسجد نبوی کے سامنے سنگسار کیا گیا۔

ابن اسحٰق نے اسی واقعے کو حضرت نافعؓ مولی عبداللہ بن عمر کی روایت سے مقرر بیان کیا ہے جس کی تفصیلات کچھ مختلف ہیں۔

انھوں نے کہا:

جب نبی اکرم ﷺ کو یہودیوں نے اپنے معاملے میں ثالث بنایا تو آپ ﷺ نے یہودی علماء سے کہا:

تورات لے کے آؤ۔

جب وہ تورات لے کر آئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے ایک عالم سے کہا کہ وہ تورات پڑھے ،اُس نے تورات پڑھنی شروع کی جب وہ آیت رجم پہ پہنچا تو اس آیت پہ ہاتھ رکھ کے آگے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے یہودی عالم تھے مگر اب اللہ نے اُن کو اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا وہ اس عالم کے سر پہ کھڑے تھے۔ جب اُس نے آیت رجم پہ ہاتھ رکھا اور اُس سے گزرنے لگا تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اُس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ مارا

اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ یہ رجم کی آیت ہے جسے یہ ظالم آپ ﷺ سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے

نبی اکرم ﷺ نے اُس عالم سے سوال کیا؟

اے گروہ یہود! تم کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم اللہ کے حکم کو بدل دو۔ تب اُس عالم نے شرمندہ سا ہو کے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ بادشاہوں کی وجہ سے اُن کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ تورات کے احکامات کو بدلیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کا شکر ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم اور اللہ کی کتاب پہ عمل کو حیات نو بخشی۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں موجود تھا جنہوں نے اس یہودی جوڑے کو رجم کیا تھا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ سورۃ مائدہ کی یہ آیات اسی واقعہ کے متعلق نازل فرمائی گئیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ

القرآن الحکیم (سورۃ المائدہ 5۔ آیات 41)

ترجمہ:

"اے رسول! نہ غمگین کریں اپنے آپ کو وہ جو تیز رفتار ہیں کفر میں ان لوگوں سے جنہوں نے کہا ہم ایمان لائے صرف اپنے (منہ) سے، حالانکہ نہیں ایمان لائے تھے

اِن کے دل اور اِن لوگوں سے جو یہودی ہیں، جاسوسی کرنے والے ہیں جھوٹ بولنے والے کے وہ جاسوس ہیں دوسری قوم کے، جو نہیں آئی آپ کے پاس بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو اس کے صحیح موقعہ سے، کہتے ہیں اگر تمھیں دیا جائے تو یہ حکم مان لو اسے اور اگر نہ دیا جائے تمھیں یہ حکم تو اس سے بچو"۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں پہ آ کے یہودیوں کی داستانِ ذلت کا اختتام ہوجاتا ہے اور ہم نے وہ تمام واقعات بیان کردیئے ہیں جو نبی اکرم ﷺ اور اُن کے مابین پیش آئے تو یہ بات درست نہ ہوگی بلکہ ہم تو صرف طوالت کے خوف سے سہمے جاتے ہیں ورنہ اُن کی داستانِ ذلت کے بہت سے اوراق ابھی تشنۂ تحریر ہیں۔ آج اِن واقعات کو گزرے پندرہ سو سال ہونے والے ہیں مگر دنیا میں موجود یہودیوں کی ذہنیت میں آج بھی بالشت برابر فرق نہیں آیا وہ آج بھی بخیل ہیں وہ آج بھی غاصب ہیں، وہ آج بھی اخلاقی طور پہ پست ہیں، وہ آج بھی ذلیل و خوار ہیں، وہ آج بھی ظالم ہیں، وہ آج بھی بزدل ہیں، وہ آج بھی سازشی ہیں وہ آج بھی کہن روایات کے اسیر ہیں، اُن کے سینے آج بھی مسلمانوں کے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں، وہ آج بھی دوسروں کے کندھے پہ بندوق رکھ کے چلاتے ہیں اور اُن کی نام نہاد ریاست کو مسلمان چند گھنٹوں میں نیست و نابود کردیں اگر امریکہ اُن کی پشت سے ہٹ جائے مگر اللہ کا فیصلہ انشاء اللہ جلد ہی پورا ہوگا وہ ہمیشہ کی طرح پھر سے دربدر ہوجائیں گے کہ اللہ نے اُن کی ذلت اور دبدری کا حکم کیا ہوا ہے۔

انسانوں میں شاید اس سے پست درجے کا کوئی گروہ نہیں جن کو منافقین کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ منافقین صرف وہی تھے جو مدینہ میں تھے اور فنا ہو گئے مگر ہم کہتے ہیں منافق ہر زمانے اور ہر عہد میں موجود ہوتا ہے اور اپنے عمل سے دلیل فراہم کرتا ہے۔

3 ہجری ، بمطابق.... جولائی 624ء - جون 625ء

منافقین مدینہ

بیان کیا گیا ہے کہ تاریخ عالم میں انسانوں کا یہ سب سے ذلیل گروہ تھا جس کا وجود اس زمین پہ ایک بوجھ کی صورت تھا، وہ اخلاق کی اُن پستیوں کے راہی تھے جہاں جانوروں کا بھی دم گھٹ جائے، وہ انسان کی صورت میں ایسے بدنما لوگ تھے جن کی بدبو سے ملائکہ تو کیا عام لوگ بھی بے زار تھے، یہ وہ لوگ تھے جن کو انسانی شرف کا ناسور کہا جاسکتا ہے، یہ وہ بدبخت لوگ تھے جن پہ اللہ تعالیٰ نے اپنی لعنت فرمائی اور اُن کو دنیا اور آخرت ہر دو جہانوں میں ذلت کا مژدہ سنایا گیا۔ اگرچہ نفاق ہر دور میں اور ہر قوم کے کسی بھی شخص میں پایا جاسکتا ہے مگر وہ اس قدر اذیت ناک ہرگز نہیں ہوسکتا جس قدر وہ نفاق تھا جس کا تذکرہ کرنا یہاں مقصود ہے۔ شہر مدینہ میں لوگوں کا ایک گروہ تھا جنہوں نے اس مجبوری کی بنا پہ اسلام تو قبول کرلیا تھا کہ اُن کا قبیلہ یا اُن کا خاندان نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آئے تھے مگر اُن کے دلوں میں کجی تھی اس لیے ایمان قبول کرنے کے باوجود اُن کے دل کافر ہی رہے اور اس گروہ نے مسلمانوں کو اور نبی اکرم ﷺ کو کافی پریشان کیا اگرچہ اسلام کے ابھرتے سورج کے

سامنے اُن کا چراغ نہ کبھی روشن ہو سکتا تھا اور نہ کبھی روشن ہوا۔

تاہم ایک فرق موجود تھا کہ مکہ میں نبی اکرم ﷺ کے جو دشمن تھے اُن کو رسول اللہ ﷺ سمیت اُن کے تمام صحابہ جانتے تھے مگر یہاں مدینے میں جب منافقین کا گروہ سامنے آیا تو کم از کم مسلمانوں کو فوری طور پہ پتا نہ چلتا کہ اُن کا مخاطب پختہ مسلمان ہے یا منافقین کے گروہ سے ہے اس لیے بد اعتمادی کی ایک فضاء نے جنم لیا جس نے مسلمانوں کی جماعت کو قدرے پریشان کیا۔ تاہم نبی اکرم ﷺ کا معاملہ کچھ مختلف تھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں لحہ بہ لحہ آپ ﷺ کے ہر دشمن سے خبردار رکھ رہا تھا۔ خود منافقین کی بھی کئی قسمیں تھیں اُن میں سے کچھ اپنے کفر میں سخت تھے اور اُن کے دل کی گہرائیوں میں بھی اندھیرا تھا۔ جبکہ اُن میں سے بعض وہ تھے جن کو اللہ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور اُن میں سے کئی کی توبہ قبول بھی کی گئی۔ اگرچہ اُن میں سے اکثر کے بارے میں یہی فیصلہ کیا گیا کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔

اور یہاں انھیں سیاہ بختوں کا کچھ تذکرہ مقصود ہے۔

انھی میں ایک کا نام جلاس تھا۔ [7*] جلاس کا تعلق انھی افراد سے تھا جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک پہ نہ نکلے تھے۔

ایک موقع پہ اُس نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہا:

اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بُرے ہیں۔

اُسکے یہ الفاظ حضرت عمیر بن سعدؓ نے سن لیے، اگرچہ جلاس حضرت عمیر بن سعدؓ کی ماں کا دوسرا خاوند تھا اور اُس نے عمیرؓ کے ساتھ بہت ہی عمدہ سلوک کیا تھا۔

اس کے باوجود عمیرؓ نے کہا:

اے جلاس! اگرچہ میں تجھے پسند کرتا ہوں اور تیرے مجھ پہ احسانات بھی ہیں اور میں تجھ پہ اترتی کسی بھی مصیبت کو ناگوار سمجھتا ہوں مگر تو نے ایسی بات کہہ دی ہے جس کو اگر میں ظاہر کروں تو تیری بہت رسوائی ہو گی اور اگر میں اسے چھپاؤں تو میرا ایمان جاتا رہتا ہے اس لیے میرے

نزدیک دوسری بات سے پہلی بات زیادہ آسان ہے۔پھر حضرت عمیرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے وہ بات کہہ دی جو جلاس نے بیان کی تھی۔

مگر جب نبی اکرم ﷺ نے جلاس سے اس بارے میں پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسم کھالی کہ حضرت عمیرؓ نے اُن کی طرف غلط بات منسوب کی ہے۔تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عمیرؓ کے موقف کی تائید کی اور قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل آیات اتاریں۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَ مَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ O

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ 9- آیات 74)

ترجمہ؛

"قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انھوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً کہی تھی کفر کی بات انھوں نے اور کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد، انھوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور اُن پر خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل وکرم سے، سو اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انھیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم دنیا اور آخرت میں، اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

جلاس بن سوید کا بھائی حارث بن سوید بھی منافق تھا![8*]

اُس نے غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت مجذر بن زیادؓ نے عہد جاہلیت کی کسی جنگ میں سوید بن صامت کو قتل کر دیا تھا[9*]۔ چنانچہ جب غزوہ احد شروع ہوا تو حارث بن سوید نے کفار قریش کے خلاف جنگ میں کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں مصروف رہا اور جب اُس نے مجذرؓ بن زیاد کو دیکھ لیا تو اُس کا تعاقب کرنے لگا اور موقع پا کر اُن کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے اس فعل کو دیکھ لیا تھا اس لیے جب جنگ ختم ہوئی تو وہ کفارِ قریش کے ساتھ بھاگ کر مکہ پہنچ گیا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ وہ اگر حارث بن سوید کو کہیں پائیں تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حارث بن سوید حضرت عمرؓ سے بچ کے نکل گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب حارث بن سوید کو اپنے بھائی جلاس بن سوید کے توبہ کرنے اور اُن کی توبہ قبول کیے جانے کے متعلق معلوم ہوا تو اُس نے اپنے بھائی سوید کو خط لکھا کہ وہ بھی توبہ کرنا چاہتا ہے۔ جلاس بن سوید نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پہ مندرجہ ذیل آیات اتاریں۔ آنحضرت محمد ﷺ نے جلاس بن سوید کو بتا دیا کہ تیرے بھائی کی توبہ رد کر دی گئی ہے۔

ارشاد ہوا کہ!

”كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3۔ آیات 86)

ترجمہ؛

”کیسے ہوسکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کرلیا ایمان لے آنے کے بعد۔ اور وہ پہلے خود گواہی دے چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور آ چکی تھیں اُن کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالموں کو ۔

اسی طرح بنولوزان کے ایک منافق کا نام نبتل بن حارث تھا۔

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ نبتل بن حارث کے متعلق ہی فرمائے تھے کہ جسے شیطان دیکھنا ہو نبتل کو دیکھ لے۔

اور اُس کا حلیہ بھی کسی شیطان سے مشابہ تھا۔

لمبا قد، گہرا سیاہ رنگ، پراگندہ بال، سرخ آنکھیں اور پچکے گالوں سے وہ پورا شیطان نظر آتا تھا۔

ابن اسحٰق نے اُس شریر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ایک شخص بیٹھتا ہے جس کا رنگ سیاہ بال گنگریالے اور گال پچکے ہوئے ہیں اُس کی آنکھیں سرخ ہیں اور یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے پیتل کی دو ہنڈیاں ہوں۔

یارسول اللہ ﷺ اس سے احتیاط برتیں کیونکہ اس شخص کا جگر کسی گدھے کے جگر سے بھی خبیث ہے۔ وہ آپ ﷺ کی باتیں دوسرے منافقین اور اہل یہود کو پہنچاتا ہے۔

اسی بد بخت نے کہا تھا کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کانوں کے کچے ہیں اور جو بات انھیں کہی جائے اُس کو مان لیتے ہیں۔

اس سیاہ بخت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں۔

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ 9۔ آیات 61)

ترجمہ:

''اوراُن میں کچھ ایسے ہیں جو(اپنی بدزبانی سے)اذیت دیتے ہیں نبی کریم کواور کہتے ہیں یہ کانوں کے کچے ہیں فرمایئے وہ سنتے ہیں جس میں بھلا ہے تمھارا۔وہ یقین رکھتے ہیں اللہ پراور یقین کرتے ہیں مومنوں (کی بات پر)اور وہ سراپا رحمت ہیں اِن کے لیے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

اسی طرح بنوظفر میں سے ایک شخص منافق تھا جس کا نام حاطب بن امیہ تھا۔

ابن اسحٰق نے اُس کے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حاطب بن امیہ ایک بوڑھا اور بدشکل انسان تھا جس کی ساری زندگی جاہلیت میں بسر ہوئی اُس کا نفاق پوشیدہ تھا اور لوگ نہیں جانتے تھے کہ وہ بھی منافقین سے ہے۔

لوگوں کو تب معلوم ہوا جب اُس کا راسخ العقیدہ بیٹا یزیدؓ بن حاطب غزوہ احد میں شہید ہوا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ:

حضرت یزیدؓ بن حاطب غزوہ احد میں شدید زخمی ہوئے اور لوگ انھیں اٹھا کر بنوظفر کی حویلی میں لے گئے۔ جب اُن کے زخموں سے خون رسنا بند ہوگیا اور اُن کی حالت نازک ہوگئی تو اُس

کے اردگرد موجود لوگوں نے اسے مخاطب کیا اور کہا اے ابن حاطب! کیا تو نے اللہ کا وعدہ سچا پایا ہے کیا تمھیں جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

تب اُس کے باپ حاطب کا نفاق واضح ہوا اور اُس نے کہا!

ہاں! اسے جنت کی بشارت دو اور اس جنت میں حرمل [10*] کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

خدا کی قسم تم لوگوں نے اسے دھوکا دیا ہے اور کوئی جنت نہیں ہوتی۔

لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی اور اُس کے نفاق سے آگاہ ہو گئے اور جب مومنین کسی کے نفاق سے آگاہ ہو جاتے تب وہ اس سے فاصلہ اختیار کر لیتے اور اُن کے خیال میں ایسا آدمی نجس ہو جاتا ہے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

بنوظفر کے ایک اور منافق بشیر بن ابیرق کا تذکرہ بھی ابن اسحٰق نے کیا ہے۔

اور یہ وہی ابوطعمہ تھا جس نے زرہیں چوری کر لی تھیں۔

اِن زرہوں کی چوری کا قصہ بیان کرتے ہوئے امام سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ ابیرق کے تین بیٹے تھے جن کے نام بشیر بن ابیرق، مبشر بن ابیرق اور بشر بن ابیرق تھے۔ انھوں نے حضرت رفاعہؓ بن زید کے گھر میں چوری کی اور اُن کی زرہیں چرا کے لے گئے۔ کچھ دنوں بعد جب بات کھلی تو حضرت رفاعہؓ نے تو درگزر سے کام لیا مگر اُن کے چچا قتادہ بن نعمانؓ نے ابیرق اور اس کے بیٹوں کی شکایت نبی اکرم ﷺ کے سامنے کر دی۔

تاہم ایک اور صحابی اسید بن عروہؓ نے جو اس موقعہ پہ موجود تھا اُس نے ابیرق اور اُس کے بیٹوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو غلط معلومات مہیا کیں۔ اسید بن عروہؓ نے ابیرق اور اُس کے بیٹوں کو اس چوری سے لاتعلق قرار دیا اور اُن کے حق میں اس قدر موثر دلائل پیش کیے کہ جیسے اُن سے بڑا متقی مدینے میں اور کوئی نہ ہو۔ وقتی طور پہ نبی اکرم ﷺ نے اسید بن عمروؓ کی باتوں

کا اعتبار کرلیا اور حضرت نعمان بن قتادہؓ کے موقف کو نہ صرف رد کردیا بلکہ اُن سے کسی قدر ناراضگی کا اظہار بھی کیا۔

اور یہ بھی کہا کہ:

اگر تمھارے پاس گواہ نہ تھے تو تم کو اپنے بھائی پہ تہمت نہ لگانی چاہیے تھی۔

تاہم حضرت رفاعہؓ اور حضرت قتادہ بن نعمانؓ سچے مسلمان تھے اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کی ناگواری برداشت نہ کرسکے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رورو کر دعائیں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پہ اصل بات کھول دے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابیرق اور اس کے بیٹے تو منافق تھے اور مسلمانوں کے نقصان پہ خوش ہوتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پہ کھول دیا کہ کون حق پہ ہے اور کون جھوٹا ہے۔ چنانچہ سورۃ نساء کی یہ آیات اترنے کے بعد لوگوں پہ ابیرق اور اُس کے بیٹوں کا نفاق کھل گیا اور لوگ اُن سے دور ہوگئے۔ جبکہ حضرت رفاعہؓ اور حضرت قتادہ بن نعمانؓ کے ایمان کے اضافہ ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ هٰاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

O وَمَنْ يَّكْسِبْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا O
وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا O

القرآن الحکیم (سورۃ نساء 4- آیات 107-111)

ترجمہ؛

’’اور مت جھگڑا کریں آپ اِن کی طرف سے جو خیانت کرتے ہیں اپنے آپ سے بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا اسے جو بڑا بد دیانت اور بدکار ہے وہ چھپا سکتے ہیں اپنے ارادوں کو لوگوں سے لیکن نہیں چھپا سکتے اللہ تعالیٰ سے اور وہ تو اس وقت بھی اِن کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں ایسی باتوں کو جو پسند نہیں اللہ کو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے گھیرے ہوئے ہے سنتے ہو۔تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پس کون جھگڑا کرے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِن کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہوگا اس روز اُن کا وکیل اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ کو بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا اور جو کمائے گا گناہ کو تو وہ کماتا ہے اسے اپنے لیے اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور جو شخص کمائے کوئی خطا یا گناہ پھر تہمت لگائے اس سے کسی بے گناہ کو تو اس نے اٹھالیا بوجھ اس کھلے گناہ کا‘‘۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

جب اِن کا نفاق ظاہر ہو گیا اور قرآن حکیم میں اس کی تصدیق بھی آ گئی تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے اُس کی مذمت یہ اشعار کہے۔

وَمَا سَارِقُ الدِّرْعَيْنِ اِذْ كُنْتَ ذَاكِرًا
بِذِیْ كَرَمٍ مِنَ الرِّجَالِ اَوْدِعُهٗ

زرہوں کو چوری کرنے والا اتنا بھی معزز نہیں کہ اس محفل میں اُس کا تذکرہ کیا جائے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَقَدْ اَنْزَلَتْهُ بِنْتُ سَعْدٍ فَاَصْبَحَتْ
تَنَازِعُهَا جَارًا سَتِهَا وَ تَنَازِعُهٗ

میں اسے درخورِ اعتناء نہیں سمجھتا جب کہ وہ بنت سعد کا مہمان تھا اور وہ اُس سے لڑتی تھی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

ظَنَنْتُمْ بِاَنْ يَخْفَى الَّذِیْ صَنَعْتُمْ
وَفِيكُمْ نَبِیٌّ عِنْدَهُ الْوَحْیُ وَاضِحُهٗ

کیا تم یہ سوچتے ہو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ مخفی رہے گا حالانکہ نبی پاک ﷺ پہ آسمانوں سے وحی کی جاتی ہے جو آپ ﷺ پہ ہر چیز کو عیاں کر دیتی ہے۔[12*]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اور قزمان کا تعلق بھی تو اسی قبیلے سے تھا جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ منافق ہے[13*]۔ وہ اپنے قبیلے کا بہادر اور جنگجو شخص تھا اور غزوہ احد میں اُس نے کفارِ قریش کے

خلاف خوب دادِشجاوعت دی۔اُس نے کئی اہل قریش کوموت کے گھاٹ اتارا تھااور صحابہ اُس سے بہت خوش تھے۔تاہم جب صحابہ نے اُس کی شجاعت کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا اسے رہنے دو وہ تو منافق ہے۔

ایک صحابی نے کہا:

جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ منافق ہے تو میں اِس کا تعاقب کرنے لگا اس کے بعد بھی اُس نے خوب دادِشجاعت دی اور پھر وہ زخموں سے چور ہو کے گر پڑا۔

تب میں اُس کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا:

اے قزمان تجھے بشارت ہو تم نے آج خوب دادِشجاعت دی اور تو دیکھ رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں تجھے کس اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

قزمان نے کہا:

میں تو کسی اللہ کو نہیں جانتا میں نے تو اپنی قومی حمیت کی بنا پہ یہ جنگ لڑی ہے۔

اس کے بعد اُس کے وارث آئے اور اسے اٹھا کر بنوظفر کی حویلیوں کی طرف لے گئے۔پھر ہمیں پتا چلا کہ جب زخموں کی شدت اُس سے برداشت نہ ہوئی تو اُس نے اپنے ہاتھ کی رگ کاٹ کر خودکشی کر لی۔

حقیقت یہی ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے ہم اُس سے لاعلم تھے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

اسی طرح بنوعبدالاشہل میں سے ایک شخص منافق تھا اُس کا نام ضحاک بن ثابت بیان کیا گیا ہے۔اگرچہ بنوعبدالاشہل میں وہ صرف ایک ہی آدمی تھا جو نفاق کا شکار ہوا مگر اُس کی ٹولی میں کئی دوسرے لوگ بھی لوگ شامل تھے جن میں جلاس بن سوید (انھوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی)معتب بن قشیر، رافع بن زید اور بشر بن زید بھی بظاہر اسلام کا دعوی کرتے تھے مگر درحقیقت اُن

کے دل میں نفاق تھا۔

ایک دن اِن لوگوں کا کسی بات پہ مسلمانوں سے جھگڑا ہوا۔

مسلمانوں نے اُن سے کہا:

آؤ اس بات کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کراتے ہیں۔

مگر وہ لوگ ہتھے سے اکڑ گئے اور کہا ہم تو اس بات کا فیصلہ کاہنوں سے کرائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے اُن کا کاہنوں کے پاس جانا اس بات کی دلیل تھا کہ وہ دل سے کافر ہیں اور اُن کے دل میں اندھیرا ہے۔

اسی بات کی طرف اِن آیات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا ۢ بَعِيۡدًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ نساء 4۔ آیات 60)

ترجمہ؛

”کیا نہیں دیکھا آپ نے اُن کی طرف جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں (اس کتاب پہ) جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف اور جو اتارا گیا ہے آپ ﷺ سے پہلے (اس کے باوجود) وہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لیے (اپنے مقدمات کا) جائیں طاغوت کے پاس حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں طاغوت کا اور چاہتا ہے شیطان کہ بہکا دے انھیں بہت دور تک“۔

ضحاک بن ثابت جس کا تعلق بنوعبدالاشہل سے تھا وہ حضرت حسان بن ثابتؓ کا دوست تھا۔
مگر جب اُس کے اندر نفاق نے اندھیرا کر دیا تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے اُس کی مذمت میں ایک قصیدہ لکھا جس میں انھوں نے ضحاک بن ثابت کو بہت لعنت ملامت کی۔

اُن کے قصیدے سے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

مَنْ مُبَلِّغُ الضَحَّاكِ اِنَّ عُرُوْقَہٗ
اَعْیَتْ عَلَی الِاسْلَامِ اَنْ تَتَمَجَّدَا

کون ہے جو ضحاک تک میرا یہ سندیسہ پہنچا دے کہ اس کی رگیں اسلام کی مخالفت کر کے عزت حاصل کرنے میں ناکام ہی رہیں گی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَتُحِبُّ یُھْدَانَ الْحِجَازِ وَدِیْنَھُمْ
کَبِدَ الْحِمَارِ لَا تُحِبُّ مُحَمَّدًا

اے گدھے کے جگر والے! میں نے سنا ہے کہ تو یہودیوں کے دین سے محبت کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے محبت نہیں کرتا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

دِیْنًا لَعَمْرِی لَا یُوَافِقُ دِیْنَنَا
مَا اسْتَنَّ اٰلٌ فِی الْفَضَاءِ وَخَوَّدَا

مجھے اپنی حیاتی کی قسم! یہودیوں کا دین ہمارے دین سے کوئی موافقت نہیں رکھتا جب تک سراب فضاء میں منڈلاتا اور حرکت کرتا رہے گا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

عبداللہ بن ابی سلول کا تعلق بنوخزرج سے تھا اور وہ منافقین مدینہ کا سردار تھا مورخین نے بیان کیا ہے کہ اوس وخزرج باہم جنگیں لڑلڑ کے تنگ آ چکے تھے اور انھوں نے سوچ لیا تھا کہ دونوں قبائل کسی صاحب دانش کو اپنا سردار چن لیں گے جو اِن کے مابین ابھرنے والے نزاعات کا فیصلہ کیا کرے گا۔اور اُن کی نظر عبداللہ بن ابی پہ ٹھہر گئی اور دونوں قبائل تقریباً متفق تھے کہ عبداللہ بن ابی ہی اُن کا سردار ہوگا۔مگر اسی دوران بنواوس کے کچھ نوجوانوں نے جو حج کے لیے مکہ گئے تھے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام قبول کرلیا۔انھوں نے واپس آ کر اپنے لوگوں سے نبی اکرم ﷺ اور دین اسلام کی س قدر تعریفیں کیں کہ اُن کا ایک اور وفد مدینے آیا اور اسلام قبول کرلیا۔اسی دوران بنو خزرج کے کچھ لوگوں کے دلوں میں بھی اسلام کی روشنی ہو چکی تھی۔اِن دونوں قبائل سے جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے انھیں اب عبداللہ بن ابی کی سرداری سے کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔چنانچہ اس بات میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی گئی کہ وہ عبداللہ بن ابی کو اپنا سردار چن لیں۔بلکہ اس کے بجائے اب وہ کچھ اور سوچنے لگے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ قریش آنحضرت محمد ﷺ سے شدید عداوت رکھتے ہیں اور اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں اس لیے وہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لے آئیں تا کہ وہ اُن کی حفاظت کر سکیں۔اور ایسا ہی ہوا اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی اور رسول اللہ ﷺ اہل مدینہ کی دعوت کے باوصف مدینہ کو ہجرت کر آئے جس کے بعد اہل مدینہ کو کسی عبداللہ بن ابی کی ضرورت نہ رہی تھی اور فطری طور پہ رسول اللہ ﷺ ہی اُن کے سردار بن گئے۔چنانچہ عبداللہ بن ابی کی ساری زندگی اسی حسد کی نظر ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کا اقتدار چھین لیا ہے اور وہ آخری دم تک حسد کی اسی آگ میں جلتا ہوا مر گیا اور ابدی آگ بھی یقیناً اُس کا مقدر بنی۔

3 ہجری ، بمطابق.... جولائی 624ء - جون 625ء

متفرقات 3 ہجری

۳ہجری کا سال مسلمانوں کے لیے آزمائش کا سال تھا۔غزوہ احد میں نبی اکرم ﷺ کے ستر صحابہ کی شہادت کی وجہ سے اہل عرب کے بہت سے قبیلوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔اگرچہ عرب قبائل ایک فاصلے سے نبی اکرم ﷺ اور قریش مکہ کے مابین بپا معرکے کو دیکھ رہے تھے اور خود مسلمانوں کے خلاف نکلنے کا حوصلہ نہ کر رکھتے تھے۔غزوہ احد میں ایک موقع پر مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا جس کی وجہ سے لشکر اسلام کو دکھ اور رنج کا سامنا کرنا پڑا اور کفارِ قریش نے پشت سے مسلمانوں پہ حملہ کر دیا اور اُن کا خوب قتل عام کیا۔اگرچہ کچھ ہی دیر بعد جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے فضل سے بہ خیریت ہیں تو وہ پھر سے نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں دشمن کے خلاف متحد ہو گئے اور اُن کے تیور دیکھتے ہوئے کفارِ قریش میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔مگر قریش نے اہل عرب میں اپنی فتح کا خوب ڈھنڈوا پیٹا جس کی وجہ سے اہل عرب کے بعض قبائل نے مسلمانوں پہ دست درازی کی اور چار ہجری میں رجیع کے چشمہ اور معونہ کے کنویں کے پاس

نبی اکرم ﷺ کے مبلغین کو بڑی تعداد میں قتل کیا گیا۔خود مدینہ میں یہودیوں کا حوصلہ بھی بڑھ گیا تھا اور وہ مسلمانوں کو کمزور سمجھنے لگے تھے۔تاہم نبی اکرم ﷺ کی زیرک قیادت اور مسلمانوں کی دین اسلام پہ استقامت کی وجہ سے جلد ہی ریاست مدینہ کو پھر سے استحکام حاصل ہوگیا اور انھوں نے بغاوت پہ مائل یہودی قبیلے بنونضیر کو شہر مدینہ سے نکال باہر کیا اور اہل عرب کے ہر اُس قبیلے پہ فوج کشی کی جس کے دل میں مدینہ پہ حملہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا۔

تین ہجری میں جہاں نبی اکرم ﷺ کو اہل قریش اور دیگر عرب قبائل کے خلاف جنگوں کے لیے نکلنا پڑا وہیں مسلمانوں کی ہدایت کی تکمیل کے لیے قرآن برابر نازل کیا جاتا رہا اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے احکامات اترتے رہے۔چنانچہ تین ہجری میں مسلمانوں کو انفاق پہ مائل کرنے کے لیے کے احکامات نازل کیے گئے، وراثت کے قوانین اتارے گئے،نوحہ کی ممانعت کی گئی،کفار کے ساتھ نکاح کو باطل قرار دے دیا گیا۔دوسری طرف منافقین مدینہ کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں اور مسلمان اُن کے وجود سے آگاہ ہوتے رہے اپنے درمیان گھسے اُن لوگوں کو پہچانتے رہے جو باہر سے اُن کے ساتھ اور اندر سے بدترین کافر تھے۔چنانچہ تین ہجری کے جو اہم واقعات مسلمانوں کی زندگی میں پیش آئے اُن کی کچھ تفصیل بیان کرنا یہاں مقصود ہے۔

تین ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے دو نکاح کیے پہلے حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے ساتھ اور اُس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے ساتھ نکاح کیا، سیدہ حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں اُن کی ماں کا نام زینب بنت مظعونؓ بیان کیا گیا ہے۔ زینب بنت مظعونؓ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بہن تھیں۔ حضرت حفصہؓ نبوت سے چند سال پہلے پیدا ہوئیں پھر جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو اُن کے قبیلے کے اکثر و بیشتر افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ اپنے باپ کے ساتھ ہی سیدہ حفصہؓ کو بھی ایمان کی دولت حاصل ہوگئی۔ ہجرت سے قبل حضرت عمر فاروقؓ نے اُن کا نکاح حضرت خنیس بن خذامہ السہمیؓ سے کر دیا جن کا شمار رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا تھا اور انھیں دو مرتبہ ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی پہلے حبشہ پھر مدینہ کی طرف۔ حضرت خنیس بن خذامہؓ کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے جن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا تھا کہ اب یہ لوگ جو چاہے کریں میں اِن سے راضی ہو گیا۔ جنگ بدر میں دادِ شجاعت دینے کے بعد حضرت خنیس بن خذامہؓ پوری شان کے ساتھ میدان اُحد میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اترے تھے اور خوب دادِ شجاعت دی، زخمی ہوئے اور غزوہ احد کے کچھ دِن بعد انھی زخموں کی وجہ سے وفات پائی اور شہید کہلائے۔ حضرت خنیس بن حذافہؓ نے تو

اپنی منزل پالی مگر حضرت حفصہؓ جن کی عمر محض اٹھارہ سال تھی بیوہ ہوگئیں فطری طور پہ اس کا سب سے زیادہ اثر حضرت عمرؓ پہ ہوا جن کی بیٹی کم عمری میں ہی بیوہ ہوگئی تھی۔

جب حضرت حفصہؓ کو بیوہ ہوئے کچھ وقت گزر گیا تو حضرت عمرؓ کو اُن کے نکاح کی فکر ہوئی، انھیں یاد آیا کہ حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت رقیہؓ انتقال کر چکی ہیں چنانچہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کو حضرت حفصہؓ کا رشتہ پیش کیا۔ حضرت عثمانؓ نے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگا مگر بہت دِن گزرنے کے باوجود کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کا رشتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پیش کیا، حضرت عمرؓ کی بات سن کر حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

چند دِن انتظار کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اِن دوستوں کا گلہ کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ!

میں نے حفصہؓ کو عثمانؓ پہ پیش کیا تو وہ خاموش ہو رہے حضرت ابوبکرؓ کو کہا تو انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عمرؓ غم نہ کرو عثمانؓ سے تو وہ شادی کرے گا جو حفصہؓ سے بہتر ہے اور حفصہؓ سے وہ شادی کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ نبی اکرم ﷺ کے مدعا کو پہنچ گئے اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔

انھوں نے اپنی بیٹی کو خوشخبری سنائی کہ عنقریب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیں گے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا بخدا! حفصہؓ بہت نیک بچی ہے اور ہم میں سے کسی کو بھی اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی عار نہ تھی۔ ہم تمھارے سوال کے جواب میں اس لیے خاموش ہو گئے تھے کہ ہم جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے تو اپنی بیٹی اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا اور اس کے بعد

حضرت حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔

مومنین کی ماں حضرت حفصہؓ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ وہ بڑی متقی پرہیزگار اور شب بیدار خاتون تھیں۔ روزہ رکھنا اُن کا عام معمول تھا، عبادت کرنے کا اُن کو بہت ہی شوق تھا، صحابہ نے بتایا کہ آخری عمر تک حضرت حفصہؓ کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتی تھیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اُن کے بارے میں فرمایا:

کہ وہ تو بالکل اپنے باپ پہ گئی ہیں۔

سیدہ حفصہؓ کے بارے میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ وہ اہل عرب کی پڑھی لکھی خواتین میں شامل تھیں اور عربوں کی روایتی فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھیں۔ آپ کے فضائل و کمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حمزہ بن عبداللہؓ، حضرت حارثہ بن وہبؓ، حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ اُن کے دائرہ تلامذہ میں شامل تھے۔ جبکہ خواتین میں حضرت اُم مبشرہؓ، حضرت صفیہ بنت ابی عبیداللہؓ بھی سیدہ حفصہؓ سے دین سیکھا کرتی تھیں۔ اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے ساٹھ احادیث روایت کی ہیں حضرت عمرؓ نے ایک دن اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زبان درازی کرتی ہو تم یقیناً تباہ ہو جاؤ گی تو انھوں جواب دیا رسول اللہ کی محبت اور اخلاق کی بدولت ہی ہم اُن سے ہر طرح کی بات کر لیتی ہیں۔

امام بخاری کی صحیح سے پوری حدیث نقل کی جاتی ہے۔

”ہمارے قریش کی جماعت عورتوں پر غالب رہتی تھی لیکن جب ہم مدینہ میں اہل انصار کے ہاں اترے تو انصاری مردوں پہ اُن کی عورتوں کو غالب پایا۔ چنانچہ ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا اثر قبول کرنے لگیں۔ میں نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے پلٹ کر مجھے جواب دیا۔ مجھے اس کا جواب بہت ناگوار گزرا۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا! آپ نے میرے

جواب دینے کو ناپسند کیا ہے حالانکہ خدا کی قسم نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور اُن میں سے کئی ایک تو سارا دن شام تک رسول اللہ ﷺ کو چھوڑے رکھتی ہیں۔ میں اس بات سے ڈر گیا اور میں نے کہا اِن میں سے ایسا کرنے والی تو خسارے میں ہے۔ پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ میں حفصہ کے پاس پہنچا اور اُس سے پوچھا ؟

اے حفصہ!

کیا تم میں سے کوئی نبی اکرم ﷺ کو سارا دن شام تک ناراض رکھتی ہے۔

اس نے جواب دیا! ہاں

پس میں نے کہا!

کہ تم نامراد ہوئیں اور خسارے میں ہو گئیں۔ کیا تمھیں اس بات کا خیال نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ پس ہلاک ہو جاؤ گی۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نہ مانگا کرو، نہ پلٹ کر جواب دیا کرو، تم نبی ﷺ سے کنارہ کشی نہ کرنا اور اپنی پڑوسن کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت اور نبی اکرم ﷺ کو تم سے زیادہ پیاری ہے (اِن کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی)۔

صحیح بخاری (امام محمد بن عبداللہ بخاری)

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

حضرت اماں حفصہؓ آٹھ سال تک حرم نبوت کی رونق رہیں اور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کافی سال زندہ رہیں پھر شعبان ۴۵ ہجری کو وفات پائی۔ اہل سیر کے مطابق یہ حضرت امیر معاویہؓ کا عہد حکومت تھا اور مدینے میں مروان حکمران تھا۔ مروان نے ہی اُن کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عاصمؒ، سالم بن عبداللہؒ اور حمزہ بن عبداللہؒ جسے بلند پایہ

لوگ نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔حضرت حفصہؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

تین ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح کیا۔اس بات کا علم تو نہیں ہوسکا کہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ نے اسلام کب قبول کیا۔مگر اس بات کا غالب امکان ہے کہ اُن کا شمار سابقین اولین میں ہی ہوتا ہے اور انھوں نے اعلان نبوت کے بعد جلد ہی اسلام قبول کرلیا ہوگا۔اس لیے کہ فطرت کے اعتبار سے وہ زمانہ جاہلیت میں بھی اتنی سخاوت کرتی تھیں کہ لوگ انھیں ''اُم المساکین'' کے نام سے جانتے تھے۔

''**المعجم الکبیر**'' میں اُن کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

''زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن بن حتیس بن عیلان الھالیہ''

طبرانی نے ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے کہ مکہ کے لوگ حضرت زینب کو ہلالیہ یا عامریہ کہہ کر بھی بلاتے تھے کیونکہ اُن کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ کے خاندان سے تھا۔

بیان کیا گیا کہ عہد جاہلیت میں بھی وہ فقرا اور مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔امام زہری کی ایک روایت کے مطابق حضرت زینب بنت خزیمہؓ رسول اللہ ﷺ کے حرم میں داخل ہونے سے قبل سیدنا عبداللہ بن جحشؓ کے حبالہ عقد میں تھیں جنھیں روزِ احد شہادت کا شرف

حاصل ہوا۔

جبکہ قتادہ کے قول کے مطابق حضور ﷺ سے نکاح کرنے سے قبل حضرت زینب بنت خزیمہؓ حضرت طفیل بن حارثؓ کے عقد میں تھیں جنھوں نے حضرت زینب کو طلاق دے دی تھی جس کے بعد اُن کا نکاح حضرت طفیل بن حارثؓ کے چھوٹے بھائی حضرت عبیدہ بن حارثؓ سے ہوا۔ حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ بدر خلعتِ شہادت سے سرفراز کیا۔

حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی شہادت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن پہ نظر کرم فرمائی اور انھیں نکاح کی دعوت دی جسے حضرت زینب بنت خزیمہؓ نے بغیر کسی حیل و حجت کے قبول کیا اور اس اعزاز پہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت سے اکتیس ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے ساڑھے بارہ اوقیہ سونا یا پانچ سو درہم کے مہر پہ نکاح کیا۔ سیّدہ زینب بنت خزیمہؓ تیس سال کی عمر میں ہی انتقال کر گئیں۔ وہ صرف آٹھ ماہ نبی اکرم ﷺ کے حرم کی رونق رہیں اور ۴ ہجری ربیع الآخر کے مہینے میں انتقال فرما گئیں نبی اکرم ﷺ نے خود اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں جنت البقیع میں دفن کیا۔

اُم کلثومؓ کا نکاح

تین ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔اس سے قبل حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں اور انھی کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ۔ پھر وہ واپس مکہ آ گئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی ۔ جب کفارِ قریش نے مسلمانوں پہ دھاوا بولا اور مدینے پہ حملے کی نیت سے میدان بدر پہنچے تب حضرت رقیہؓ انتہائی بیمار تھیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو جنگ میں نکلنے کے بجائے گھر رہ کر حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کا حکم دیا۔مگر بدقسمتی سے وہ جانبر نہ ہوسکیں اور جب مسلمان جنگ بدر میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب مدینہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت رقیہؓ کو دفن کر چکے تھے اور یہ رمضان دو ہجری کی بات ہے۔مگر چونکہ نبی اکرم ﷺ کو حضرت عثمانؓ سے بہت محبت تھی اس لیے انھوں نے ربیع الاول تین ہجری کو اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔علامہ ابن کثیر نے لکھا کہ نکاح اگر چہ ربیع الاول کو ہوا مگر رخصتی تین ماہ بعد جمادی الاولی کو ہوئی۔حضرت عثمانؓ کے نکاح میں نبی اکرم ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں اس لیے لوگ انھیں ذوالنورین بھی کہتے تھے۔

حضرت حسنؓ کی پیدائش

تین ہجری کے متفرقات میں سے ایک اہم واقعہ حضرت فاطمہ الزہرہؓ خاتونِ جنت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر پہلے صاحب زادے کی پیدائش ہے۔ مورخین کے مطابق ۱۵ رمضان ۳ ہجری کو حضرت علیؓ کے گھر ایک بیٹے نے جنم لیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اُن کے گھر تشریف لے گئے اور مبارک باد دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو اپنے مبارک ہاتھوں پہ اٹھایا اور حضرت علیؓ سے دریافت کیا؟

علی تم نے اس بچے کا کیا نام سوچا ہے؟

حضرت علیؓ نے جواب دیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نہیں اس کا نام حرب نہیں بلکہ حسنؓ ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کے نومولود کے منہ میں ڈالی۔

مورخین نے بیان کیا ہے حضرت حسنؓ صورت اور سیرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ بعد میں حضرت حسنؓ نے امت کے وسیع تر مفاد اور دو مسلمان گروہوں کی مخاصمت ختم کرنے کے لیے منصب خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا جو اس امر پہ شاہد ہے کہ حضرت حسنؓ دنیا کے جاہ وجلال سے زیادہ دلچسپی نہ رکھتے تھے

عبداللہ بن عثمانؓ کی وفات

رسول ﷺ نے نبوت حاصل ہونے کے بعد مکی زندگی میں ہی اپنی بیٹی رقیہؓ کو حضرت عثمان غنیؓ سے بیاہ دیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت رقیہؓ اُن کے ساتھ ہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بیٹے سے بھی نواز رکھا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ تین ہجری کو جب حضرت عبداللہ کی عمر چھ سال تھی یا بعض روایات کے مطابق چار سال تھی اور وہ مدینہ کی ایک گلی میں کھیل رہے تھے تو ایک بڑے مرغ نے اُن پر حملہ کر دیا۔ مرغے کی چونچ حضرت عبداللہ کی آنکھ میں گھس گئی اور کئی دن تک وہ شدید تکلیف میں رہے۔ ازاں بعد زخم مندمل نہ ہو سکنے کے باعث وہ تین ہجری کو انتقال فرما گئے۔ آنحضرت محمد ﷺ کو اپنے نواسے سے بڑی محبت تھی اس لیے آپ ﷺ نے عبداللہ کی وفات کا دکھ اپنے سینے میں محسوس کیا۔ آنحضرت محمد ﷺ نے خود اپنے نواسے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر میں حضرت عثمان غنیؓ اترے اور انھوں نے آنسو بہاتی آنکھوں کے ساتھ اپنے بیٹے کو سپرد خاک کیا جس کی ماں اس سے قبل ہی اُن کو جدائی کا دکھ دے چکی تھی۔

حضرت امیہ بن عمرو ضمریؓ غزوہ احد کے بعد تین ہجری میں اسلام لائے۔غزوہ اُحد میں اگر چہ وہ شامل تھے مگروہ کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے۔تاہم غزوہ اُحد کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کا فیصلہ کیا اور وہ اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے آئے ۔وہ اگر چہ دیر سے اسلام لائے تاہم اُن کے کارناموں نے اس داغ کو دھو دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی میں حضرت امیہ بن عمرو ضمریؓ کے بہت سے کارہائے نمایاں کو مورخین نے اپنے صفحات میں جگہ دی ہے۔ بہت سی مہمیں اُن کی قیادت میں نکلیں اور صحرائے عرب کے ریگ زاروں میں اسلام کے پرچم کو بلند کرنے کی جدو جہد میں مصروف عمل رہیں۔جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق وہ مکہ تشریف لائے اور سولی پر لٹکی ہوئی حضرت خبیب بن ارتؓ کی لاش کو قریش سے چھینا اور انھیں دفن کیا۔ جب بدوی عرب قبائل نے بئیر معونہ پر مسلمان مبلغین کو قتل کیا تو حضرت امیہ بن عمرو ضمری نے ہی رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ رعل اور ذکوان قبائل نے اُن مسلمان مبلغین کو شہید کر دیا ہے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کی تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔

طفیل بن عامرؓ کی ولادت

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ صحابہ کرام کی عظمت کی وجہ سے تھا یا صحابہ سے محبت کی وجہ سے، یا صحابہ کی بے مثل استقامت کی وجہ سے، یا صحابہ کرام کی اُس محبت کی وجہ سے تھا جو انھیں رسول اللہ ﷺ سے تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ کائنات کے سب سے ارفع لوگ تھے جنھوں نے اپنے خون سے اسلام کے پودے کی آبیاری کی۔ چنانچہ اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ یہاں ہم حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہؓ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی سانس بند ہوئی تو ارفع انسانوں کا یہ گروہ اس زمین سے اوجھل ہو گیا۔ یعنی حضرت ابو طفیل بن واثلہؓ رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابی تھے جو سب سے آخر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت ابو طفیلؓ تین ہجری میں پیدا ہوئے۔ اُن کا تعلق عربوں کے معروف قبیلے بنو کنانہ کی شاخ بنو واثلہ سے تھا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات سے آٹھ سال پائے۔ اُن کا شمار اہل عرب کے صاحب دانش لوگوں میں کیا جاتا ہے عرب روایت کے مطابق وہ بہت ہی عمدہ شاعر تھے۔ ذیل میں اُن کا ایک شعر تحریر کیا جاتا ہے۔ عربوں میں یہ شعر بہت مشہور تھا حتیٰ کہ اسے ضرب المثل کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔

وَمَا شَابَ رَأسِی مِنْ سِنِیْنَ تَتَابَعَتْ
عَلَیَّ وَلٰکِنْ شَیَّبَتْنِی الْوَقَائِعُ

میرے سر کے بال سالوں کی کثرت نے سفید نہیں کیے بلکہ مجھ پہ گزرنے والے حادثات اور واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت ابوطفیلؓ ابھی بچے ہی تھے جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔ تاہم وہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے آگاہ تھے کہ دس ہجری میں ایک محفل میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج زمین کے سینے پر جس قدر لوگ ہیں آج سے سو سال بعد اُن میں ایک بھی زندہ نہ ہو گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے برسوں بعد جب لوگ رسول اللہ ﷺ کی اس بات کو بھول چکے تھے تو ایک روز حضرت ابوطفیلؓ نے غسل کیا خوشبو لگائی اور عمدہ کپڑے پہنے اور اپنے بیٹوں کا بلا بھیجا۔ جب اُن کے بیٹے آئے تو وہ انھیں نصیحت کرنے لگے۔ اُن سے ایسی باتیں کہنے لگے جیسے کوئی آدمی وقتِ رخصت کرتا ہے۔ حضرت ابوطفیلؓ کی باتیں سن کر اُن کے بیٹے پریشان ہو گئے اور کہا:

بزرگ محترم: آپ کی صحت بالکل ٹھیک ہے اور اس بات کے بھی کوئی آثار نہیں کہ آپ انتقال کر جائیں تو آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں۔

حضرت ابوطفیلؓ نے جواب دیا: تم نہیں جانتے مگر مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سو سال بعد اُن لوگوں میں سے ایک بھی زمین پر موجود نہ ہو گا جو آج زندہ ہیں تو میرے بچوں آج اس بات کو سو برس پورے ہو گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان کبھی غلط ثابت نہیں ہوا اس لیے میری بات کو مان لو کہ آج میں انتقال کر جاؤں گا۔ چنانچہ اُسی شام حضرت ابوطفیلؓ انتقال کر گئے۔ محدثین کا اس بات پہ اجماع ہے کہ حضرت ابوطفیلؓ ہی رسول اللہ کے آخری صحابی تھے جو اس دنیا سے رخصت ہوئے وہ آخری ستارہ تھا جو غروب ہو گیا اور اُس کے بعد اُس

درجے کے لوگ کبھی پیدا نہ ہوئے۔حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہؓ نے 110 ہجری میں مکہ میں وفات پائی۔

علامہ ابن اثیرؒ نے اپنی کتاب ’’ **اسد الغابہ** ‘‘ میں ایسے ہی لکھا ہے۔

جنگ اُحد میں ہونے والے مسلمانوں کے نقصان سے صحرائی عربوں کے وہ غارتگر گروہ جو جنگ بدر کے بعد سہم سے گئے تھے مسلمانوں کے خوف سے باہر نکل آئے اور متعدد عرب قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا مگر مسلمان اس آفت سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھے

3 ہجری ، بمطابق.... جولائی 624ء - جون 625ء

3 ہجری احکام وقوانین

اہل مدینہ کی زندگی میں ایک بڑے انقلاب نے جنم لیا تھا۔ وہ جاہلیت سے عہد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اس نعمت کی قدر ومنزلت سے آگاہ تھے جو انھیں نبی اکرم ﷺ کے ذریعے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اب اُن کے سامنے زندگی کا ایک واضح اور متعین مقصد تھا اس لیے اُن کی زندگیوں میں ایک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اُن کا ہر لمحہ نبی اکرم ﷺ کی محبت اور چاہت سے معطر تھا، اُن کی زندگی اب صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف ہو کے رہ گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب اگرچہ ریاست مدینہ کے استحکام میں مشغول تھے اور وہ شب وسحر دشمنوں کی بپا کی ہوئی چیرہ دستیوں سے نمٹنے میں مشغول تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی اصلاح وفلاح کے لیے قرآن بھی مسلسل نازل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی زندگیوں کو اس نہج پہ گامزن کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ روز محشر نجات اُن کے لیے آسان ہو جائے۔ چنانچہ تین ہجری کو جو احکامات وقوانین نبی اکرم ﷺ پہ اتارے گئے اُن میں ایک تو وراثت کا قانون تھا جو عربوں کے

لیے قدرے اجنبی بھی تھا اس لیے کہ عرب اس سے قبل اس طرح کی روایت کے عادی نہ تھے اُن کے پاس جو بھی مال و دولت ہوتا وہ اسے لٹا دیتے، سخاوت کر دیتے یا دوسرے کاموں میں خرچ کر دیتے مگر اس سے لوگوں اور قریبی عزیوں کے وہ حقوق ادا نہ کرتے جس کا تصور اسلام نے پیش کیا تھا۔ خاص طور پہ عورتوں کو تو اُن کے مال و دولت سے کچھ بھی نہ ملتا تھا جبکہ اسلام نے ماں بہن بیٹی اور بیوی کے لیے مرد کی دولت میں حصہ متعین کیا، چنانچہ لحہ لحہ اترتے احکامات سے اہل مدینہ اور دیگر مسلمانوں کی مجلسی اور ثقافتی زندگی اخلاقی ضابطوں کے تحت آتی جا رہی تھی۔ مسلمان معاشرے کی ایک اُجلی صورت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ لوگ بھی اب اسلام میں دلچسپی لینے پہ مجبور ہو رہے تھے جو اب تک خاموش تھے۔

دوسرا حکم جو تین ہجری میں مسلمانوں پہ اتارا گیا وہ غیر مسلم سے نکاح کی ممانعت کا حکم تھا اس سے قبل ایسے نکاح قائم تھے جن میں زوج مختلف ادیان کے پیروکار تھے یعنی اگر عورت مسلمان ہے تو خاوند ابھی تک اپنی پرانی روش جاہلیت پہ کاربند ہے اور اگر خاوند کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا ہے تو اُس کی بیوی اپنے آباء کے دین پہ اڑی ہوئی ہے یقیناً یہ ایک ناپسندیدہ صورت حال تھی چنانچہ حکم آ گیا کہ اپنی مشرکہ بیویوں سے الگ ہو جاؤ۔

بیان کیا گیا ہے کہ اُس وقت حضرت عمرؓ کے نکاح میں دو مشرک عورتیں تھیں جن کو اس حکم کے بعد انھوں نے خود سے الگ کر دیا۔ اسی طرح اُن خواتین کا معاملہ تھا جن کو اللہ نے ہدایت عطا کی تھی مگر اُن کے خاوند ابھی دین کفر پہ تھے۔ چنانچہ اُن کو بھی یہ حکم دیا گیا وہ اپنے خاوندوں سے الگ ہو جائیں اور یہ حکم عین عدل کے مطابق تھا اس لیے کہ وہ صورت حال ایک بڑے سماجی بگاڑ کا پتا دیتی تھی اور اسلام اپنے عقائد میں ملاوٹ کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے نکاح کے معاملے کی تصریح بھی کر دی گئی کہ اب مومنین صرف مومن عورتوں سے ہی نکاح کر سکیں گے اور مومن خواتین صرف مسلمان مردوں میں نکاح میں رہ سکیں گے۔ باقی ہر قسم کے نکاح کو باطل قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ وراثت اور غیر مسلموں سے نکاح کی ممانعت جیسے احکامات سے اسلامی نظام حیات ہر قسم کی آلائش

سے پاک ہو جاتا ہے اور معاشرتی زندگی پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے۔اس لیے کہ جب مسلمانوں نے احکام وقوانین کا وہ حصار مقرر کر دیا جس کی بنا پہ مسلمان معاشرہ غیر مسلموں سے امتیازی شکل اختیار کرتا چلا گیا اور اُس کی ایک الگ شناخت عرب معاشرے کے سامنے آ گئی۔

نوحہ کی ممانعت

نوحہ کی ممانعت بھی تین ہجری کو کی گئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ نوحہ عربوں کے اہم رسم و رواج میں شامل تھا۔ اہل عرب میت پہ بہت نوحہ کرتے تھے۔ اسی لیے تو آنحضرت محمد ﷺ غزوہ احد کی شام جب انصار کے گھروں کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ کے کانوں میں انصاری عورتوں کے نوحہ کی آوازیں آئیں۔ تب آنحضرت محمد ﷺ آبدیدہ سے ہوگئے اور فرمایا کہ میرے چچا حمزہؓ پر تو کوئی نوحہ کرنے والا بھی نہیں ہے۔ تب حضرت سعد بن عبادؓ نے انصاری عورتوں سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر جاؤ اور اُن کے چچا کا نوحہ کرو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ جب عشاء کی نماز ادا کر کے مسجد نبوی سے نکلے تو انصار مدینہ کی عورتیں نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت پہ نوحہ کر رہی تھیں۔ نوحہ عربوں کے ہاں مدتوں سے مروّج تھا ۔ عربوں کے ہاں جب کوئی اہم شخص وفات پا جاتا تو عرب شعرا اُس کا نوحہ کہتے۔ بعض شعرا نے تو ایسے لاجواب نوحے کہے جو نہ صرف اہل عرب کی زبان و ادب کا حصہ بنے بلکہ اُن کو روایت کرنے والوں نے انھیں تاریخ کے دریچوں میں محفوظ کر دیا۔ ایسے کئی نوحے ہم اس کتاب میں درج کر چکے ہیں جو نادر ہیں جنھیں زبان و ادب کے حوالے سے بہت عمدہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مورخین نے انھیں بھی اپنے ہاں جگہ دی ہے۔ اہل عرب کے ہاں کسی شخص کی

موت کے بعد اُن کی عورتیں اپنا گریبان پھاڑ دیتیں، سر پہ خاک ڈال لیتیں، خود پہ کھانا اور سونا حرام قرار دے لیتیں، یا اپنے پیٹ اور رخساروں پہ چانٹے مارتیں۔ مگر چونکہ یہ تمام باتیں خلاف تہذیب تھیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ پہ نوحہ کرنے والی عورتوں سے کہا کہ وہ اپنے گھروں کو چلی جائیں کیونکہ اسلام میں نوحہ نہیں ہے اس طرح اسلام میں نوحہ کو ممنوعہ امر قرار دے دیا گیا۔

منافقین کی ذلت

نفاق دل کی وہ بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ منافق عقل کا اندھا وہ غلیظ انسان ہوتا ہے جس کی دنیا بھی بری اور آخرت تو یقیناً نہایت ہی بری ہوتی ہے۔ مدینہ میں بہت سے منافقین تھے جن کے نفاق کی وجہ سے مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو منافقین کی ذہنیت اور منصوبوں سے ہر پل آگاہ رکھا جاتا تھا مگر صحابہ کے لیے اس بات کا جاننا دشوار تھا کہ اُن کے ساتھ بیٹھنے والا، ساتھ کھانا کھانے والا ساتھ نماز پڑھنے والا کون سا شخص دل کی گہرائیوں سے نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لایا ہے اور کون سا دل کا کھوٹا اور دھوکہ دینے والا ہے۔ اس لیے ایک عجب سی بے یقینی کی فضا تھی جس نے مسلمانوں کے لیے مسائل پیدا کر رکھے تھے۔ مگر غزوہ اُحد میں جب ابھی جنگ کا آغاز بھی نہ ہوا تھا تو منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے الگ ہو گیا۔ اب مومنین کے لیے منافقین کو پہچاننا قدرے آسان ہو گیا۔ اگرچہ میدان اُحد سے عبداللہ بن ابی کے ساتھ پلٹ آنے والے تمام لوگ منافق نہ تھے اور اُن میں سے بہت کو بعد میں معاف کر دیا گیا تھا۔ مگر اُن میں بہت سے وہ لوگ بھی شامل تھے جو نفاق کی بیماری کا شکار تھے اسی لیے غزوہ احد کے اگلے دن جب نبی اکرم ﷺ نے کفارِ قریش کے تعاقب کا فیصلہ کیا تو آپ ﷺ نے کسی ایسے شخص

کواس جنگ میں شامل ہونے کی اجازت عطا نہ فرمائی جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ میدان جنگ سے پلٹ آیا تھا۔

دوسری طرف جن لوگوں کے دلوں میں نفاق تھا یا وہ یہودی تھے اُن کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔انھوں نے اپنے گھروں میں گھی کے چراغ جلائے تھے اور وہ مسلمانوں کے زخموں سے رستے خون کو دیکھتے اور منہ موڑ کے مسکراتے۔مسلمانوں کو یہودیوں پہ غصہ نہیں آتا تھا اس لیے کہ وہ تو اپنے دین پہ تھے،مسلمانوں کے کھلے دشمن تھے مگر وہ لوگ جو اُن کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کلمہ گو تھے جب وہ مدینہ کے کونوں کھدروں میں آپس میں باتیں کرتے اور مکاری سے مسکراتے تو مسلمانوں کو بہت دُکھ ہوتا۔آخر حضرت عمر فاروقؓ سے برداشت نہ ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی!یارسول اللہ ﷺ

مجھے اجازت دیں میں اِن کے دریدہ دہنوں کو لگام دوں،اب جبکہ اُن لوگوں کا نفاق ظاہر ہو چکا ہے تو ہمیں اِن لوگوں کو قتل کرنے اجازت دی جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،عمر رُک جاؤ!

کیا تم چاہتے ہو کہ سارے عرب میں یہ بات سنی جائے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

مگر یارسول اللہ ﷺ اُن کا نفاق اب کھلا چکا ہے اور اُن کے دلوں میں جو کینہ و فساد ہے وہ سامنے آچکا ہے اور روز احد وہ ہمیں دھوکہ بھی دے چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

مگر وہ کلمہ تو پڑھتے ہیں ناں اس لیے مجھے اُن کے قتل کی اجازت نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

غزوہ اُحد کے بعد نبی اکرم ﷺ جب جمعہ پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو حسب

عادت عبداللہ بن ابی اٹھا اور نبی اکرم ﷺ کی توصیف شروع کر دی۔ کافی عرصے سے اِس کی یہی عادت تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز کا خطبہ دینے کے لیے منبر رسول پہ جلوہ افروز ہوتے تو عبداللہ بن ابی اٹھتا اور کہتا لوگو! یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو تمھارے درمیان اترے ہیں جن کے ذریعے حق تعالیٰ نے تمھیں عزت و سربلندی عطا فرمائی ہے لہٰذا تم لوگوں پہ لازم ہے کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کرو اُن کی باتیں توجہ سے سنو اور آپ ﷺ کے ارشادات پہ عمل کرو اتنا کہنے کے بعد وہ بیٹھ جایا کرتا۔

مگر غزوہ احد کے بعد اب صورت حال بدل چکی تھی۔ عبداللہ بن ابی اور اُس کے بہت سے ساتھیوں کا نفاق مسلمانوں پہ کھل چکا تھا، اس لیے حسب عادت جب عبداللہ بن ابی اٹھا اور اُس نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کرے تو لوگوں نے اُسے روک دیا۔ لوگوں نے اُس کے کپڑے کھینچے اور اُسے شرم دلائی کہ ابھی کل ہی تم نے مسلمانوں کو اُس وقت دھوکہ دیا جب دشمن کی ننگی تلواریں چمک رہیں تھیں اور جنگ کی چکی بس چلنے ہی کو تھی تو تم نے اپنے نفاق کو ظاہر کیا اور تم نے تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، وہ تو اللہ کی رحمت تھی کہ مسلمان بہ خیر عافیت لوٹ آئے تھے اگرچہ اس دوران انھیں بہت دکھ اٹھانا پڑا تھا۔ انھیں بہت سے اللہ سے محبت کرنے والے ساتھیوں سے جدا ہونا پڑا تھا مگر اللہ نے مسلمانوں کو اپنی عافیت میں رکھا اور منافقین کے بدارادوں سے محفوظ رکھا۔

عبداللہ بن ابی خود کو قبیلے کا سردار سمجھتا تھا اور بنو خزرج کے بہت سے لوگ اُس کی بات مانتے تھے اس لیے جب لوگوں نے اُس کی یوں سرعام توہین کی تو اُس سے برداشت نہ ہوا اور وہ لوگوں کے کندھے پھلانگتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔

اُس کے بہت سے ساتھی تھے جو سارے منافق نہ تھے بلکہ قبائلی عصبیت کی وجہ سے اس کا احترام کرتے تھے، اس لیے اُن میں سے کئی لوگوں کو عبداللہ بن ابی کا اس طرح مسجد سے نکالا جانا برا لگا اور وہ عبداللہ بن ابی کے پیچھے دوڑے۔

انھوں نے عبداللہ بن ابی سے کہا:

تم اس طرح مت کرو ہمارے ساتھ آؤ اور رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لو ہم تمھاری سفارش کریں گے۔

مگر عبداللہ بن ابی کا نفاق انتہائی گہرا تھا وہ مسلمانوں کو اپنے اقتدار کا قاتل سمجھتا تھا اس لیے اُس نے اپنے ساتھیوں کے اس مشورے کو بھی رد کر دیا اور کہا:

تم لوگ جاؤ میں اُن کے فراق میں مر نہیں جاؤں گا اور نہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگنی ہے اور نہ مجھے اُن کے رب سے مغفرت کی خواہش ہے۔

لوگ اُس سے مایوس ہو کے واپس آ گئے۔

عبداللہ بن ابی اپنی زندگی کے آخری دم تک اپنے نفاق پہ قائم رہا۔ نبی اکرم ﷺ اُن کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی وجہ سے خاموش رہتے جو سچے مسلمان تھے اور نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت کرتے تھے۔

بعد میں جب غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدزبانی کی تو صحابہ میں یہ بات پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن ابی کو قتل کرانے والے ہیں۔

تب حضرت عبداللہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور فرمایا۔

اگر آپ ﷺ نے وہ فیصلہ کر ہی لیا ہے جو لوگوں کی زبان پہ ہے تو بخدا مجھے حکم دیں میں خود آپ ﷺ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اُن کا سر کاٹ لاتا ہوں۔ اس لیے کہ ممکن ہے میں اپنے باپ کے قاتل کو شہر مدینہ کی گلیوں میں چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں اور اُسے قتل کر دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو تسلی دی اور فرمایا!

میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔

اس کے بعد جلد ہی وہ وقت آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو منافقین سمیت دیگر تمام

دشمنوں پر بھی غلبہ عطا فرما دیا۔ تب مسلمان اس قدر طاقتور ہو گئے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے منافقین کو اُن کے سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور مسجد نبوی سے باہر پھینک دیا۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کو منافقین کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل ہو گئی اور وہ وقت بیت گیا جو آزمائش کا تھا جس میں لوگوں کے ایمان کو آزمایا جا رہا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے سچے دل کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور جن کے دلوں میں نفاق تھا وہ اس دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں تو قطعی طور پہ اُن کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ ایک بدترین اور دردناک عذاب وہاں اُن کا منتظر ہے۔

شراب کی حرمت

الہامی اصول ابدی ہوتے ہیں لہٰذا کوئی قوم اگر یہ خیال کرتی ہے کہ وہ الہامی مذاہب کی پیرو بھی رہے اور شراب بھی اُن کے لیے حلال کردی گئی ہے تو یہ اُن کی بد قسمتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے خیال کیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے کسی بھی پیغمبر پر اور اُس کی قوم پر اس طرح کی خباثت سے پُر کسی چیز کو حلال کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ اللہ کے کسی نبی نے کبھی شراب پی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے چالیس سال اُن عربوں کے ساتھ بسر کیے جو بے تحاشا شراب پیتے تھے مگر کبھی شراب کا ایک قطرہ بھی آپ ﷺ کے حلق سے نہ اترا۔ عرب معاشرے میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی اور صدیوں سے پی جا رہی تھی۔ اس لیے اُن کی ہر خوشی ہر غم شراب کے بغیر ادھورا تھا۔ جب اسلام آیا تو اُس نے لوگوں کو بتایا کہ شراب اور جوئے میں اگرچہ کچھ فائدے بھی ہیں مگر اُن کا نقصان اُن کے فائدے سے بڑھ کے ہے۔ اسلام حقیقت میں چونکہ دینِ فطرت ہے اس لیے اُس کے نظام میں خباثت سے پُر شراب جیسی چیز کی گنجائش نہ تھی۔ مگر خالق یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ایک دم سے لوگوں کو شراب سے روک دیا گیا تو ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے یہ فیصلہ مشکل ہو اور وہ دینِ حق سے محروم ہو جائیں۔ اس لیے

قرآن حکیم میں شراب کی ممانعت کا حکم بتدریج اتارا گیا۔سب سے پہلے اُن سے شراب کی برائی بیان کی گئی۔یاد رہے کہ اسلام سے پہلے بھی عربوں کے بہت سے لوگ جو شریف الطبع اور سلیم الطبع تھے نے شراب کی خباثت کا ادراک حاصل کرلیا تھا اور اِس سے اجتناب کیا تھا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے عہد جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہ پی تھی دیگر اُن بہت سے عربوں کا احوال پہلے (سیرۃ المزمل جلد سوم تمدن عرب) گزر چکا ہے کہ انھوں نے شراب کو برا جانا اور اُس سے فاصلہ اختیار کیا۔

چنانچہ شراب کے متعلق سب سے پہلے جو حکم اتارا گیا وہ یہ ہے۔

”یَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا O

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ 2 ؛ 219)

ترجمہ؛

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق،آپ فرما دیجئے اِن دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے مگر گناہ بہت زیادہ ہے اِن کے فائدے کی نسبت“۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

اگلے مرحلے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوا کہ جب تم نے شراب پی رکھی ہو تو نماز کے لیے نہ آیا کرو!

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی

تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ النساء4 ؛ 43)

ترجمہ؛

اے ایمان والو! نہ قریب جایا کرو نماز کے جب تم نشے کی حالت میں ہو۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

شراب اور جوئے کے بارے میں یہ قطعی حکم تھا جو سورۃ المائدہ میں اتارا گیا جس کے بعد اِن لغویات کو لوگوں کے لیے حرام قرار دے دیا گیا اور اِن کے قریب آنے سے اللہ کے عذاب کی خبر سنائی گئی۔ یاد رہے کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ یہ آیات تب اتریں جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدہ 5 ؛ 90/91)

ترجمہ؛

”اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک کام ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں، سو بچو اِن سے تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ

شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے بغض و عداوت ڈال دے اور روک دے تمھیں نماز اور یاد الٰہی سے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟

یکم محرم 4 ہجری بمطابق 17 جون 625ء

- غزوہ بنو نضیر
- سانحہ بئر معونہ
- غزوہ بدر الآخر
- غزوہ نجد
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش
- حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح
- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح
- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

سیرۃ المزمل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

یکم محرم 4ہجری ، بمطابق 13 جون 625ء

سریہ ابی سلمہؓ

دور دور تک عرب اس بات پر نظریں جمائے بیٹھے تھے کہ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور اہل قریش کے مابین برپا معرکے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگرچہ بت پرستی کی عادت کی وجہ سے اُن کی پوری ہمدردیاں اہل قریش کے ساتھ تھیں۔ اس لیے غزوہ احد کے بعد جب اُن تک یہ خبریں پہنچیں کہ اس دفعہ اہل قریش کا پلڑا بھاری رہا ہے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھیوں کا خوب خون بہایا ہے تو اُن کا سیروں خون بڑھ گیا اور اس بات میں کوئی شک بھی نہیں ایک مرحلہ پہ جب مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کی ہدایات سے انحراف کیا تو اہل مکہ نے عقب سے حملہ کر کے مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد عربوں پہ خوف اور مرعوبیت کی جو کیفیت طاری ہوئی تھی غزوہ احد کے بعد وہ اس سے باہر نکل آئے اور قریب و دور کے بت پرست قبائل ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں کا جال بننے لگے۔ حتیٰ کہ شہر مدینہ میں بھی منافقین اور یہودی قبائل کی سرگوشیاں بڑھ گئی تھیں اگرچہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو اس بات کی زیادہ پرواہ نہ تھی اور وہ اپنے دین کی

حقانیت اور اللہ کی مدد پہ مکمل یقین رکھتے تھے۔دو مہینے امن وسکون سے گزر گئے اور نبی اکرم ﷺ ذی قعدہ اور ذی الحج کے مہینوں میں مدینے ہی میں قیام پذیر رہے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی سرگرمیوں میں مشغول رہے پھر عربوں میں سب سے پہلے بنو اسد بنو خزیمہ نے سر اٹھایا۔قبیلہ بنو اسد فید کے کوہستانی علاقے میں مقیم تھا۔

ذوالحجہ کے آخری دنوں میں نبی اکرم ﷺ تک یہ اطلاعات پہنچیں کہ بنو اسد بن خزیمہ کے سردار خویلد کے دونوں بیٹے طلیحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد اپنے اردگرد کے قبائل کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ پہ ابھارنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس ضمن میں انھیں کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں۔چنانچہ مطلوبہ قوت جمع ہو جانے کی صورت میں وہ مدینے پہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی دشمن مدینے پہ چڑھائی کرے اس لیے انھوں نے اپنے ایک بہت ہی معتبر ساتھی حضرت ابوسلمہؓ [14*] کو حکم دیا کہ وہ بنو اسد بن خزیمہ پہ چڑھائی کی تیاری کریں۔چنانچہ چار ہجری محرم کی پہلی تاریخ کو یہ مہم روانہ ہوئی۔نبی اکرم ﷺ نے اپنی نگرانی میں لشکر کی تیاری کی اور تقریباً ایک سو پچاس لوگوں پہ مشتمل اس دستے پر حضرت ابوسلمہؓ کو امیر مقرر کیا انھیں علم عطا فرمایا۔صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور حضرت ابوسلمہؓ کو جنگ کی دیگر ہدایات دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید بھی کی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھیں۔کئی دن کے دشوار گزار سفر کے بعد حضرت ابوسلمہؓ قطن کے چشمے پہ پہنچے جہاں دشمن نے اکٹھا ہونا تھا۔مگر اس سے قبل ہی دشمن کو اس بات کی خبر پہنچ چکی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کا لشکر اُن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی قریبی پہاڑوں میں رو پوش ہو چکے تھے۔جب حضرت ابوسلمہؓ وہاں پہنچے تو اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔اُن کی آبادیاں ویران اور گھر مکینوں سے خالی تھے۔صرف اُن کے جانور تھے جن کو وہ اپنے ساتھ پہاڑوں کی بلندیوں تک نہ لے جا سکے تھے چنانچہ بہت سے اونٹ اور بکریاں

تھیں جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی اور وہ اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ حضرت ابوسلمہؓ کے حکم پہ مسلمانوں نے دشمن کے اِن جانوروں پہ قبضہ کرلیا۔ جب دو تین دن تک دشمن کے کوئی آثار نہ دیکھے تو حضرت ابوسلمہؓ نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور مسلمان اونٹوں اور بکریوں کو مال غنیمت کے طور پہ ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے [15*]۔ ابوسلمہؓ بہ خیر و عافیت واپس مدینہ پہنچ گئے۔ اس کامیاب مہم پر نبی اکرم ﷺ بہت خوش تھے اور انھوں نے خمس نکال کے مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کردیا تھا[16*]۔

حضرت ابوسلمہؓ جنگ اُحد میں زخمی ہوگئے تھے اُن کے بازو پہ گہرا زخم تھا[17*]۔
جو اگرچہ مندمل ہو چکا تھا مگر ابھی مکمل طور پہ درست نہ ہوا تھا۔ چونکہ قطن کے چشمے تک پہنچنے کے لیے دشوار گزار راستوں سے ہوکر گزرنا پڑتا تھا جن پر حضرت ابوسلمہؓ دن رات سفر کرتے رہے اس لیے جب وہ واپسی کے سفر میں تھے تو اُن کے بازو کے زخم کھل گئے اور پھر سے ہرے ہو گئے اور انھی زخموں کی وجہ سے حضرت ابوسلمہؓ نے ۲۶ جمادی الاول ۴ ہجری کو انتقال کیا ابن کثیر کے مطابق اس مہم میں مسلمان پندرہ روز مدینے سے باہر رہے۔

۵ محرم ،4 ہجری بمطابق--- 18 جون 625ء

سریہ عبداللہ بن انیسؓ

یہ بھی فوجی مہمات کی اُسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جن کا بنیادی مقصد اہل عرب کو اس بات کا احساس دلانا تھا کہ مسلمان نہ غافل ہیں نہ کمزور۔ اور نہ وہ کسی عرب قبیلے کو اس بات کی اجازت دینے کے لیے تیار ہیں کہ وہ مدینے پر یورش کرے۔ چنانچہ عرب کے جس سردار کے دل میں بھی اس خیال نے جنم لیا کہ وہ مسلمانوں یا شہر مدینہ پہ فوج کشی کرے اُس کا سر کچل کے رکھ دیا گیا۔ مسلمانوں کی فوجی نقل وحرکت نے اِن کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ مسلمان مسلسل حرکت کی حالت میں تھے جس کی بنیادی وجہ ریاست مدینہ کے استحکام کو یقینی بنانا تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی فوجی مہمات عرب کے طول وعرض میں مسلمانوں کے تیقن پہ مہر تصدیق ثبت کر رہی تھیں۔ انھی فوجی مہمات میں سے ایک کو سریہ عبداللہ بن انیسؓ کہا جاتا ہے۔ محرم کے مہینے میں ہی نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ سفیان بن خالد ہزلی عرنہ میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کے لیے فوج جمع کر رہا ہے جو بنولحیان کا رئیس اعلیٰ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو اِن لوگوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن

انیسؓ خفیہ طور پر بنولحیان کے ٹھکانے عرنہ پہنچ گئے اور اپنے ایک دوست کے ہاں قیام کیا۔ انھوں نے بھیس بدلا ہوا تھا اور موقع کی تلاش میں تھے کہ اُن کی رسائی سفیان بن خالد تک ہو سکے۔ جلد ہی اُن کی ملاقات خالد بن سفیان سے ہوگئی انھوں نے خالد کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے قائل کر لیا۔

انھوں نے خود کو شہر مکہ کا ایک متمول تاجر ظاہر کیا اور تجارت کے ضمن میں خالد سے بات چیت کی۔ جلد ہی وہ خالد کا اس حد تک اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ خالد بن سفیان نے انھیں اپنے گھر میں رہنے کی دعوت دے دی جسے حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے تھوڑی سی حیل وحجت کے بعد قبول کر لیا۔

اب منزل اُن کے سامنے تھی بس وہ مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔

ایک رات وہ دونوں دیر تک شراب پیتے رہے [18*] اور سفیان بن خالد کسی خطرے سے بے پرواہ گہری نیند میں چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ جانتے تھے انھیں اِس سے عمدہ موقعہ پھر نہ ملے گا چنانچہ انھوں نے ادھر اُدھر نگاہ کی اور اس بات کا اطمینان حاصل کیا کہ کوئی انھیں دیکھ تو نہیں رہا۔

اس کے بعد انھوں نے سفیان بن خالد کو قتل کر دیا اور اطمینان سے قریبی پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔

اب اُن کی منزل مدینہ تھی جو عرنہ سے کافی دور تھا۔

سترہ اٹھارہ روز کے سفر کے بعد حضرت عبداللہ بن انیسؓ مدینہ پہنچے۔

نبی اکرم ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مقصد میں کامیابی کی اطلاع کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر کی اور اُن کو اپنا عصا دیا اور فرمایا!

اسے پکڑو اور جنت میں چلے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے جب انتقال کیا تو اُن کی وصیت کے مطابق یہ عصا اُن کے ساتھ

ہی دفن کیا گیا۔

سفیان بن خالد کے قتل سے بنولحیان کی وہ تیاریاں خاک میں مل گئیں جوانھوں نے مدینہ پہ حملہ کرنے کے لیے کی تھیں اور فتنہ دب گیا۔

مسلمانوں کے لیے ریاست مدینہ کا امن و استحکام بہت اہم تھا مگر انھیں اس ضمن میں بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔دشمنوں کی تعداد کثیر تھی کچھ میدان میں نکل کر مقابلہ کرتے تھے تو کچھ دھوکہ دے کر مسلمانوں کا خون بہاتے جیسا کہ چشمہ رجیع اور بئیر معونہ پر ہوا۔

صفر، 4 ہجری۔۔بمطابق۔۔۔جولائی 625ء

چشمہ رجیع

یہ اُن وفا پیشوں کا قصہ ہے جن کی وفا کی خوشبو سے دنیا آج تک حصہ پا رہی ہے۔ یہ واقعہ انتہائے یقین کے اُن عجائبات میں شامل ہے عقل جن کو ماننے سے انکار کرتی ہے اور دل ورطہء حیرت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ یہ جذبہ جانفروشی اور استقامت کی وہ داستان ہے جس کا تذکرہ رہتی دنیا تک کیا جاتا رہے گا۔ یہ آثارِ زیست کے اُن لمحات کا قصہ ہے جب انسان کو اپنی منزل کے بارے میں پورا وثوق حاصل ہوتا ہے۔ یہ زخموں سے رستے اُس لہو کی داستان ہے جس نے دنیائے ایقان اور گلشن اسلام کی آبیاری اس ادا سے کی کہ آج خطہ ارض پہ ایک ارب اسی کروڑ لوگ "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" پڑھتے ہیں اور اسلام بہ حیثیت دین دنیا کا بہت بڑا دین ہے۔ لوگ آج بھی اسلام کی حقانیت کی جانب بدستور مائل ہو رہے ہیں اور دور دور تک وفا کی اُس خوشبو کو محسوس کیا جاتا

ہے جواُن لوگوں نے اپنے خون سے عرب کے طول وعرض میں جاری کی۔

بیان کیا گیا کہ!

بنی ہون بن خزیمہ بن مدرکہ قبیلے کے دوخاندانوں عضل اور قارہ کے کچھ لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ!

ہمارے قبیلوں میں اسلام کو پذیرائی حاصل ہورہی ہے لوگوں کے خیالات بدل رہے ہیں اور وہ بت پرستی سے بیزار نظر آتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اگر چند مبلغین ہمارے ساتھ کردیں تو ممکن ہے ہمارے آنگن بھی اہل مدینہ کی طرح اسلام کی روشنی سے منور ہو جائیں۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا یقین دلایا کہ اگر موثر انداز میں ہمارے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی جائے تو بہت جلد لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ نبی اکرم ﷺ تو اول روز سے لوگوں کی ہدایت کے خواہش مند تھے اور چاہتے تھے کہ عرب جلد از جلد اُن کی رسالت کو قبول کرلیں اور دین توحید میں داخل ہو جائیں تاکہ اُن کی دنیا بھی سنور جائے اور اُن کی آخرت بھی سنور جائے۔لہٰذا بقول ابن اسحٰق نبی اکرم ﷺ نے اِن افراد کو بنوعضل اور قارہ کی ہدایت کے لیے منتخب کیا اور اِن لوگوں کے ساتھ روانہ کردیا۔

مرثد بن ابی مرثدؓ اس تبلیغی وفد کے امیر تھے۔

خالد بن البکیر ، عاصم بن ثابت ابی افلح ،خبیب بن عدی، زید بن الدثنیہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ وتعالیٰ عنہ' یہ کُل چھ لوگ تھے جو بنوعضل اور قارہ کے لوگوں کے ساتھ اُن کے قبیلوں کی تعلیم کے لیے مدینے سے نکلے [19*]۔

سفر کرتے ہوئے جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہداہتہ کے اوپر قبیلہ بنوہذیل کے ایک چشمے رجیع پر پہنچے تب مسلمانوں نے جانا کہ بنوعضل اور قارہ کے لوگوں کے دلوں میں کیا ہے۔انھوں نے اپنے ہتھیار نکال لیے تھے اور مسلمانوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔مسلمان مبلغین چونکہ جنگ کرنے کے لیے نہیں بلکہ تبلیغ کے لیے نکلے تھے اس لیے اُن کے پاس معمول کے صرف وہ

ہتھیار تھے جو اہلِ عرب کے لباس کا حصہ تصور کیے جاتے ہیں۔اُن کے دشمن کثیر تعداد میں تھے اس لیے اپنے بچاؤ کے لیے وہ ایک قدرے بلند چوٹی پر چڑھ گئے تاکہ خود کو دشمن کے ضرر سے محفوظ کر سکیں۔عضل اور قارہ کے لوگوں نے دیکھا کہ یہ لوگ تو اُن کے ہاتھ سے نکلنے لگے ہیں اور مقابلے پہ اتر آئے ہیں تو انھوں نے اپنی بدنیتی کا اظہار کیا اور کہا: بخدا! ہم نے تم لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ہمارا مقصد تو صرف تمھیں گرفتار کرنا ہے تاکہ تمھیں اہلِ مکہ کے حوالے کر کے کچھ رقم بنا سکیں۔حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ،حضرت خالد بن بکیرؓ اور حضرت عاصم بن ثابتؓ نے انھیں دوٹوک جواب دیا کہ!

وَاللّٰہِ لَا نَقْبَلُ مِنْ مُّشْرِكٍ عَهْدًا وَّ لَا عَقْدًا اَبَدًا

بخدا! ہم کسی مشرک کا قول اور عہد و پیماں قبول کرنے پہ ہرگز تیار نہیں!

اس کے ساتھ ہی انھوں نے ہتھیار نکال لیے اور شہادت کے لیے تیار ہو گئے اگرچہ وہ صرف چھ تھے اور اُن کے دشمن سو سے زیادہ تھے مگر شیر کی ایک دھاڑ سے وہ سو بھیڑیں سہم گئی تھیں اور کوئی اُن کے قریب نہ جاتا تھا کہ مبادا قتل ہو جائے پھر بنو ہذیل کے سوار بھی اُن کی مدد کو آ گئے اور انھوں نے صحابہ کو گھیر لیا۔

مگر صحابہ اُن کے رعب میں نہ آئے اس موقع پہ حضرت عاصم بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے۔

مَا عِلَّتِیْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَابِلُ
وَالْقَوْسُ فِیْهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ

میرے لیے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے بھرا ہے میری کمان مضبوط اور اس چلہ سلامت ہے۔

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِہَا الْمَعَا بِلُ
اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَّالْحَیَاۃُ بَاطِلُ

تیروں کے پھل اس کے پہلوؤں سے پھسل رہے ہیں کہ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَکُلَّ مَا حَمَّ الْاِلٰہُ نَازِلُ
بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْہِ آئِلُ
اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْکُمْ فَاُمِّیْ ھَابِلُ

اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ انسان پہ ہو کے رہے گا اور ہر انسان کو اسی کی طرف لوٹنا ہے اس لیے اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا بیٹا مرے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَ رِیْشُ الْمُقْعَدِ
وَضَالَۃٌ مِثْلُ الْجَحِیْمِ الْمُوْقَدِ

میں ابو سلیمان ہوں اور مقعد نامی شخص کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں اور ضالہ درخت سے بنائی گئی کمان ہوں جو بھڑکتے ہوئے جہنم کی مانند ہوتی ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

إِذَا النَّوَاجِیْ افْتُرِشَتْ لَمْ اُرْعَدْ
وَمُضْنَأٌ مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَجْرَدِ
وَ مُؤْمِنٌ بِمَا عَلٰی مُحَمَّدِ

جب تیز رفتار اونٹنیوں پہ سواری کی جاتی ہے تو میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور میں بیل کی چکنی کھال کی بنی ہوئی مجسم ڈھال ہوں اور سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ پہ جو وحی نازل کی جاتی ہے اُس پر ایمان رکھتا ہوں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَمِثْلِیْ رَامٰی
وَکَانَ قَوْمِیْ مَعْشَرًا کِرَامًا

میں ابو سلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیر انداز بھلا کہاں ہوگا اور میرا قبیلہ شریف لوگوں پہ مشتمل ہے۔[*20]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا مسلمانوں نے خوب دادِ شجاعت دی اور حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ، حضرت خالد بن بکیرؓ اور حضرت عاصم بن ثابتؓ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ مشرکین نے چاہا کہ وہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کا سر کاٹ لیں کیونکہ روزِ اُحد انھوں نے سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا تھا جنھوں نے کفار کے علم کو بلند کرنے کی کوشش کی تھی ۔تب سلافہ بنت سعد نے منت مانی تھی کہ اگر کوئی اُسے عاصم بن ثابتؓ کا سر لا کے دے تو وہ اس کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی اور سر لانے والے کو سو سرخ اونٹ انعام کے طور پہ

دے گی۔ بنو ہذیل کو سلافہ بنت سعد کی اس قسم کا علم تھا اس لیے اُن کی خواہش تھی کہ وہ حضرت عاصم بن ثابتؓ انصاری کا سر کاٹ لیں تا کہ اس کے عوض اہل مکہ سے انعام حاصل کر سکیں۔ مگر روزِ اُحد ہی جب سلافہ بنت سعد نے یہ قسم کھائی کہ وہ عاصم کے سر میں شراب ڈال کے پیئے گی اُسی روز ایک قسم حضرت عاصم بن ثابتؓ نے بھی کھائی تھی کہ اے اللہ میں کسی نجس کافر کو آج کے بعد نہ چھوؤں گا اور اے اللہ میری نعش کو بھی کفار سے محفوظ رکھنا۔ چنانچہ کفار نے جب دیکھا کہ حضرت عاصم شہید ہو کے گر چکے ہیں تو وہ اِن کی طرف بڑھے تا کہ اُن کا سر کاٹ لیں۔ مگر کیا دیکھتے ہیں کہ شہد کی بہت سی مکھیوں نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کی لاش کو ڈھانک رکھا ہے اور وہ لاش کے قریب آنے والے ہر فرد پہ حملہ کر دیتی ہیں۔ کفار نے کہا! ابھی رہنے دو۔

جب شام ہو جائے گی تو یہ مکھیاں خود ہی غائب ہو جائیں گی تب ہم عاصم کا سر کاٹ لیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ثابتؓ کی دُعا قبول فرمائی تھی اور اُن کے جسد مبارک کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اوپر پہاڑوں میں تیز بارش شروع ہو گئی اور وادی میں پانی کا اس قدر تیز ریلا آیا کہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کی لاش کو بہا لے گیا اور کفار جو اُن کی نعش کی بے حرمتی کے درپئے تھے اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔

جب چھ میں سے تین صحابہ شہید ہو گئے تو باقی تین صحابہ نے اس قدر غیر متوازن لڑائی کو بے سود جانا اور ہتھیار ڈال دیئے۔

کفار نے اُن سے کہا:

وہ اپنے ہتھیار رکھ دیں وہ اُن کو بغیر کوئی ایذا پہنچائے کفار قریش کے ہاتھ بیچ دیں گے۔

مسلمانوں نے اُن پہ اعتبار کیا۔ جب مسلمانوں نے ہتھیار رکھ دیئے تو کفار نے اُن کے ساتھ بدعہدی کی اور اُن کے ہاتھ اُن کی پشت پہ باندھ دیئے۔

جس پہ حضرت طارق بن عبداللہؓ نے کہا:

وہ سچے تھے جو شہید ہوئے اور جنھوں نے تمھاری بات پہ اعتبار نہ کیا۔

کفار اُن کو لے کر مکہ کی طرف چل دیئے۔ جب وہ مکہ سے کچھ فاصلے پر ظہران کے مقام پہ پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارقؓ اُس رسی سے اپنے ہاتھ کو آزاد کرا چکے تھے جس سے انھیں کفار نے باندھا تھا۔ چنانچہ اپنے ہاتھ کھولتے ہی انھوں نے کفارِ کو للکارا اور اپنی تلوار نیام سے باہر نکال لی۔

کفار اُن کی دھاڑ سے سہم گئے اور کوئی اُن کے نزدیک نہ جاتا تھا۔

پھر کفار نے دور سے ہی انھیں تیروں اور پتھروں سے مارنا شروع کیا اور شہید کر دیا بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن طارقؓ کی قبر ابھی تک ظہران کے اُس مقام پر موجود ہے اور اُن کی وفا اور شجاعت پہ دلیل پیش کر رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ کو شہید کرنے کے بعد کفار حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید ابن دثنہؓ کو لے کر مکہ پہنچ گئے۔

علامہ ابن اسحٰقؒ نے لکھا ہے کہ اہل مکہ نے اِن قیدیوں کو خرید لیا کیونکہ اِن لوگوں نے بدر و احد میں قریش کے لوگوں کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب بن عدیؓ نے روزِ بدر قریش کے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا اس لیے انھیں حارث کے بیٹوں عقبہ بن حارث اور ابو ہاب بن حارث نے خرید لیا تا کہ وہ انھیں قتل کر کے اپنے باپ کا بدلہ لے سکیں۔ حضرت زید ابن دثنہؓ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تا کہ وہ انھیں اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کر سکے۔ قریش نے انھیں کچھ دنوں تک قید رکھا اس کے بعد انھیں قتل کر دیا اُن کے قتل کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ:

کفار نے حضرت خبیب بن عدیؓ کو حارث کی ایک لونڈی ماویہ کے ہاں قید کیا۔ حضرت زید ابن دثنہؓ کو صفوان بن امیہ نے اپنے ایک غلام نسطاس کے ہاں تنعیم کے مقام پہ قید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اِن دونوں محبوب صحابہ کو اہل قریش نے تقریباً ایک ماہ تک قید رکھا اور پھر ایک ہی دن شہید کیا۔

کفار قریش عام طور پہ کسی کو حدود حرم کے اندر قتل نہ کرتے تھے اس لیے وہ اِن صحابہ کو ساتھ لے

کر مکہ سے باہر تنعیم کے مقام تک آئے تا کہ انھیں قتل کر سکیں۔اور وہاں اِن صحابہ کے قتل کا منظر دیکھنے کے لیے قریش کے بہت سے لوگ جمع تھے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی شامل تھا ۔چنانچہ جب حضرت زید ابن دثنہؓ کو قتل کے لیے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے اُن پہ طنز کرتے ہوئے کہا:

اے ابن دثنہ مجھے ایک بات تو بتا؟

اَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا زَيْدُ اَتُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْاٰنَ فِىْ مَكَانِكَ نَضْرِبُ عُنُقَهٗ وَاَنَّكَ فِىْ اَهْلِكَ ؟

اے زید! اگر تمھاری جگہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تم اپنے گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ بہ خیر و عافیت ہوتے تو کیسا تھا؟

حضرت زید ابن دثنہؓ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا الْاٰنَ فِىْ مَكَانِهِ الَّذِىْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهٗ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَاِنِّىْ جَالِسٌ فِىْ اَهْلِىْ۔

بخدا! میرے لیے تو یہ امر بھی نا قابل برداشت ہے کہ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اس وقت وہ تشریف فرما ہیں اُن کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کو کہتے سنا:

مَارَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا يُحِبُّ كَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدًا

میں نے لوگوں کو کسی شخص سے اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اُن سے محبت کرتے ہیں۔

پھر صفوان بن امیہ کے غلام نسطاس نے حضرت زید ابن دثنہؓ کو شہید کر دیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب اِن صحابہ کو شہید کیا گیا تو قریش کے بہت سے لوگ وہاں موجود تھے جن میں ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، سعید بن عبداللہ،

اخنس بن شریک ثقفی، عبیدہ بن حکیم، امیہ بن ابی عتبہ وغیرہ۔

حضرت خبیب بن عدیؓ کو حجیر بن ابی اہاب کی آزاد کردہ لونڈی ماویہ کے گھر میں قید کیا گیا تھا وہ تقریباً وہاں ایک ماہ تک قید رہے۔ ماویہ جس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا نے روایت کی ہے کہ!

میں نے حضرت خبیب بن عدیؓ سے بہتر کوئی اسیر نہیں دیکھا، میں اُن کو کھانا دینے کے لیے جایا کرتی تھی اس لیے میں نے ایک دن دیکھا کہ میرے قیدی کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک بڑا گھچا ہے جس سے وہ انگور کھا رہا ہے حالانکہ مکہ میں قحط کی وجہ سے اِن دنوں کھجور بھی نہ ملتی تھی کجا کہ وہ انگور کھا رہے تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ قید خانے میں مقید حضرت خبیب بن عدیؓ تک انگوروں کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کی اُس حکمت اور رازوں کے اُس تسلسل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو مکمل طور پہ سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اللہ کے اقتدار کی وسعت کا اندازہ انسانی عقل کے بس سے باہر کی بات ہے۔ علامہ ابن اسحٰق نے عاصم بن عمرو بن قتادہؓ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب حضرت خبیب بن عدیؓ کو معلوم ہوا کہ اُن کی شہادت کا دِن قریب آ گیا ہے تو انھوں نے ماویہ سے استرا مانگا تاکہ وہ صاف ستھرے ہوکر اپنے اللہ کے حضور پیش ہوں۔

ماویہ نے اپنے لڑکے کو استرا دیا کہ وہ اسے قیدی تک پہنچا دے پھر اسے فوراً خیال آیا کہ اگر اُس قیدی کی نیت بدل گئی تو وہ میرے بیٹے کو قتل کردے گا۔

وہ قیدی کی طرف بھاگی اور اُس نے دیکھا کہ اُس کا بچہ قیدی کی گود میں بیٹھا کھیل رہا ہے۔

ماویہ کی بے چینی دیکھ کر حضرت خبیب بن عدیؓ مسکرا دیئے اور کہا:

تم سوچ رہی ہو کہ میں اپنے قتل کا بدلہ لینے کے لیے تمھارے بیٹے کو قتل کردوں گا۔

بخدا! ہرگز نہیں ہم عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کیا کرتے۔

پھر لوگ انھیں تنعیم کے مقام پہ لے آئے جہاں انھیں سولی پہ چڑھانے کا اہتمام کیا گیا تھا قریش

کے بہت سے لوگ وہاں جمع تھے۔

حضرت خبیب بن عدیؓ نے کفار سے درخواست کی اگر تم لوگ مجھے اجازت دو تو میں تھوڑی سی نماز پڑھ لوں۔

کفار نے انھیں نماز ادا کرنے اجازت دے دی۔

حضرت خبیب بن عدیؓ نے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ دو رکت نماز نفل ادا کی اور اس کے بعد مسلمانوں میں یہ بات ایک سنت جاریہ بن گئی کہ پھانسی پانے والا ہر شخص مرنے سے پہلے اللہ کے حضور دو رکعت نفل نماز ضرور پڑھتا ہے۔ اور پندرہ سو سال سے مسلمانوں میں حضرت خبیب بن عدیؓ کے اس اعلیٰ عمل کی پیروی کی جا رہی ہے۔

حضرت خبیب بن عدیؓ نے نماز کے بعد کفار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم! اس نماز نے مجھے اس قدر لطف دیا ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا اگر چہ میں نے اسے مختصر کیا ہے کہ مبادا تمھارے ذہن میں یہ خیال ابھرے کہ میں موت کے خوف سے نماز لمبی کر رہا ہوں۔

اس کے بعد حضرت خبیب بن عدیؓ کو سولی پہ چڑھا دیا گیا۔

سولی پہ چڑھنے کے بعد حضرت خبیب بن عدیؓ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا قَدْ بَلَغْنَا رِسَالَۃَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ الْغَدَ اةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا!

اے میرے اللہ! بے شک ہم نے تیرے رسول ﷺ مکرم کا پیغام پہنچا دیا ہے اے اللہ جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی اطلاع ہمارے رسول ﷺ تک پہنچا دینا۔

پھر انھوں نے کفار قریش کی طرف قہر کی ایک نگاہ ڈالی اور اپنے رب کو پکارا:

اَللّٰھُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّ قَتِّلْهُمْ بَدَدًا وَّ لَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا!

اے میرے اللہ! اِن کی تعداد کم کر دے، اِن کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور اِن میں سے کسی کو زندہ مت چھوڑ‘‘۔

پھرانھوں نے حضرت خبیب بن عدی کو سولی دے دی۔
مگر قبل اس سے کہ لوگ اُن پہ تیروں اور پتھروں کی بارش کریں اُن کی زبان پہ یہ اشعار تھے جو تاریخ کی راہگذر میں گم ہونے سے محفوظ رہے اور ہم تک پہنچے، پیش خدمت ہیں۔

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزابُ حَوْلِیْ وَالَّبُوْا
قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا کُلَّ مَجْمَعِ

کفار کے سارے گروہ میرے ارد گرد جمع ہوگئے انھوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کرلیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَکُلُّھُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَۃِ جَاھِدٌ
عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضْبَعِ

اور وہ سب کے سب مجھ سے دشمنی کرنے والے ہیں کہ میں ایک رسی سے بندھا ہوا ہوں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَقَدْ جَمَّعُوْا اَبْنَائَھُمْ وَنِسَائَھُمْ
وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعِ

انھوں نے اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی جمع کرلیا تھا اور مجھے پھانسی دینے کے لیے ایک مضبوط تنے کے قریب لے گئے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اِلیٰ اللّٰہِ اَشْکُوْا غُرْبَتِیْ ثُمَّ کَرْبَتِیْ
وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابَ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ کی ذات سے کرتا ہوں اور جو سلوک یہ میری نعش کے ساتھ کریں گے۔

۞۞۞ ۞۞ ۞۞۞

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلیٰ مَا یُرَا دُبِیْ
فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِیْ وَقَدْ یَاسَ مَطْمَعِیْ

اے عرش کے مالک! مجھے اِن اذیتوں پہ صبر عطا فرما جن کا ارادہ میرے دشمنوں نے کر لیا ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَ ذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَأ
یُبَارِكْ عَلیٰ اَوْ صَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پہ ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَقَدْ خَیَّرُوْنِیْ الْکُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَہٗ
وَقَدْ ھَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعٍ

اورانھوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا حالانکہ اس کے آگے موت ہے اور میری آنکھیں شکر کے اشک سے لبریز ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَمَا بِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ
وَلٰکِنْ حِذَارِیْ جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعِ

مجھے موت کا کوئی ڈرنہیں مگر مجھے جہنم کی آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جولوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَوَاللّٰہِ مَا اَرْجُوْ اِذَا مُتُّ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِیْ اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

خدا کی قسم! ایمان لے آنے کے بعد مجھے اس موت کا اور اس بات کا ذرا بھی خوف نہیں کہ مرنے کے بعد میں کس پہلو گرتا ہوں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَلَسْتَ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا
وَلَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعِیْ

میں دشمن کے سامنے کسی جزع وفزع کا اظہار نہیں کروں گا مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اپنے رب کے پاس جارہا ہوں۔[*21]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عربوں میں نوحے کی روایت جس قدر قدیم ہے اُس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کہیں گزر چکا ہے۔ اگرچہ اسلام آنے کے بعد نوحہ کی ممانعت ہوگئی مگر وہ ممانعت اُن افعال پہ تھی جن میں سے جاہلیت کا عکس جھانکتا تھا۔ جہاں تک دکھ کی بات ہے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ عرب مدتوں بچھڑ جانے والوں پہ نوحہ کہتے رہے۔ ذیل میں ہم حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک نوحہ پیش کررہے ہیں جو انھوں نے حضرت خبیبؓ کی موت پہ کہا!

مَا بَالُ عَيْنَكَ لَا تَرْقَا مَدَامِعُهَا
سَحًّا عَلَى الصَّدْرِ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ الْقَلِقِ

تیری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اِن کے آنسو لڑھکتے ہوئے موتیوں کی طرح سینے پہ گرتے ہیں اور رکتے ہی نہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَلٰى خُبَيْبٍ فَتَى الْفِتْيَانِ قَدْ عَلِمُوْا
لَا فَشِلٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَلَا نَزِقِ

یہ آنسو نوجوانوں کے نوجوان خبیب پہ بہہ رہے ہیں لوگوں کو معلوم ہے کہ مقابلے کے وقت وہ نہ بزدل ثابت ہوتا ہے نہ بدخلق۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاذْهَبْ خُبَيْبُ جَزَاكَ اللّٰهُ طَيِّبَةً
وَجَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْحُوْرِفِی الرَّفَقِ

اے خبیب! جاؤ اللہ تمھیں پاکیزہ اشیاء اور جنت الخلد عطا فرمائے اور رفقاء کی مجالس اور حوروں کی سنگت عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

مَا ذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُ لَكُمْ
حِيْنَ الْمَلَائِكَةُ الْاَبْرَارُفِی الْاُفُقِ

جب ملائکہ ابرار اُفق پہ حاضر ہوں گے تو اُس وقت تم کیا جواب دو گے اگر نبی اکرم ﷺ تم سے پوچھیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فِيمَ قَتَلْتُمْ شَهِيْدَ اللّٰهِ فِیْ رَجُلٍ
طَاغٍ قَدْ اُوْعَثَ فِی الْبُلْدَانِ وَالُّرفَقِ

کہ تم نے اللہ کے اس شہید کو کس جرم میں قتل کیا۔ کیا اس سرکش آدمی کے عوض جس نے تمام شہروں کو فساد سے بھر دیا تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

يَا عِيْنُ جُوْدِیْ بِدَامْعٍ مِّنْكَ مُنْسَكِبِ
وَابْكِیْ خُبَيْبًا مَعَ الْفِتْيَانِ لَمْ يَؤُبِ

اے آنکھ! اپنے مسلسل جاری ہونے والے آنسوؤں کی سخاوت کر اور خبیب پہ رو جو نوجوانوں کے ساتھ واپس نہیں آیا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

صَقْرًا تَوَسَّطَ فِیْ الْاَنْصَارِ مَنْصِبُهٗ
سَمْحَ السَّجِيَّةِ مَحضًا غَيْرَ مُؤْتَشِبِ

اِس شِکرے پہ رو جس نے انصار میں اعلیٰ منصب حاصل کرلیا تھا وہ نرم طبیعت کا مالک اور خالص نسب والا تھا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

قَدْ هَاجَ عَيْنِیْ عَلٰی عِلَّاتِ عَبْرَتِهَا
اِذْ لَدَيْكَ وَ عِيْدًا لَّيْسَ بِالْكَذِبِ

صبح کے وقت اپنے مطلوبہ سفر پہ روانہ ہونے والے سوار! اپنی طرف سے میری اس دھمکی کا پیغام پہنچا دینا جو جھوٹی نہ ہوگی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

بَنِیْ کُھَیْبَۃَ اِنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحَتْ
مَحْلُوْبُھَا الصَّابُ اِذْ تُمْرٰی لِمُحْتَلِبِ

ذلیل ماں کے بیٹوں کو کہ جنگ کی اونٹنی حاملہ ہو چکی ہے دودھ دوھنے والا حنظل کی طرح کڑوا دودھ دھوئے گا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فِیْھَا اُسُوْدُ بَنِیْ النَّجَّارِ تَقْدُمُھُمْ
شُھْبُ الْاَسِنَّۃِ فِیْ مُعْصَوْصِبٍ لَجِبِ

اس جنگ میں بنی نجار کے شیر ہوں گے جن کے آگے آگے شہابیوں کی طرح چمکدار تیر وسنان اور شور برپا کرنے والے لشکر ہوں گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

لَوْ کَانَ فِیْ الدَّارِ قَرْمٌ مَاجِدٌ بَطَلٌ
اَلْوٰی مِنَ الْقَوْمِ صَقْرٌ خَالُہٗ اَنَسُ

اگر اس گھر میں جواں مرد صاحب مجد و شرف اور تمام قوم سے بڑھ کے مقابلہ کرنے والا شخص ہے جس کا ماموں انس تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

إِذَنْ وَجَدْتَ خُبَيْبًا مَجْلِسًا فَسِحًا
وَلَمْ يُشَدَّ عَلَيْكَ السِّجْنُ وَالْحَرَسُ

تو اے خبیب! پھر تو ایک کشادہ مجلس پاتا اور تجھ پہ قید و بند کی حراست کی سختی نہ ہوتی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَلَمْ تَسُقْكَ إِلَى التَّنْعِيْمِ زِعْنُفَةٌ
مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَّنْ نَفَتْ عُدَسُ

اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے مخلوط گروہ تنعیم کی طرف نہ لے جاتے جن میں سے بعض لوگ وہ ہیں جن کے بارے میں قبیلہ عدس نے اپنی نسبت کا انکار کر دیا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَلَّوكَ غَدْرًا وَّهُمْ فِيْهَا أُولُو خُلُفٍ
وَأَنْتَ ضَيْمٌ لَّهَافِي الدَّارِ مُحْتَبَسُ

اِن بدبختوں نے تمھیں غداری اور دھوکے سے نیچے گرا دیا حالانکہ یہ وعدہ خلافی کرنے والے لوگ ہیں۔[22*]

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اللہ اپنے رسولوں کی نہ صرف حفاظت فرماتا ہے بلکہ اُن کو دشمن پر غلبہ بھی عطا فرماتا ہے اگرچہ کافر اس بات سے آگاہ نہیں ہوتے اسی لیے ابو جہل، صفوان بن امیہ اور ابو سفیان نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرانے کے لیے جو بھی اہتمام کیا اللہ اُس کو ناکام کر دیا۔

صفر 4 ہجری ، بمطابق ۔۔۔ جولائی، اگست 625ء

ابوسفیان کی سازش

غزوہ احد کے بعد اہل قریش قدرے کروفر میں تھے اور صحنِ حرم میں اُن کی مجالس کی رونق لوٹ آئی تھی ۔ایک دن جب وہ صحن حرم میں مجلس سجائے بیٹھے تھے اور ابوسفیان اُن کے درمیان بیٹھا تھا کہ اب وہی قبیلے کا سردار تھا اور لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں جب مسلمانوں کا ذکر آیا تو ابوسفیان نے اہل قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' کمزوری تم لوگوں میں ہے ورنہ ہم بہت پہلے محمد ﷺ سے اپنے مقتولوں کا انتقام لے چکے ہوتے ۔لوگوں نے سوال کیا ، وہ کس طرح؟ابوسفیان نے کہا: ہم سب جانتے ہیں کہ آنخضرت محمد ﷺ مدینہ کے بازاروں میں تنہا گھومتے ہیں،انھوں نے اپنی حفاظت کا کبھی کوئی خیال نہیں رکھا،تو کیا ہی اچھا ہو تم میں سے کوئی چپکے سے مدینہ جائے اور اُن کو قتل کر دے اور ہم اُس فتنے سے نکل آئیں جس میں انھوں نے تمام عرب کو مبتلا کر رکھا ہے۔ابوسفیان کی مجلس میں سے کوئی نہ بولا اور نہ کسی نے اس امر کی ذمہ داری قبول کی کیونکہ وہ بنو ہاشم سے ڈرتے تھے اور جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کا قتل کوئی آسان بات نہیں۔تاہم

اُسی مجلس میں ایک اعرابی بھی موجود تھا جو بدوی عرب تھا اور مکہ میں عمرے کی نیت سے آیا تھا۔اگلی رات وہ چپکے سے ابوسفیان کے گھر چلا گیا۔

اُس نے ابوسفیان سے کہا: مجھے اتنے اونٹ دینے کا وعدہ کرو تو میں تمھاری وہ خواہش پوری کر سکتا ہوں جس کا اظہار تم نے کل صحن حرم میں اہل قریش سے کیا تھا۔

ابوسفیان نے کہا: میں اونٹ تو تمھیں دے سکتا ہوں مگر یہ تو بتاؤ کہ تم یہ کام کیسے کرو گے۔

اُس بدوی نے کہا: میں صحراؤں کا رہنے والا ہوں، صحرائی رستوں کو خوب جانتا ہوں اور میرے پاس شتر مرغ کے پر سے بھی باریک ایک خنجر ہے جس سے میں اپنے مقابل کو چپکے سے قتل کر سکتا ہوں۔[*23]

ابوسفیان نے کہا: میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمھیں اونٹ دوں گا تم مدینے کے لیے روانہ ہو جاو۔

بدوی نے ابوسفیان سے کہا:

دیکھو میرا قبیلہ کمزور ہے وہ بنو ہاشم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ یہ بات صرف ہمارے درمیان ہی رہے اور اس کا کوئی چرچا نہ ہو۔ابوسفیان نے اس سے رازداری کا وعدہ بھی کر لیا اور وہ بدوی اپنے بد ارادوں سمیت مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔

چھٹے روز وہ مدینے پہنچا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا۔

نبی اکرم ﷺ اس وقت مسجد میں موجود نہ تھے لوگوں نے اِس شخص کو بتایا کہ آنحضرت محمد ﷺ بنو عبدالاشہل کے محلے میں تشریف لے گئے ہیں۔

وہ بدوی نبی اکرم ﷺ کے تعاقب میں محلّہ بنی عبدالاشہل کی طرف چل دیا۔

نبی اکرم ﷺ بنی عبدالاشہل کی مسجد میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

اُس بدوی نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اُس کا گھٹنا باندھ دیا۔

پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور پکارا:

تم میں سے عبدالمطلب کا فرزند کون سا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا!

اَنَا اَبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ!

عبدالمطلب کا بیٹا میں ہوں!

وہ سیدھا نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا! یہ شخص بدارادے کے ساتھ آیا ہے۔

صحابہ چوکنے ہو گئے ،اور جب وہ بدوی نبی اکرم ﷺ پہ اس انداز میں جھکا جیسے کوئی سرگوشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے اُسے کمر سے پکڑ کے پیچھے کی طرف دھکیلا اور کہا: نبی اکرم ﷺ سے دور رہو۔

جب حضرت اسید بن حضیرؓ نے اس شخص کے کپڑے کو پکڑ کر پیچھے کھینچا تا کہ وہ نبی اکرم کے قریب نہ پہنچے تو اُس شخص کے آزار سے اُس کا خنجر ظاہر ہو گیا اور زمین پہ گر گیا۔

ہتھیار برآمد ہو جانے کے بعد صحابہ نے اُسے دبوچ لیا۔

جس سے وہ شخص گھبرا سا گیا اور نبی اکرم ﷺ کو معافی معافی کہتے ہوئے پکارانے لگا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اِسے چھوڑ دو۔

نبی اکرم ﷺ نے اِس شخص سے کہا:

سنو اگر چہ میں جانتا ہوں تم یہاں کس ارادے سے آئے ہو اور ابوسفیان نے تمھیں کیا لالچ دیا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لو۔جب اُس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے ابوسفیان کا نام سنا تو جان گیا کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اُن سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔تب اس نے عتراف کر لیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے بد ارادے سے مدینہ آیا تھا۔نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے قید کر دو۔

اگلے روز اُس شخص کو پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

اُس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے احسان کرنے کی درخواست کی جسے نبی اکرم ﷺ نے قبول فرما لیا اور فرمایا:

جا تو آزاد ہے۔

اور اِن الفاظ سے تو اُس شخص پہ جیسے حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

وہ ششدر سا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے احسان تلے دبا جا تا تھا۔ اُس کے اندر ایک جنگ برپا تھی کہ وہ کتنے برے ارادے سے مدینہ آیا تھا اور اہل مدینہ نے اُس سے کس قدر احسان کا رویہ اپنایا ہے۔ جب وہ جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے اُس کو بلایا:

وہ شخص فوراً پلٹا اور وہ بارگاہ رسالت کے رعب سے دبا جا تا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس بدوی سے فرمایا:

اگرچہ ہم تجھے آزاد کر چکے ہیں مگر تمھارے لیے بہتر تو یہ تھا کہ تُو اسلام قبول کر لیتا تا کہ اللہ دنیا میں بھی تجھ پہ آسانی فرماتا اور آخرت میں بھی کامیابی تیرا مقدر بنتی۔

اُس بدوی نے اب ایک لمحے کی دیر بھی نہ لگائی اور عرض کی؛

میں اس سعادت کے حصول کے تیار ہوں یا رسول اللہ! پھر اُس نے کلمہ پڑھا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔ اب اسے ایک اور حیرت کا سامنا تھا۔ چند لمحے پہلے اُس کے لیے جن نگاہوں میں حقارت اور نفرت تھی اب انھیں نگاہوں میں اُس کے لیے پیغام محبت تھا۔ صحابہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس بدوی کو اسلام قبول کرنے پہ مبارک باد دینے لگے، اُسے گلے لگانے لگے اور اُسے بتانے لگے کہ وہ اب اِن کا بھائی بن گیا ہے۔ اُس کی شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور بے ساختہ وہ بول اٹھا!

خدا کی قسم! میں ایک بدوی ہوں موت کو سامنے دیکھ کر بھی میرے دل کی دھڑکن کبھی بے ترتیب نہیں ہوئی، مگر جونہی میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ نگاہ کی تب سے میں ایک رعب میں ہوں اور میرا دل کسی انجانے خوف سے کانپتا ہے۔

میں اس بات پہ حیران تھا کہ نبی اکرم ﷺ اُس بات کو بھی جان گئے جس سے صرف میں اور ابو سفیان واقف تھے۔تب میرے دل نے اس بات کا اقرار کرنے میں صرف ایک لمحہ لگایا کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور ابو سفیان اور اُس کے حواری شیطان کے چیلے ہیں۔مجھے اُس بے قراری اور خوف سے تب نجات ملی جب میں نے کلمہ پڑھ لیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔

بخدا!اب نہ مجھے ابو سفیان کے کسی لالچ کی پرواہ ہے اور نہ دنیا کی کوئی اور آرزو میرے اندر باقی ہے اس لیے کہ میرے اندر اسلام قبول کرنے سے جس روشنی نے جنم لیا ہے وہ میرے لیے کافی ہو گئی ہے۔

اب میری صرف یہی آرزو ہے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔اس کے بعد اُس بدوی نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا مگر صحابہ نے اُسے روک لیا اور کہا، اسلام قبول کرنے کے بعد اب تو ہمارا بھائی بن گیا ہے اس لیے چند دن ہمارے ہاں مہمان کے طور پہ رُک جاؤ۔

وہ بدوی کئی دن نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں مدینہ ہی مقیم رہا اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوا۔بعد میں اس بدوی کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُس پہ منزل آسان کر دی ہو گی۔

صفر 4 ہجری ، بمطابق ۔۔۔ جولائی، اگست 625ء

سریہ امیہ بن عمرو ضمری رضی اللہ عنہ

مدینے میں اسلام کی روشنی اب پوری آب وتاب سے لوگوں کے دل منور کر رہی تھی اگر چہ بہت سے سیاہ باطن خود کو ابھی تک دین حق سے روکے ہوئے تھے مگر اُن میں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی تھی جنھوں نے نفاق کو اختیار کر لیا تھا یا پھر وہ یہودی قبائل جو مدینہ کے قدیمی باسی تھے اور جو نبی اکرم ﷺ کی رسالت سے حسد کرتے تھے اور جانتے بوجھتے خود کو حق قبول کرنے سے روکے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اگر چہ اُن کے ساتھ عدل واحسان کا رویہ اپنایا ہوا تھا مگر اس کا جواب اہل یہود کی طرف سے کچھ اچھا نہ تھا اور وہ اکثر و بیشتر اہل مکہ کے ساتھ مل کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیار کرتے رہتے تھے۔ مورخین کی آراء اس سریہ کے بارے میں منقسم ہیں۔ بعض نے کہا کہ آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت امیہ بن عمرو ضمری رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ کو اس لیے روانہ کیا تھا کہ وہ ابوسفیان کے اس حملے کا جواب دیں اور اگر اُسے غافل پائیں تو اُس قتل کر

دیں۔

مگر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اِن صحابہ کو اس لیے مکہ مکرمہ بھیجا تھا تا کہ وہ حضرت خبیب بن عدیؓ کی سولی پہ لٹکی ہوئی لاش کو کفار کی مزید بے حرمتی سے بچا سکیں۔ ہمارا ذاتی خیال اُن مورخین کی جانب جھکا جاتا ہے جنھوں نے حضرت خبیبؓ کی لاش کا تذکرہ کیا ہے اس لیے کہ ابوسفیان کی اوچھی حرکتوں کا اس طرح کا جواب شانِ رسالت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اور حضرت سلمہؓ بن اسلم حریشؓ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب وہ بطن یا جج کے مقام پہ پہنچے تو اپنی سواریوں کو باندھ دیا اس لیے کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ دن کی روشنی میں شہر مکہ میں داخل نہ ہونا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ عہد جاہلیت میں کمال کے غارت گر تھے۔ وہ فن حرب کے ماہر اور تیز دوڑنے میں یکتا تھے اور اپنے اِن اوصاف کی بدولت وہ سارے عرب میں مشہور تھے۔ انھیں خدشہ تھا کہ عرب انھیں دیکھ کر چوکنا ہو جائیں گے۔ مگر اُن کے ساتھی حضرت سلمہؓ بن اسلم خراشؓ کا اصرار تھا کہ وہ دن کے وقت ہی مکہ میں جائیں گے اور حرم کعبہ کا طواف کریں گے۔ حضرت عمرو بن امیہؓ نے اپنی ساتھی کی بات مان لی اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ حرم پاک میں پہنچے اور طواف شروع کیا تو ابھی صحنِ حرم میں اہل قریش کی مجلسیں آباد تھیں۔

اور وہاں ابوسفیان بھی موجود تھا۔

اُس نے لوگوں سے کہا:

عمرو بن امیہ ضمریؓ سے ہوشیار رہنا مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی بری نیت سے ہمارے شہر میں اترا ہے۔

ابوسفیان نے مسلح لوگوں کا ایک گروہ اِن کی نگرانی پہ لگا دیا۔

جلد ہی حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اُن کی نگرانی کی جا رہی

ہے۔تاہم وہ رات کے اندھیرے میں ابوسفیان کے لوگوں کو جل دینے میں کامیاب ہوگئے اور اپنے ساتھی سمیت مکہ سے باہر تنعیم کے مقام پہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں روح پوش ہوگئے۔

اہل قریش رات بھر اُن کا تعاقب کرتے رہے،اس دوران قریش کا ایک شخص جو تعاقب کرنے والوں میں شامل تھا اُس غار کے قریب سے گزرا جس میں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ مقیم تھے ۔حضرت امیہ بن عمرو ضمریؓ شیر کی طرح اچھلے اور اُس شخص کو دبوچ لیا۔انھوں نے اُس شخص کے گلے پہ اپنا خنجر رکھا اور اُس سے پوچھا،حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش کہاں ہے؟

اُس شخص نے جواب دیا۔

یہاں قریب ہی اسی مقام تنعیم میں سولی پہ لٹکی ہے۔

مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اُس شخص جس کا نام ابن کثیر نے عثمان بن عبداللہ بن تیمی لکھا ہے کو قتل کر دیا اور اُس کی لاش اپنی غار سے کچھ فاصلے پہ پھینک دی۔

جب قریش عثمان کی لاش تک پہنچے تو اس کی سانسیں باقی تھیں ۔اپنی آخری سانسوں کے درمیان اُس نے قریش کو آگاہ کر دیا کہ اُسے عمرو بن امیہ ضمریؓ نے قتل کیا ہے۔

ابوسفیان نے اپنے لوگوں سے کہا!

میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ کسی اچھی نیت سے ہمارے شہر میں نہیں اترے۔

ابوسفیان نے قریش سے کہا:

اُن کو تلاش کرو وہ یہیں قریب ہی کہیں ہوں گے۔

قریش سارا دن اُن کو تلاش کرتے رہے مگر وہ اِن کے ہاتھ نہ آئے۔

جب رات ہوئی تو حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اپنے ساتھی حضرت سلمہؓ بن اسلم بن حریشؓ سے کہا کہ وہ مدینے کے لیے روانہ ہو جائے وہ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد مدینے پہنچ جائے گا کیونکہ اگر ہم دونوں اکٹھے قریش کے ہاتھ لگ گئے تو وہ ہمیں قتل کر دیں گے۔حضرت سلمہؓ بن

اسلم بن حریشؓ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کی بات مان لی اور مدینے کی طرف روانہ ہو گئے ۔حضرت سلمہؓ بن اسلم بن حریشؓ کے جانے کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ رات کے اندھیرے میں نکلے اور حضرت خبیب بن عدیؓ کے مقتل کی تلاش میں لگ گئے جو یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا کہ انھیں مکہ سے باہر تنعیم کے مقام پہ سولی پہ چڑھایا گیا تھا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ بھی اس وقت تنعیم کے علاقے ہی میں تھے۔

تھوڑی دیر بعد انھیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی۔

انھوں نے دیکھا کہ حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش ایک درخت کے تنے پہ موجود تھی اور اُن کی حفاظت کے لیے اہل قریش کے کچھ لوگ بھی وہاں موجود تھے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ قریش کے لوگوں سے کچھ بلندی پہ ایک غار میں ٹھہر گئے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ وہ سو جائیں تو پھر وہ حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش کو سولی سے اتاریں۔رات گئے جب وہ لوگ سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور سیدھے کھجور کے سوکھے ہوئے اُس تنے کی طرف بڑھے جس پہ حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش معلق تھی۔

وہ نہایت مہارت سے اُس تنے پہ چڑھ گئے اور حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش کو اتار لیا ۔انھوں نے حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش کو اپنے کندھے پہ ڈال لیا اور تیزی سے بھاگ نکلے۔اس دوران اہل قریش کے محافظ دستے میں سے کسی کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے شور مچا دیا اُس کے ساتھی بھی جاگ اٹھے۔

مگر وہ تیز دوڑنے میں حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے حالانکہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے حضرت خبیب بن عدیؓ کی لاش بھی اٹھا رکھی تھی حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اُن سے سو دو سو قدم آگے تھے۔اس لیے جب انھیں احساس ہوا کہ اہل قریش اُن کے تعاقب میں نکل آئے تب وہ ریت کے ایک ٹیلے کے پیچھے رُک گئے اور اپنے ہاتھوں سے جلدی جلدی نرم

ریت میں گڑھا کھودنے لگے جس میں حضرت خبیب بن عدیؓ کو دفن کر سکیں۔

اور جب تک قریش اُن کے نزدیک پہنچتے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے یعنی وہ حضرت خبیب بن عدیؓ کو دفن کر چکے تھے۔انھوں نے اپنی کمان سیدھی کی اور قریش کی طرف تیر چلانے شروع کر دیئے جو اُن کی طرف بھاگ رہے تھے۔

قریش کو جوابی حملے کی توقع نہ تھی اس لیے ٹھٹھک کے رکے!

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اُن پہ چند تیر چلائے پھر بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ جانتے تھے کہ قریش اُن کو نہیں پا سکتے۔حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ بھاگتے رہے حتیٰ کہ صبح تک وہ صفرا کے مقام پہ پہنچ گئے قریش کے تعاقب کے پیش نظر دن کو وہ آبادی سے باہر ہی ایک پہاڑی کھو میں چھپے رہے۔

رات کو پھر نکلے اور اپنا سفر شروع کیا۔

وہ چلتے رہے اور اگلے روز وہ کوہ ضیجان کے ذخیرے میں پہنچے۔

وہ تھک چکے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی غار میں آرام کریں پھر انھوں نے ایک غار تلاش کی اور آرام کرنے لگے۔

شام کو ایک شخص اس غار میں داخل ہوا، وہ بنی بکر کا ایک لمبا تڑنگا کالا اور ایک آنکھ سے محروم ایک بدشکل آدمی تھا۔وہ بکریوں کا چرواہا تھا اور اپنی بکریوں کو جنگل میں چھوڑ کر آرام کرنے اس غار میں آیا تھا، جہاں شاید وہ اکثر آیا کرتا تھا۔

اُس نے حضرت عمرو بن امیہؓ سے پوچھا کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اُس سے کہا کہ میں بنی بکر سے تعلق رکھتا ہوں۔

اُس نے کہا کہ میں بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔اس کے بعد وہ شخص غار سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا اور اُس نے یہ شعر پڑھا!

فلست بمسلم مادمت حیاً

ولست أدین دین المسلمینا

میں جب تک زندہ رہوں گا اسلام قبول نہ کروں گا نہ مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ فرماتے ہیں اُس کے اس شعر نے مجھے آگ بگولا کر دیا اور میں نے اپنے دل میں کہا، تیرے انکار کی اِس شدت نے تجھے مار دیا۔

میں نے یوں ظاہر کیا جیسے میں سو گیا ہوں اور اُس کی نگرانی کرنے لگا۔

جلد ہی مجھے اُس کے خراٹوں کی آواز سنائی دینے لگی میں اٹھا اور اپنی تلوار سے اُس پہ حملہ کر دیا اور اُسے بے دردی سے قتل کر دیا۔

پھر میں وہاں سے رخصت ہوا اور جب میں مدینے سے قریب تھا تب میں نے قریش کے دو لوگوں کو پایا جو غالباً قریش کے جاسوس تھے۔

میں نے اُن کو للکارا اور کہا!

ہتھیار ڈال دو اور میرے ہاتھوں قید ہو جاؤ!

انھوں نے انکار کیا اور مقابلے پہ اتر آئے وہ دونوں ایک ساتھ مجھ پہ حملہ آور ہوئے مگر وہ کل کے بچے بھلا مجھ سے کیا مقابلہ کرتے جلد ہی میں نے اُن میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو گرفتار کر لیا۔ میں نے اُس کے انگوٹھے کو ایک رسی سے باندھ لیا اور یہ رسی پکڑ کر شہر مدینہ میں داخل ہوا۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو وہ اپنے بچوں کو بتانے لگے کہ یہ عمرو بن امیہ ضمریؓ ہیں ۔انھی میں سے کچھ بچے نبی اکرم ﷺ کی طرف مسجد نبوی کی دوڑے اور آپ کو بتایا کہ حضرت

عمرو بن امیہ ضمریؓ آ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بعد میں اس حالت میں مسجد نبوی میں داخل ہوا کہ قریش کا جاسوس رسی سے بندھا میرے پیچھے گھسٹتا آتا تھا۔

میں نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا اور اُن کے پاس بیٹھ گیا، نبی اکرم ﷺ مجھے دیکھ کے بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کے لبوں پہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

میں نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور میرے لیے دُعا کی ۔ میں نے اپنے ساتھی حضرت سلمہٰ بن اسلم بن حریش ؓ [24*] کے بارے میں پوچھا تو صحابہ نے مجھے بتایا کہ وہ تین روز قبل ہی خیریت کے ساتھ مدینے پہنچ گیا تھا۔

مدنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو کسی واقعہ نے اس شدت سے متاثر نہیں جتنا دکھ آپ کو معونہ کے کنویں پر قتل ہونے والے اصحاب کا ہوا تھا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے اس بے ایمانہ قتل سے کتنے ہی دن پریشان رہے حتیٰ کہ اللہ نے آپ کے دشمنوں کو رسوا کر دیا۔

صفر 4 ہجری ، بمطابق۔۔۔جولائی، اگست 625ء

سانحہ بئیر معونہ

مسلمانوں نے دین اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کی۔آج گلشن اسلام کی تمام بہاریں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے خون کی وجہ سے ہیں جنھوں نے قدم قدم پہ اپنا خون بہایا اور وہ رسم وفا جاری کی جس کی مثال رہتی دنیا تک دی جاتی رہے گی۔مسلمانوں کے ایثار و وفا کے افسانے آج تک زبان زد عام ہیں اس لیے کہ اس عہدِ وفا کی روش روش پہ دنیا سے بے اعتنائی اور موت کی رغبت کے جو مناظر نقش نظر آتے ہیں وہ آنکھوں کو خیرہ کرتے ہیں اور دلوں میں حیرت بھرتے ہیں۔صحابہ کی داستانِ عزیمت کا تقابل دنیا کے کسی اور حرکی انقلاب سے نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ دنیا کے ہر انقلاب کے پیچھے پوشیدہ اغراض واہداف عام طور پہ پست اور دنیاوی زندگی میں آسانی اور آسائش کی خواہش سے معمور نظر آتے ہیں۔جبکہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے نزدیک اس دنیا کی کامیابی کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہ تھی بلکہ اُن کا ہدف اُس زندگی میں کامیابی اور آسانی حاصل کرنا تھا جو موت کے بعد شروع ہوتی ہے جو اسلام کی اساس ہے۔نبی اکرم ﷺ کی زندگی چاہے مکی ہو چاہے

مدنی اُس کا ہر پل لوگوں کو ہدایت کی طرف مائل کرنے میں صرف ہوتا نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ مورخین نے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے سر پہ نبوت و رسالت کا تاج سجا دیا گیا تو آپ ﷺ نے غارِ حرا میں جانا بھی چھوڑ دیا جہاں آپ ﷺ بہت سال تک متواتر جاتے رہے تھے۔ چنانچہ قریش کا کوئی لالچ، دنیا کی کوئی تحریص، اہل مکہ کی شدید دشمنی اور صحابہ پہ بے پناہ تشدد، غرض کوئی امر نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کی راہنمائی کرنے اور ہدایت کی طرف بلانے سے نہ روک سکا۔

مدینے میں منافقین اور اہل یہود نے نبی اکرم ﷺ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی اور اہل قریش بار بار مدینے پہ حملہ کرتے رہے مگر اسلام ایک معطر اور مہکتی ہوئی خوشبو کی طرح ہر دم پھیلتا ہی رہا۔ مسلمانوں نے دین اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ جتنی بار بھی گلشن اسلام کو مسلمانوں کے خون کی ضرورت پڑی مسلمانوں نے لبیک کہا اور ایک لمحے کے لیے بھی زندگی کی آرزو کو آخرت کی کامیابی پہ حاوی نہ ہونے دیا۔ بئیر معونہ کا سانحہ بھی وفا کی اُسی کتاب کے چند اوراق ہیں جنھیں یہاں ایک تسلسل سے بیان کیا جا رہا ہے۔ امام عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں واقعہ بئیر معونہ کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص ابو براء عامر بن مالک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اُسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

اُس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہی انکار کیا بلکہ خاموش ہو رہا۔

پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے دین اسلام کی جو باتیں بیان کی ہیں اگر آپ کچھ لوگ اہل نجد کی طرف بھیجیں اور انھیں اس دین کی دعوت دیں تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اہل نجد میرے صحابہ کو نقصان پہنچائیں گے۔

ابو براء عامر بن مالک نے کہا!

میں آپ ﷺ کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بنی ساعدہ کے ایک صحابی منذر بن عمروؓ کی قیادت میں ستر مبلغین کا ایک وفد اہل نجد کی طرف روانہ کیا۔[25*]

حضرت منذر بن عمروؓ کے ساتھ حضرت حارث بن صمعہؓ، حضرت حرام بن ملحانؓ، حضرت عروہ بن اسماءؓ، حضرت نافع بن بدیل بن ورقا خزاعیؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ جیسے جلیل القدر صحابی موجود تھے۔ مبلغین کی اس جماعت میں اصحابِ صفہ کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ حضرت عمرو بن منذرؓ کی قیادت میں ستر مبلغین کا یہ گروہ مدینے سے نکلا یہاں تک کہ وہ معونہ نامی کنویں کے پاس اترے جو بنی عامر کے علاقے میں تھا اور بنو سلیم کے چٹانی علاقوں کے قریب تھا۔ حضرت منذر بن عمروؓ نے اپنے ساتھ آنے والے صحابہ میں سے حضرت حرام بن ملحانؓ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ بنو عامر تک نبی اکرم ﷺ کا سندیسہ پہنچائیں۔

حضرت حرام بن ملحانؓ حضرت منذر بن عمروؓ کا خط لے کر قبیلہ بنو عامر کے پاس پہنچے تو اُن بدبختوں نے انھیں گھیر لیا۔ اُن کے ایک با اثر شخص عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے کے ایک شخص جبار بن سلمٰی بن مالک کو اشارہ کیا تو اُس نے بغیر کسی تردد کے اپنا نیزہ حضرت حرام بن ملحانؓ کے سینے میں اتار دیا۔ حضرت حرام بن ملحانؓ نے اپنے سینے میں پروئے ہوئے نیزے کو دیکھا اور خون کے ابلتے فوارے پہ نگاہ کی تو نعرہ لگایا!

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ !

ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا!

اس کے بعد عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اس بات کی طرف بلایا کہ میرے ساتھ آؤ اور مسلمان مبلغین پہ دھاوا بول دو۔

مگر بنو عامر نے انکار کر دیا انھوں نے کہا ہم ابو براء بن عامر کے عہد کو ہرگز نہ توڑیں گے جس

نے اِن لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا ہے۔ پھر اِس نے بنو سلیم کی شاخوں عصیہ رعل اور ذکوان کو مدد کے لیے پکارا۔ اِن لوگوں نے طفیل بن عمرو کی بات مان لی اور بئیر معونہ پہ مقیم مسلمان مبلغین کو گھیر لیا۔ مسلمانوں نے اگرچہ مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ جنگ کے لیے تو نہ نکلے تھے بلکہ وہ تو تبلیغ کے لیے نکلے تھے اور پھر محاصرہ کرنے والوں کی تعداد اُن سے کئی گنا زیادہ تھی اس لیے مسلمانوں نے اگرچہ اُن کا مقابلہ کیا مگر ایک ایک کر کے تمام کے تمام شہید ہو گئے سوائے حضرت کعب بن زیدؓ کے۔

جن کو کفار نے اپنے خیال میں تو شہید کر دیا تھا مگر وہ زخموں سے چور چور گرے ہوئے تھے پھر اللہ نے اُن کے زخم مندمل کر دیئے اور وہ جنگ خندق تک زندہ رہے مگر غزوہ خندق میں بالآخر وہ شہادت کا اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب اہل نجد کے قبائل نے مسلمان مبلغین کے اس قافلے کو گھیرا اور قتل کیا تو اُس میں سے دو صحابہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اور حضرت منذر بن محمد بن عقبہ انصاریؓ اس جگہ سے دور مسلمانوں کے اونٹ چرا رہے تھے اور اُن کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ اُن کے ساتھیوں پہ کیا قیامت گزر گئی ہے۔

پھر جب انھوں نے چند ایسے پرندوں کو اس جگہ پہ اڑتے دیکھا جہاں مبلغین صحابہ کی جماعت نے قیام کیا ہوا تھا تو حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اپنے ساتھی سے کہا یہ پرندے صرف اُسی جگہ اترتے ہیں جہاں خون ہو یا لاشیں ہوں چنانچہ یہ دونوں صحابہ جلدی سے اپنے بھائیوں کی طرف بھاگے تو وہاں جو منظر اُن کا منتظر تھا اس کا انھوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

صحابہ کے قاتل بھی قریب ہی کھڑے تھے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اپنے ساتھی سے کہا!

کیا کہتے ہو اس سانحہ کی خبر نبی اکرم ﷺ تک پہنچانے کے لیے یہاں سے بھاگ نکلیں یا اِن سے مقابلہ کریں۔

حضرت منذر بن محمدؓ نے کہا!

خدا کی قسم! میں تو اس جگہ سے الگ نہیں ہوسکتا جہاں منذر بن عمروؓ جیسے شخص کو قتل کیا گیا اور میری خواہش تو یہ ہے کہ جو کوئی نبی اکرم ﷺ تک منذر بن محمدؓ کی شہادت کی خبر لے کر جائے وہی میری شہادت کی خبر بھی نبی اکرم ﷺ تک پہنچائے۔اس کے بعد انھوں نے تلوار نکالی اور اکیلے ہی سینکڑوں مشرکین سے بھڑ گئے نتیجہ ظاہر تھا کہ چند لمحوں بعد وہ اپنی آرزو کو پا گئے اور منصب شہادت حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو اہل نجد نے گرفتار کرلیا۔

پھر عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کی پیشانی کے چند بال کاٹ کر انھیں رہا کر دیا اور کہا میری ماں نے منت مانی تھی کہ وہ قبیلہ مضر کے کسی غلام کو آزاد کرے گی میں اُس کی منت پوری کرتے ہوئے تمھیں آزاد کرتا ہوں۔چنانچہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اُن سے رخصت ہوگئے یہاں تک کہ انھوں نے وادی قناۃ کے قریب ایک مقام قرقرہ میں قیام کیا۔

وہیں اُن کی ملاقات بنو عامر کے دو اشخاص سے ہوئی۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اور بنو عامر کے اُن دو اشخاص نے ایک گھنے سائے کے نیچے قیام کیا تاکہ وہ کچھ آرام کرسکیں۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے دل میں اپنے بھائیوں کے قتل کا دکھ تھا اس لیے بنو عامر کے یہ دونوں شخص جب گہری نیند میں چلے گئے تو حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اِن کو بے دردی سے قتل کردیا تاکہ وہ کسی حد تک اپنے قتل ہونے والے مسلمان مبلغین کا بدلہ لے سکیں۔مگر حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نہیں جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو عامر کو امان دے رکھی ہے یا اُن سے معاہدہ کر رکھا ہے۔اس لیے جب حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے اس عمل سے آگاہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے پسند نہ کیا اور فرمایا!

کیا تو نہ جانتا تھا کہ میں نے بنو عامر کو پناہ دی ہے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ میں اس امر سے قطعی لاعلم تھا اس پہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو تو معاف کر دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں اِن دو اشخاص کی دیت ضرور دوں گا۔

دوسری طرف جب ابو براء عامر کو اس بات کا علم ہوا کہ عامر بن طفیل نے اس کی پناہ توڑی ہے اور مسلمان مبلغین کو بے دریغ قتل کیا ہے تو اُسے بہت دکھ ہوا اور اُس نے اپنے بیٹے ربیعہ بن عامر کو عامر بن طفیل پہ حملہ کرنے کے لیے بھیجا!

ربیعہ نے عامر بن طفیل کو پایا تو اپنے نیزے سے اُس پہ حملہ کر دیا جس نے اُس کی ران کو چیر دیا اور اسے مرنے کے قریب کر دیا۔

عامر بن طفیل گھوڑے سے گر گیا۔

اُس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور کہا!

اگر میں مر جاؤں تو میری دیت میرے چچا کو دینا اگر بچ گیا تو میں خود دیکھوں گا کہ کیا کرنا ہے۔

ابن اسحٰق بئیر معونہ کے سانحے کی مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس سانحہ کے بعد جبار بن سلمٰہ بن مالکؓ نے اسلام قبول کیا اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا جب میں نے حضرت حرام بن ملحانؓ کے سینے میں نیزہ اتارا تو انھوں نے کہا!

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ !

ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا!

تو میں نے سوچا شاید میرا نیزہ اُن کو صحیح نہیں لگا مگر تھوڑی دیر بعد ہی وہ وفات پا گئے تو میں سوچنے لگا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کر دیا ہے تو پھر اس نے یہ کیوں کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

میں نے لوگوں نے اس بات کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا!

دراصل اُن کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں شہادت سے سرفراز کیا ہے اس لیے انھوں نے کہا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور اُس کی اسی بات نے میرے دل میں گھر کر لیا اور بالآخر

میرا سینہ بھی اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔

سانحے کے بعد عامر بن طفیل نے لوگوں سے پوچھا؟

مجھے یہ تو بتاؤ کہ وہ شخص کون تھا جس کو میں نے نیزہ مارا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا!

لوگوں نے اُسے بتایا کہ وہ حضرت عامر بن فہیرہؓ تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے!

سانحہ رجیع اور سانحہ بئیر معونہ کی خبر نبی اکرم ﷺ تک ایک ہی شام پہنچی جسے سن کر نبی اکرم ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ صحابہ کی شہادت پہ بے انتہا آزردہ تھے چنانچہ انھوں نے اس واقعے کے ایک ماہ بعد تک نماز فجر میں رعل ذکوان اور عصیہ قبائل کے لیے بددُعا کی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

کئی صحابہ نے شہدائے بئیر معونہ کا نوحہ کہا جن میں سے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ اشعار حضرت انس بن عباس سلمیؓ کے ہیں جنھوں نے حضرت نافع بن بذیل بن ورقا الخزاعیؓ کا نوحہ کہا!

تَرَکتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخَزَاعِیَّ ثَاوِیًا

بِمُعْتَرَکٍ تَسْفِیْ عَلَیْہِ الْاَعَاصِرُ

میں نے ابن ورقہ خزاعی کو اس میدانِ جنگ میں پیوند خاک چھوڑا بگولے بڑی تیزی سے اڑتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

ذَکَرْتُ اَبَا الزَّیَانِ لِمَّا رَاَیْتُہٗ

وَاَیْقَنْتُ اَنِّیْ عِنْدَ ذٰلِکَ ثَائِرُ

جب میں نے ابن ورقہ کو دیکھا تو مجھے ابوزبان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے ابن ورقاء کو قتل کر کے انتقام لے لیا ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

یہ اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں جنھوں نے نافع بن بدیل بن ورقاؓ کا نوحہ کہا!

رَحِمَ اللّٰہُ نَافِعَ بْنَ بُدَیْلٍ
رَحْمَۃَ الْمُبْتَغِیْ ثَوَابَ الْجِہَادِ

اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پہ ایسی رحمت عطا فرمائے جیسی جہاد کے ثواب کے طلبگار پہ نازل ہوتی ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

صَابِرٌ صَادِقٌ وَ فِیٌّ اِذَا مَا
اَکْثَرَ الْقَوْمُ قَالَ قَوْلَ السَّدَادِ

وہ ایک صابر سچا اور وفادار شخص تھا جب اکثر لوگ بات کرتے تو وہ اس وقت بھی صحیح بات ہی کہتا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

شہدائے بئیر معونہ کے بارے میں یہ اشعار حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہے۔

عَلیٰ قَتْلیٰ مَعُوْنَۃَ فَا سْتَھِلّیْ

بِدَمْعِ الْعَیْنِ سَحًّا غَیْرَ نَزْرٖ

دوستو !شہدائے بئیر معونہ پہ یوں بے رخی سے نہیں بلکہ دل کھول کے آنسو بہاؤ۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَلیٰ خَیْلِ الرَّسُوْلِ غَدَاۃَ لَا قُوْا

مَنَایَا ھُمْ وَ لَا قَتْھُمْ بِقَدْرٖ

رسول اللہ ﷺ کے اُن شہسواروں پر جس روز انھوں نے اپنی موتوں کا استقبال کیا اور تقدیر الٰہی کے مطابق اُن کا استقبال کیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَصَابَھُمُ الْفَنَاءُ بِعَقْدِ قَوْمٍ

تُخُوِّنَ عَقْدُ حَبْلِھِمُ بِغَدْرٖ

انھیں ایک ایسی قوم کی بدعہدی کی وجہ سے موت آئی جن کے معاہدے کی رسی کی گرہ کو غداری کے ساتھ کھول دیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَيَا لَهْفِیْ لِمُنْذِرٍ اِذْ تَوَلّٰی

وَاَعنَقَ فِیْ مَنِيَّتِهٖ بِصَبْرٍ

ہائے افسوس منذر پہ کہ وہ ہم سے منہ موڑ کے رخصت ہو گئے اور صبر و تحمل کے ساتھ اپنی موت کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَكَائِنْ قَدْ اُصِيْبَ غَدَاةَ ذَاكُمْ

مِنَ اَبْيَضَ مَاجِدٍ مِّنْ سِرِّ عَمْرٍو

اِس روز صبح کے وقت اُس شخص کو قتل کیا گیا جو خوبصورت، صاحب مجد و شرف اور عمرو کا سب سے اچھا بیٹا تھا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اور یہ اشعار حضرت کعب بن مالکؓ کے ہیں۔

تَرَكْتُمْ جَارَكُمْ لَبَنِىْ سُلِيْمٍ
مَخَافَةَ حَرْبِهِمْ عَجْزاً وَّهُوْنَا

اے بنی جعفر! جنگ کے خوف سے عاجزی اور کمزوری کے باعث تم نے اپنے ہمسائے کو بنی سلیم کے رحم وکرم پہ چھوڑ دیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَلَوْ حَبْلاً تَنَاوَلَ مِنْ عُقَيْلٍ
لَمَدَّ بِحَبْلِهَا حَبْلاً مَّتِيْنَا

اگر وہ ہمسایہ قبیلہ بنی عقیل کے عہد کی رسی پکڑ لیتا تو اُن کی رسی کے ساتھ ایک اور مضبوط رسی پھیلا دیتا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَوِالْقُرْطَاءِ مَا اِنْ اَسْلَمُوْهُ
وَقِدْمًا مَّا وَفُوْا اِذْ لَا تَفُوْنَا

یا وہ ہمسایہ قبیلہ طے کی رسی پکڑتا تو وہ اسے تنہا نہ چھوڑتے اور انھوں نے پہلے بھی اپنا عہد پورا کیا جب کہ تم عہد پورا نہیں کرسکتے [26*]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

صفر 4 ہجری ، بمطابق۔۔۔اگست 625ء

غزوہ بنو نضیر

قوم بنی اسرائیل کی پوری تاریخ اُن کے سیاہ اعمال وافکار سے داغدار ہے۔وہ کبھی بھی اپنے خالق کی شکرگزار قوم نہ بن سکی۔حالانکہ اللہ رب العالمین نے جو نشانیاں اس قوم کے لیے اتاریں اور جس قدر پیغمبر اس قوم کی طرف اتارے گئے وہ کبھی کسی قوم کا نصیب نہ بن سکے۔مگر یہ قوم ہمیشہ انحراف کی راہ پہ گامزن رہی، من وسلویٰ کی نعمت اتر رہی ہو یا دریائے نیل اُن کے لیے راستہ بنادے انھوں نے کبھی شکر ادا نہ کیا انھوں نے اپنے پیغمبروں کا انکار کیا، اُن پہ تشدد کیا، اُن کا خون بہایا، حتیٰ کہ وہ اپنے انبیاء کو قتل بھی کرتے رہے اور یہی قوم تھی جو صدیوں کے انکار سے راہ راست کی پہچان کھو چکی تھی اسی لیے تو وہ اس روشنی کو بھی نہ دیکھ سکے جسے عرب کے بدو بھی پہچان گئے۔بلکہ بیان کیا گیا کہ وہ جانتے ہیں آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے اور آخری رسول ہیں اُن کی کتابیں چیخ چیخ کر نبی اکرم ﷺ کی آمد اور صداقت کی گواہی دے رہی تھیں مگر اہل یہود ہیں کہ سوائے انکار کے انھیں کچھ یاد نہیں۔بنو نضیر جو شہر نبوی کے مکین تھے اور قوم بنی اسرائیل کی باقیات سے تھے اُن کا حق تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ

کو پہچانتے اور اُن پہ ایمان لاتے۔تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انھوں نے نبی اکرمﷺ کو پہچان تو لیا تھا مگر ان کے انکار کی پرانی عادت اُن کے آڑے آئی اور انھوں نے نبی اکرمﷺ کی نبوت و رسالت کا بھی انکار کیا اور اُس دعوت کو بھی رد کیا جو دراصل اُسی چشمہ ہدایت کا تسلسل تھا جس پہ اُن کا ایمان تھا۔

غزوہ بنونضیر کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے!

کہ سانحہ بئیر معونہ کے بعد جب طفیل بن عمرو نے حضرت امیہ بن ضمریؓ کو اپنی ماں کی ایک نذر کے نتیجے میں آزاد کر دیا اور وہ اُن کے ہاتھوں سے بچ کے نکل آئے تو راستے میں انھوں نے بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جن کا رسول اللہﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔

نبی اکرمﷺ نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کے اس عمل کو پسند نہ کیا اور فرمایا!

میں اِن دو اشخاص کی دیت ضرور ادا کروں گا۔

میثاق مدینہ کے حوالے سے یہودی اس بات کے پابند تھے کہ وہ دیت کے اس مال میں اپنا حصہ ادا کریں۔چنانچہ دیت کے اسی مسئلہ پہ بات چیت کرنے کے لیے نبی اکرمﷺ بنونضیر کی بستی زہرہ کی طرف تشریف لے گئے آپﷺ کیساتھ کئی دوسرے صحابہ بھی موجود تھے۔یہودی بظاہر نبی اکرمﷺ کے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اُن سے کہا آپ یہاں تشریف رکھیں ہم آپ کا مطالبہ ابھی پورا کیے دیتے ہیں اور انھوں نے نبی اکرمﷺ کو دیوار کے ساتھ لگی ایک چارپائی پہ بٹھا دیا۔

پھر انھوں نے آپس میں سرگوشی کی اور کہا!

خدا کی قسم! پھر تمھیں اس سے بہتر موقع نہ ملے گا تم میں سے کوئی چھت پہ جائے اور وہاں پڑا چکی کا پاٹ رسول اللہﷺ پہ گرا دے جس سے ہمیں اِس مصیبت سے نجات مل جائے گی جس میں ہم مبتلا ہیں۔

سلام ابن مشکم جو اسی قبیلے کا ایک اہم آدمی تھا اُس نے حیئ بن اخطب کا پلو پکڑ لیا اور کہا!

اپنی قوم کو مصیبت میں کیوں مبتلا کرتے ہو جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انھیں غیب سے خبریں ملتی ہیں اگر انھیں تمھاری اس خباثت کا علم ہو گیا تو ممکن ہے کل بنو قینقاع کی طرح ہمیں بھی براوقت دیکھنا پڑے اس لیے ہوش کی دُعا کرو۔

مگر حئ بن اخطب نے سلام بن مشکم کی بات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنی قوم کو پکارا اور کہا تم میں سے کون ہے جو اپنی قوم کی خاطر یہ کارنامہ انجام دے۔

ایک سیاہ باطن شخص جس کا نام مورخین نے عمرو ابن حجاش بیان کیا ہے اٹھا اور اُس نے کہا اپنی قوم کی خاطر یہ کام میں کروں گا اور وہ دوسری طرف سے چھت پہ چڑھنے کے لیے چل دیا۔

نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا ذمہ روز اول سے اللہ تعالیٰ نے خود اٹھا رکھا تھا اس لیے اُسی لمحے حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہاں سے تشریف لے چلیئے یہاں خطرہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کسی سے کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھے اور تیزی سے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کافی دیر تک وہاں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے پھر پریشان ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔

راستے میں انھیں ایک شخص ملا تو انھوں نے اس سے استفسار کیا؟

کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو کہیں دیکھا ہے!

اُس نے کہا! ہاں میں نے آپ ﷺ کو شہر مدینہ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے یہ تینوں ساتھی فوراً مدینہ کی طرف لپکے کہ وہ پریشان تھے۔ وہ مسجد نبوی میں پہنچے اور نبی اکرم ﷺ سے پراسرار طور پہ وہاں سے چلے آنے کی وجہ پوچھی تو نبی اکرم ﷺ نے واقعے کی تمام تفصیل اپنے صحابہ کے سامنے رکھی کہ بنو نضیر کے یہودیوں نے اس طرح میرے قتل کی کوشش کی اور حضرت جبرائیل کی اطلاع پہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد نبی

اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ محمد بن مسلمہؓ کو پیش کیا جائے۔

محمد بن مسلمہؓ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا بنی نضیر کی طرف جاؤ اور اُن کو میرا یہ پیغام پہنچا دو۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ بنو نضیر کی بستی میں پہنچے اور اعلان کیا۔

"یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کے لیے حاکم شہر آنحضرت محمد ﷺ کا حکم ہے کہ تم نے معاہدے سے روگردانی کی ہے اس لیے دس روز کے اندر اندر میرا شہر چھوڑ کے یہاں سے نکل جاؤ دس روز کے بعد اگر بنو نضیر میں سے کوئی شخص شہر مدینہ میں پایا گیا تو اُس کی گردن اڑا دی جائے گی"۔

نبی اکرم ﷺ کا حکم سننے کے بعد عام طور پہ بنو نضیر نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری شروع کر دی اور وہ سواریوں کی تلاش وغیرہ میں لگ گئے مگر اسی دوران منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے بنو نضیر کے سردار حیئ بن اخطب کو یہ پیغام بھیجا۔

"ہم تمھارے ساتھ ہیں اپنی بستیوں کو کسی صورت خالی نہ کرنا تمھارے قلعے مضبوط ہیں بنو قریظہ، بنو غطفان اور میری قوم کے دو ہزار لوگ تمھاری مدد کو آ پہنچیں گے تم ڈٹ جاؤ مسلمان تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے صبر سے کام لینا اور ہماری مدد کا انتظار کرنا اور اگر تمھیں مدینے سے نکلنا ہی پڑا تو بخدا ہم بھی تمھارے ساتھ ہی نکلیں گے"۔

حیئ بن اخطب نے یہ پیغام سنا تو اپنی قوم سے کہا قلعہ بند ہو جاؤ ہم یہاں سے کہیں نہیں جا رہے ہمیں جلد ہی مدد پہنچ جائے گی۔

لوگوں نے اپنے سردار کی بات پہ یقین کیا اور نبی اکرم ﷺ کے ایلچی کو جواب دیا کہ جا کے مسلمانوں کو بتا دو کہ ہم مدینہ نہیں چھوڑیں گے۔

سلام بن مشکم کو پتا چلا کہ قبیلے کے سردار نے عبداللہ بن ابی کے سہارے مسلمانوں سے جنگ کرنے ارادہ کیا ہے تو وہ فوراً حیئ بن اخطب کے پاس پہنچا اور کہا!

’’حیئ! خدا کی قسم! اپنے اس سرکش ارادے سے باز آ جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ عبداللہ بن ابی ایک جھوٹا آدمی ہے جس پہ کوئی بھی عقلمند انسان بھروسا نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارا دوست نہیں ہے اُس کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہمارے ساتھ لڑا دے اور خود گھر میں بیٹھ کے تماشا دیکھے۔ تم نہیں جانتے مگر میں جانتا ہوں کہ اُس نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو تمھاری مدد کے لیے پیغام بھیجا تھا مگر انھوں نے اسے جواب دیا ہے کہ ہمارا کوئی بچہ بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد نہ توڑے گا۔ اس لیے کہ ہم نے انھیں ہمیشہ اپنے عہد پہ پختہ پایا ہے اس پر وہ بنو قریظہ سے مایوس ہو گیا ہے اور حیئ کیا تمھیں یاد نہیں کہ اُس نے اسی طرح کا لالچ قبل ازیں بنو قینقاع کو بھی دیا تھا اور وہ اس کے دھوکے میں آ گئے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کا محاصرہ کر لیا تھا اور انھیں بالآخر جلا وطن ہونا پڑا۔ اس لیے تم خود سوچ لو کہ جب اُس نے اِس قبیلے کی مدد نہیں کی جو اُس کا پرانا حلیف تھا اور وہ مدتوں سے ایک دوسرے کے لیے جنگ میں نکلتے رہے تھے تو وہ تمھاری مدد کیوں کرے گا۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم مانو اور اپنے مال و متاع کے ساتھ شہر چھوڑ دو ورنہ اگر مسلمانوں نے ہمارا محاصرہ کر لیا تو پھر اُن کی شرائط پہ صلح کرنی ہو گی‘‘۔

یہ خطاب کرنے کے بعد اُس نے اپنی قوم کی طرف امید بھری نگاہ سے دیکھا!
مگر قوم حیئ کے مقابل اُس کی بات کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھی اور حیئ نے کہا!
ہمارے پاس مسلمانوں سے جنگ کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔
اور اُس کی قوم نے حیئ سے کہا!
ہمارا معاملہ تمھارے تابع ہے ہم کسی حال میں بھی تمھاری مخالفت نہ کریں گے۔
دوسری طرف حیئ بن اخطب کے اس پیغام کے بعد کہ ہم مدینہ نہیں چھوڑیں گے مسلمانوں کے ہاں زور و شور سے جنگ کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

چنانچہ دس روز پورے ہونے پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو اپنا قائم مقام بنایا مسلمانوں کا علم حضرت علیؓ کے حوالے کیا اور بنو نضیر کی بستیوں کی طرف کوچ کیا۔

یہودی اپنے قلعے میں گھس گئے اور دروازے بند کر لیے۔

مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔

یہودیوں نے مسلمانوں پہ تیر پھینکے اور پتھراؤ شروع کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا مگر یہودیوں کے ایک ماہر تیز انداز غزول کے تیر نبی اکرم ﷺ کے خیمے تک پہنچنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا خیمہ یہاں سے ہٹا دو!

دن کے پچھلے پہر حضرت علیؓ لشکر سے الگ ہوئے اور غزول کی تلاش میں نکلے ادھر غزول بھی اپنے چند ساتھیوں سمیت مسلمانوں کے کسی اہم راہنما کو قتل کرنے کے ارادے سے قلعے سے باہر نکل آیا تھا۔

حضرت علیؓ نے اُس کو پایا تو للکارا!

انھوں نے غزول سے مقابلہ کیا اور اُس کو قتل کر کے اُس کا سر اتار لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

غزول کے ساتھی بھاگ نکلے۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت سہل ابن حنیفؓ کو چند ساتھیوں کے ساتھ غزول کے ساتھیوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان اُن کے تعاقب میں نکلے اور انھیں پا لیا۔ پھر مسلمانوں نے اِن تمام کو قتل کر دیا جو دس کے قریب تھے۔ اس کے بعد کسی یہودی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ قلعے سے باہر نکلے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ؛

جب محاصرے کو چھ راتیں گزر گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اِن کے نخلستانوں کو کاٹ دو

،چنانچہ صحابہ نے اُن کے کچھ درختوں کو تو کاٹ دیا اور کچھ کو آگ لگا دی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابولیلی مازنیؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو اس کام کے لیے متعین کیا کہ وہ یہودیوں کے نخلستانوں کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ ابولیلیؓ تو وہ کھجوریں توڑتے جو عجوہ کہلاتی تھیں اور حضرت عبداللہؓ کھجور کے اُن درختوں کو کاٹتے جو رطب کہلاتی تھیں۔

اور لوگوں نے کہا کہ صرف شہر مدینہ میں تیس قسم کی کھجوریں کاشت کی جاتی تھیں بویرہ کے مقام پہ صحابہ نے کھجور کے بعض درختوں کو آگ بھی لگائی اور یہ سب اس لیے تھا کہ یہودیوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو ۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ!

جب مسلمانوں نے یہودیوں کے نخلستانوں کو تباہ کرنا شروع کیا تو یہودیوں کی عورتوں نے ماتم شروع کر دیا کیونکہ یہی تو اُن کا مال و متاع تھا زندگی بھر کی کمائی تھی۔ جب محاصرے کو پچیس راتیں گزر گئیں اور عبداللہ بن ابی کی طرف سے اُن کو کوئی امداد نہ پہنچی تو یہودی اُس سے مایوس ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مذاکرات پہ اتر آئے۔

چنانچہ طے پایا کہ یہودی اپنے ہتھیار مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔

اور جو سامان وہ اونٹ پہ لے جا سکتے ہوں اٹھا لے جائیں۔

چنانچہ یہودیوں نے برسوں کی محنت سے جو حویلیاں بنائیں تھیں انھیں اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کرنے لگے تاکہ وہ مسلمانوں کے رہنے کے قابل نہ رہیں۔

انھوں نے اپنے مکانوں کی چھتیں گرا دیں،اور کسی چیز کو سلامت نہ رہنے دیا۔

پھر وہ مدینے سے نکلے تو اُن کا یہ حال تھا کہ انھوں نے دروازوں کی چولیں تک نکال کے اپنے اونٹوں پہ لاد لیں اور ایک ایک اونٹ پہ اتنا بوجھ لادا کہ وہ بمشکل چلتا تھا۔

اُن کی عورتیں بھی ایک شان سے نکلیں انھوں نے زیور پہن رکھے تھے،اُن کے جسموں پہ ریشم و دیباج اور اون کے قیمتی لباس تھے اور اُن کے کندھوں پہ سونے چاندی کے کام والے دوشالے

تھے اور وہ نغمے الاپتی تھیں۔

ابوالحقیق کے پاس گدھے کی ایک کھال تھی جس میں سونا ہی سونا تھا۔

اِن میں سے اکثر لوگ خیبر کی طرف چلے گئے اور اہل خیبر نے انھیں پناہ دی اور وہ پھر سے مستحکم ہونے لگے۔ امام سہیلی کے مطابق بنونضیر کے صرف دو لوگوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی جن میں سے ایک کا نام یامین ابن عمیرؓ تھا اور دوسرے خوش نصیب کا نام ابوسعد ابن وہبؓ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اِن دونوں صحابہ کی جائیدادیں اِن کو واپس کر دیں۔

حضرت یامین ابن عمیرؓ اُس وقت موقع پر موجود تھے جب یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ پہ چھت سے چکی کا پاٹ گرانے کی سازش کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ وہ بدبخت عمرو ابن حجاش تھا جس نے یہ مذموم کام کرنے کی حامی بھری تھی اور اُن کے دل میں اس بات کا دکھ تھا۔

اور یہ دُکھ اُس وقت سوا ہو گیا جب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اُن سے کہا!

یامین! کیا تم جانتے ہو تمھارے چچازاد نے میرے بارے میں کس قدر برا ارادہ کیا تھا اگرچہ وہ اس پہ قادر نہ تھا۔ حضرت یامین ابن عمروؓ کہتے ہیں میں بہت شرمندہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا!

اگر حضور اجازت دیں تو میں اُسے سزا دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اجازت دے دی۔

ایک دن بنوقیس کا ایک آدمی حضرت یامین ابن عمروؓ سے کچھ کھجوریں ادھار مانگنے آیا۔

حضرت یامین ابن عمروؓ نے اُس شخص سے کہا!

اگر میں تمھیں کھجوروں کے ایک پورے باغ کی پیداوار دے دوں تو تم میرے لیے ایک شخص کو قتل کر دو گے۔

اُس نے پوچھا کس کو؟

حضرت یامین ابن عمیرؓ نے کہا عمرو ابن حجاش کو!

بنو قیس کے اُس شخص نے کہا، میں تمھاری خاطر یہ کام کر گزروں گا۔

چنانچہ اُس شخص نے عمرو بن حجاش کو دھوکے سے بستی کے باہر ویرانے میں بلایا اور اُس کو قتل کر دیا ۔اُس نے یہ خبر حضرت یامین ابن عمروؓ تک پہنچائی اور وعدے کے مطابق کھجوریں حاصل کیں۔

حضرت یامین ابن عمروؓ نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ عمرو بن حجاش کو اُس کے بد ارادے کی سزا دے دی گئی ہے تو نبی اکرم ﷺ پر مسرت ہوئے اور آپ ﷺ کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

بنی نضیر کے یہودیوں کے بارے میں قرآن حکیم کی سورۃ حشر نازل کی گئی۔

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

حضرت ابن عباسؓ تو سورۃ حشر کو سورہ بنو نضیر ہی کہا کرتے تھے۔امام بخاری نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔سورہ حشر کی کچھ آیات یہاں تحریر کی جا رہی ہیں جو یہودیوں کی پست ذہنیت کی عمدہ عکاسی کرتی ہیں۔

" اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ O لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ O لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ O كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ

قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O
كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ O فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِينَ O

القرآن الحکیم (سورۃ الحشر ؛ آیات 11 to 16)

ترجمہ؛

تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جنھوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے یہ اپنے کافر اہلِ کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں ''اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ہرگز اُن کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو بھی یہ ہرگز اُن کی مدد کو نہ پہنچیں گے اور اگر یہ اُن کی مدد کریں بھی تو جلد ہی پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے اِن کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمھارا خوف ہے اس لیے یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ کبھی اکٹھے ہو کر کھلے میدان میں تمھارا مقابلہ نہ کریں گے۔ اگر لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے سے چھپ کر۔ یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت

ہیں تم انھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر اِن کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ اِن کا حال یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اُنھی لوگوں کی مانند ہیں جو اِن سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزا چکھ چکے ہیں اور اِن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اِن کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر

لگتا ہے پھر دونوں کا انجام یہ ہونا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں اور ظالموں کی یہی جزاء ہے۔[25*]

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

بنی نضیر جلاوطن ہو گئے تو اُن کے مکان نخلستان زمینیں ہتھیار اور بہت کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا جو مال فئی تھا یعنی ایسا مال جو جنگ کیے بغیر حاصل ہوا ایسے مال کے متعلق اصول یہ ہے کہ وہ سب اللہ کے نبی کی ملکیت ہوتا ہے اور اللہ کا رسول اِس مال کو جس طرح چاہے خرچ کرے۔

بنی نضیر کے ہاں سے جو ہتھیار مسلمانوں کے ہاتھ لگے اُن میں پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں شامل تھیں انھی میں سے ایک تلوار جو بنی نضیر کے سردار ابن ابوالحقیق کی ملکیت تھی نبی اکرم ﷺ نے یہ تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو عطا فرمائی۔

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو بنو نضیر کے یہودیوں پہ مکمل غلبہ عطا فرما دیا تو آپ ﷺ نے مال فئی کی تقسیم کے لیے مشاورت کی اور اس میں بنو اوس اور بنو خزرج کے سرداروں کو مدعو کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

اے گروہ انصار!

تم نے مسلمانوں کی مدد کی اور بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کرنے والے مہاجرین کی ہر ممکن اعانت کی اگر تم مناسب سمجھو تو جو مال مجھے حاصل ہوا ہے وہ میں مہاجرین میں تقسیم کر دوں تا کہ وہ تم سے بے نیاز ہو جائیں اور تمھاری جو املاک اِن کے قبضے میں ہیں وہ انھیں چھوڑ دیں اور اگر تم کہو تو میں یہ مال تم سب میں برابر تقسیم کر دوں۔

حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ! ہم گمراہ تھے آپ ﷺ کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت سے نوازا، ہم جاہل تھے آپ ﷺ کی بدولت ہمیں قرآن جیسی نعمت عطا کی گئی۔

یارسول اللہ ﷺ! ہماری خوشی تو یہ ہے کہ ہمارے جو مال مہاجرین کے استعمال میں ہیں وہ بھی اسی طرح اُن کے قبضے میں رہیں جیسے کہ پہلے وہ اِن کے قبضے میں تھے اور جو نیا مال اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے وہ بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں ہی تقسیم کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ انصار کے اِس مشورے پہ بہت خوش ہوئے اور اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اے اللہ انصار سے خوش ہو جا اور اِن کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فدک کی کچھ جائیداد اپنے لیے خاص کی جس سے آپ ﷺ کے اہل خانہ کے لیے اخراجات حاصل کیے جاتے۔ اس کے علاوہ باقی اموال جن میں زمینیں تھیں باغات تھے ہتھیار تھے اور یہودیوں کے مکانات تھے اُن کو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ میں تقسیم فرما دیا۔

مہاجرین میں سے بعض صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کے کان میں سرگوشی کی اور فرمایا انصار مدینہ میں سے حضرت سہیل بن حنیفؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کی مالی حالت بہت خراب ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔

پھر کسی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

حضرت سماک بن خرشہ بھی مفلس ہیں تو آپ ﷺ نے اُن کو بھی مال عطا فرمایا۔

بنی نضیر کی جلاوطنی اہل مدینہ کے لیے ایک اہم واقعہ تھی وہ صدیوں سے اِس شہر کے باسی تھے مگر جب سے نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے انھوں نے امن وسکون سے رہنا بھلا دیا تھا۔ وہ ہر دم مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے نبی اکرم ﷺ اور اسلام سے عداوت اُن کی زندگی کا مقصد بن گئی تھی۔ اس لیے بالآخر اُن کو اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑا ور وہ شہر مدینہ سے جلاوطن کیے گئے۔ مدینہ میں پیش آنے والے اس اہم واقعہ کے متعلق بہت

سے شعرا نے قصائد کہے جن میں مسلمان بھی شعرا بھی شامل ہیں اور اہل یہود میں سے بھی کچھ شعرا نے اس جلا وطنی پہ اپنے دکھ کا اظہار کیا ہے چونکہ اس ضمن میں شعرائے عرب نے کثیر اشعار کہے اس لیے یہاں محض انتخاب پہ ہی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔

بنونضیر کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل پہ حضرت کعب بن مالکؓ نے جو قصیدہ کہا، طوالت کے خوف سے ہم صرف اسے ہی تحریر کریں گے۔

لَقَدْ خَزِيَتْ بِغَدْرَتِهَا الْحُبُوْرُ
كَذَاكَ الدَّهْرُ ذُوْ صَرْفٍ يَّدُوْرُ

علمائے یہود اپنی غداری کے باعث ذلیل وخوار ہوگئے اور کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ حوادث کے ساتھ گردش کرنے والا زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے۔

وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِرَبٍّ
عَزِيْزٍ اَمْرُهٗ اَمْرٌ كَبِيْرُ

اور یہ اس طرح ہوا کہ انھوں نے اس پروردگار کے ساتھ کفر کیا جو غالب ہے اور جس کا حکم بڑا حکم ہے۔

وَقَدْ اُوْتُوْا مَعًا فَهْمًا وَّ عِلْمًا
وَجَاءَ هُمْ مِّنَ اللّٰهِ النَّذِيْرُ

حالانکہ انھیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے اور اِن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بر وقت خبردار کر دینے والا بھی آیا ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

نَذِيْرٌ صَادِقٌ اَدّٰى كِتَابًا
وَ آيَاتٍ مُّبَيَّنَةً تُنِيْرُ

وہ ایسا نذیر ہے جو صادق ہے اور جس نے ایک ذی شان کتاب اور ایسی کھلی اور واضح نشانیاں دیں جو روشن کر دینے والی ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَقَالُوْا مَا اَتَيْتَ بِاَمْرِ صِدْقٍ
وَ اَنْتَ بِمُنْكَرٍ مِّنَّا جَدِيْرُ

لیکن اِن یہودیوں نے کہا تم امرِ حق لے کر نہیں آئے اور تم ہماری طرف سے سلوکِ بد کے مستحق ہو۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَقَالَ بَلٰی لَقَدْ اَدَّیْتُ حَقًّا
یُصَدِّقُنِیْ بِہٖ الْفَھِمُ الْخَبِیْرُ

آپ نے جواب دیا تمھیں یہی روا ہے میں نے تو اپنا حق ادا کر دیا ہے جس کے ساتھ ہر با سمجھ اور باخبر آدمی میری تصدیق کرتا رہے گا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَمَنْ یَّتْبَعْہُ یُھْدَ لِکُلِّ رُشْدٍ
وَمَنْ یَّکْفُرْبِہٖ یُجْزَ الْکَفُوْرُ

پس جو شخص اس حق کی اتباع کرے گا اس کی ہر ہدایت کی طرف راہنمائی ہوگی اور جو انکار کرے گا سزا پائے گا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَاُجْلُوْا عَامِدِیْنَ لِقَیْنُقَاعٍ
وَغُوْدِرَ مِنْھُمْ نَخْلٌ وَّ دُوْرُ

اور وہ بنوقینقاع کے ہاں جانے کا ارادہ کر کے جلاوطن ہو گئے اور اپنے نخلستان اور گھر بار پیچھے چھوڑ گئے [28*] ۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

ذیقعدہ 4 ہجری ، بمطابق ۔۔۔ اپریل 626ء

غزوہ بدرالآخر

قریش عربوں کے سردار تھے۔ مدتوں سے وہ اُن کے روحانی اور سیاسی راہنما چلے آئے تھے۔ وہ بیت اللہ کے متولی تھے۔اس لیے لوگ اُن سے عقیدت رکھتے تھے اور صدیوں بعد پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ عربوں کا کوئی گروہ قریش کے مقابل اترا تھا۔ اگرچہ قریش کے مختلف قبائل باہم جنگ وجدل میں مصروف رہتے۔مگر غیر قریش اُن کے مقابلے میں اترنے سے گریز کرتے۔اس لیے جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کچھ قوت حاصل ہوگئی تو وہ کفار قریش کے مقابلے میں اتر آئے۔عربوں کے اذہان میں بت پرستی دور دور تک سرایت کر چکی تھی۔جس کی وجہ سے وہ قریش کے فطری حلیف ثابت ہو رہے تھے۔جبکہ مسلمانوں کو صرف مدینہ کے دو قبائل اوس وخزرج ہی کی پشت پناہی حاصل تھی جنگ بدر میں قریش کو عبرت ناک شکست ہوئی تھی اور اُن کے بہت سے سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔جنگ اُحد میں اگرچہ مسلمان زیادہ تعداد میں قتل ہوئے مگر قریش جنگ ادھوری چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہوگئے تھے۔جب نبی اکرم ﷺ نے اُن کا تعاقب کیا تو وہ تیزی سے مکہ

کی طرف بھاگ گئے۔ جنگ اُحد میں جب کفار قریش نے میدان چھوڑنے کا رادہ کیا تو ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا!

ہمارے اور تمھارے درمیان نزاع ابھی باقی ہے اس لیے اس جنگ کو جاری رہنا ہے۔ اگلے سال انھی ایام میں بدر کے مقام پہ میدان سجے گا۔

مسلمانوں نے کفارِ قریش کا یہ چیلنج قبول کر لیا اور اب جنگ اُحد کو گزرے سال ہونے کو آیا تھا۔ چنانچہ وعدے کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ میدانِ بدر کی طرف نکلنے کی تیاری کریں۔ مکہ اُن دِنوں شدید قحط کا شکار تھا۔ اس لیے ابوسفیان اگرچہ مسلمانوں کو چیلنج کر چکا تھا مگر اب وہ اِس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح مسلمان میدان بدر کی طرف نہ نکلیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو اس مقصد کے لیے مدینہ روانہ کیا کہ وہ قریش کی جنگی تیاریوں کا جھوٹا پروپیگنڈ کر کے مسلمانوں کو اس حد تک خوفزدہ کر دے کہ مسلمان میدان بدر کی طرف نہ نکلیں۔

ابوسفیان جانتا تھا کہ نعیم بن مسعود الاشجعی ایک چرب زبان آدمی ہے اور اُس کا مقصد پورا کر سکتا ہے۔

ابوسفیان نے نعیم بن مسعود کو بیس اونٹ دینے کا وعدہ کیا اور کہا!

کچھ ایسا کرو کہ مسلمان میدانِ بدر کی طرف نہ نکلیں۔

چنانچہ نعیم بن مسعود الاشجعی مدینہ پہنچا اور اُس نے افواہوں کا بازار گرم دیا۔

اُس نے قریش کی جنگی تیاریوں کو مبالغہ کی حد تک بڑھا چڑھا کے پیش کیا تا کہ مسلمان خوفزدہ ہو جائیں۔

نعیم بن مسعود الاشجعی کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اس لیے کہ اُس کی خبروں سے یہودیوں اور منافقوں کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔ عام مسلمان بھی کسی حد تک پریشان ضرور ہو گئے تھے۔ اگرچہ اُن کو اپنے اللہ کی رحمت اور نبی اکرم ﷺ کی فراست پہ پورا یقین

تھا۔

جب مسلمانوں کی زبانوں پہ بھی اہل قریش کی جنگی تیاریوں کے تذکرے آگئے تب حضرت عمر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غالب کرنے والا ہے اپنے نبی کے درجات کو بلند فرمانے والا ہے۔ہم نے قریش کے ساتھ میدان بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر مسلمانوں کے دل اُس سے بدل گئے ہیں۔ہم تو جاہلیت میں بھی عہد کو توڑنا پسند نہ کرتے تھے۔اب جب کہ اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمادی ہے تو ہم عہد شکنی کو کس طرح پسند کرسکتے ہیں اس لیے ہم اللہ کی مدد کے بھروسے مقررہ تاریخ پہ ہی میدان بدر میں اتریں گے۔انشاءاللہ خیروبرکت ہمارے ساتھ ہوگی''۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عمرؓ کے اس دلیرانہ مشورے پہ بہت خوش ہوئے اور صحابہ کو میدان بدر کی طرف نکلنے کی تاکید کی۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔[29*]

حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اپنا علم عطا فرمایا اور پندرہ سو مجاہدین کے ساتھ میدانِ بدر کی طرف کوچ کیا۔

مسلمان پوری شان کے ساتھ مدینے سے رخصت ہوئے۔

آنحضرت محمد ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت حباب بن منذرؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عباد بن بشرؓ گھوڑوں پہ سوار تھے۔جب مسلمان میدان بدر میں اترے تو اس مقام پہ لگنے والا تجارتی میلا اپنے عروج پر تھا۔مسلمانوں نے چند دن کفارِ قریش کا انتظار کیا اس کے بعد وہ تجارتی سر گرمیوں میں مصروف ہوگئے اور خوب منافع کمایا۔دوسری طرف ابوسفیان کی پریشانی اپنے

عروج پر تھی۔تاہم جب اُس کو مسلمانوں کی میدان بدر کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو وہ بھی بادل نخواستہ دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑا ہوا۔

مگر جب وہ ظہران کے نواح مجنہ کے مقام پہ پہنچے تو ابو سفیان کا صبر جواب دیا گیا۔اُس نے اپنے لشکر سے کہا!

قحط کی سالی اس شدت میں جنگ کسی بھی طرح مناسب نہیں۔جب سختی کا یہ وقت گزر جائے گا تب ہم مسلمانوں کو دیکھ لیں گے اس لیے میں واپس جا رہوں تم سب بھی میرے پیچھے چلے آؤ۔ابو سفیان نے اپنا رُخ مکہ کی طرف کر لیا اور ساتھ ہی اُس کا لشکر بھی مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔اہل مکہ نے جب اپنے لشکر کو اس طرح ناکام و نامراد واپس آتے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ تو وہاں بس ستو پینے گئے تھے۔

اسی لیے بہت سے مورخین نے اس غزوہ کو غزوہ سویق بھی لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ میدان بدر میں مقیم تھے۔

اُن کے پاس مخشی بن عمرو ضمری تشریف لا یا۔

بنو ضمرہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا عہد کیا ہوا تھا۔

جب تک وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا رہا اُس کی باتوں سے احساس ہوتا رہا کہ وہ قریش کا حمایتی ہے اور انھی کی تعریفیں کر رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مخشی بن عمرو ضمری سے کہا!

اگر تمھیں قریش کا اس قدر درد ہے تو ہم تمھیں اُس عہد سے آزاد کرتے ہیں جو تم نے ہم سے کیا ہوا ہے اور تم قریش کے ساتھ مل کر اپنے ارمان نکال لو ۔

مخشی بن عمرو ضمری ایک جہاندیدہ شخص تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے لہجے سے جان گیا کہ نبی اکرم ﷺ کو اُس کی باتیں بری لگی ہیں چنانچہ اُس نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ!اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

بخدا! ہم کبھی آپ ﷺ کے خلاف دست درازی نہ کریں گے۔قریش اور مسلمانوں کے درمیان بپا اس معرکے میں غیر جانبدار رہیں گے۔

نبی اکرم ﷺ اُس کی بات پہ مسکرا دیئے۔

بدر میں لگنے والے اس بازار میں عربوں کا ایک سردار معبد ابن خزاعی بھی شامل تھا جب وہ تجارت سے فارغ ہوا تو سیدھا مکہ پہنچا۔

وہ عربوں کی مجلس میں گیا اور انھیں شدید سرزنش کی۔

اُس نے کہا!

بخدا! بدر کے تجارتی میلے میں ہر طرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیروکار چھائے ہوئے تھے،اُن کے ہتھیار چمکتے تھے اور اُن کی تجارت زوروں پہ تھی۔انھوں نے ایک کے چار بنائے۔اُن کے لشکروں کی چہل پہل نے سارے عربوں کا دل خوف سے بھر دیا ہے۔اور ایک تم ہو جو اپنے گھر میں چھپے بیٹھے ہو۔

اگر تم نے اسی طرح کرنا تھا تو مسلمانوں کو چیلنج کیوں دیا تھا۔

قریش کی محفل سے ایک سردار صفوان بن امیہ بولا:

ہم نے اِس شخص کو اُس وقت روکا تھا جب یہ مسلمانوں کو چیلنج دے رہا تھا۔اسی کی وجہ سے ساری قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔

غزوہ بدر الآخر میں اگر چہ جنگ کی نوبت نہ آئی مگر اس معرکے سے مسلمانوں نے کئی ذیلی فوائد ضرور حاصل کیے۔

کفارِ قریش کا نہ نکلنا اُن کی کمزوری پہ دلیل تھا اور مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا۔چونکہ سارے عرب کے لوگ قریش سے ہی اس بات کی امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ بت پرستی کے دین کو بچا لیں گے۔

مگر جب قریش نے مسلمانوں کے خلاف نکلنے سے گریز کیا تو اُن کے دل ٹوٹ گئے اور وہ بھی

مسلمانوں کی حربی طاقت سے خائف رہنے لگے۔

مسلمانوں نے میدان بدر میں خوب تجارت کی اور مال کمایا۔

مسلمانوں نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے عہد کو نبھایا اور قریش پہ اپنی اخلاقی برتری ظاہر کی۔ مسلمان جب مدینے کو واپس ہوئے تو منافقین اور یہود بجھ کے رہ گئے کہ اُن کے خواب پورے نہ ہو سکے تھے۔

اسی غزوہ کو بعض مورخین نے غزوہ بدر الثانی بھی تحریر کیا ہے۔

شعرائے عرب نے اس واقعے کے بارے میں جو اشعار کہے اُن سے کچھ منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں۔

وَعَدْنَا اَبَا سُفْیَانَ بَدْرًا فَلَمْ نَجِدْ
لِمِیْعَادِہٖ صِدْقًا وَمَا کَانَ وَافِیَا

ہم نے ابوسفیان سے میدان بدر میں اترنے کا وعدہ کیا تھا مگر ہم نے اُس کے وعدے میں سچائی نہ پائی اور وہ وعدہ وفا کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

فَاُقْسِمُ لَوْ وَافَیْتَنَا فَلَقِیْتَنَا
لَاُبْتَ ذَمِیْمًا وَّافْتَقَدْتَّ الْمَوَالِیَا

میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو ہمارے مقابلے پہ اترتا تو اِس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور تُو اپنے چچازاد بھائیوں کو کھو جتا ہی رہ جاتا۔

تَرَكْنَا بِهٖ اَوْصَالَ عُتْبَةَ وَابْنِهٖ
وَعَمْرًا اَبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ ثَاوِيَا

کیا تمھیں یاد ہے کہ بدر میں ہم نے عتبہ اور اُس کے بیٹوں کے جوڑ توڑ دیئے تھے اور عمرو ابو جہل کو بھی پیوند خاک کیا تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَصَيْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفٍّ لِّدِيْنِكُمْ
وَاَمْرِكُمُ السَّيِّءِ الَّذِىْ كَانَ غَاوِيَا

تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، تُف ہے تم پہ اور تمھارے دین پہ اور تمھارے برے معاملے پہ جو گمراہی اور سرکشی ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاِنِّىْ وَ اِنْ عَنَّفْتُمُوْنِىْ لَقَائِلٌ
فِدًى لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ اَهْلِىْ وَ مَالِيَا

میری خواہش تو یہ ہے کہ میرے اہل وعیال میرے مال واسباب سب اللہ کے رسول ﷺ پہ قربان ہو جائیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَطَعْنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِيْنَا بِغَيْرِهٖ
شِهَابًا لَّنَا فِیْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيَا

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی ہے اور کسی کو اُن کا ہم پلہ خیال نہیں کرتے وہ اندھیری رات میں چمکتے ستارے کی طرح ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

یہ اشعار حضرت حسان بن ثابتؓ کے ہیں!

دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا
جِلَادٌ كَاَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْاَوَرِكِ

اے قریشیو! اب شام کی وادیاں چھوڑ دو، اِن کے سامنے اراک کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی جگہ تلواریں حائل ہو چکی ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

بِاَيْدِیْ رِجَالٍ هَاجَرُوْا نَحْوَ رَبِّهِمْ
وَاَنْصَارِهٖ حَقًّا وَّاَيْدِی الْمَلَائِكِ

وہ تلواریں ایسے ہاتھوں میں ہیں جنھوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور انصار کے ہاتھ میں ہیں اور فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اِذَا سَلَکْتَ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ
فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكَ

اے قاصد! جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے سے تیرا گزر ہو تو قریش سے کہہ دینا اب یہاں کوئی راستہ نہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَقَمْنَا عَلَى الرَّسِّ النَّزُوْعِ ثَمَانِيًا
بِاَرْعَنَ جَرَّارٍ عَرِيْضِ الْمُبَارِكِ

ہم آٹھ دن بدر کے اس کنویں پہ ٹھہرے رہے ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع و عریض جگہ گھیر رکھی تھی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بِكُلِّ كُمَيْتٍ جَوْزُهٗ نِصْفُ خَلْقِهٖ
وَقُبٍّ طِوَالٍ مُشْرِفَاتِ الْحَوَارِكِ

ایسے کمیت گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ اُن کا نصف تھے جو پتلی کمر والے دراز قد اور اونچے شانوں والے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

تَرَى الْعَرْفَجَ الْعَامِىَّ تُذْرِىْ اُصُوْلَهٗ
مَنَاسِمُ اَخْفَافِ الْمَطِىِّ الرَّوَاتِكِ

تم اُس جگہ ایک سال کی اُگی ہوئی عرفج گھاس کو دیکھو گے جس کی جڑوں کو تیز اونٹوں کے پاؤں کے سموں نے روند ڈالا ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاِنْ نَلْقَ فِىْ تَطْوَافِنَا وَالْتِمَاسِنَا
فُرَاتَ بْنَ حَيَّانٍ يَكُنْ رَهْنَ هَالِكٍ

اگر ہمارے چکر اور جستجو میں فرات بن حیان ہمیں مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے پاس رہن رکھ دیا جائے گا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاِنْ نَلْقَ قَيْسَ بْنَ امْرِىءِ الْقَيْسِ بِعْدَهٗ
يُزَدْ فِىْ سَوَادٍ لَوْنِهٖ لَوْنُ حَالِكٍ

اگر اس کے بعد قیس بن امراؤالقیس ہمیں مل گیا تو اس کے رنگ کی سیاہی میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنِّىْ رِسَالَةً
فَاِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجَالِ الصَّعَالِكِ

قاصد! میرا یہ پیغام ابوسفیان تک پہنچا دے کہ ہمارے نزدیک تیری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَحَسَّانُ اِنَّا ابْنَ اٰكِلَةِ الْفَغَا
وَ جَدِّكَ نَغْتَالُ الْخُرُوْقَ كَذٰلِكَ

اے حسان! اے کھجوریں کھا کے گزارا کرنے والی کے بیٹے! بے شک ہم بڑے بڑے اور وسیع بیابانوں کو عبور کر جاتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

خَرَجْنَا وَمَا تَنْجُوا لْيَعَا فِيْرُ بَيْنَنَا
وَلَوْ وَاَلَتْ مِنَّا بِشَدِّ مُّدَارِكِ

جب ہم نکلتے ہیں تو ہرن کے تیز رفتار بچے بھی ہمارے درمیان سے بھاگ نہیں سکتے چاہے وہ کتنی ہی پناہ گاہیں تلاش کرلیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

إِذَا مَا انْبَعَثْنَا مِنْ مُّنَاخٍ حَسِبْتَهٗ
مُدَمَّنَ اَهْلِ الْمَوْسِمِ الْمُتَعَارِكِ

جب ہم کسی بیٹھنے کے مقام سے اٹھتے ہیں تو ہم اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَقَمْتَ عَلَى الرَّسِّ النَّزُوْعِ تُرِيْدُنَا
وَتَتْرُكُنَا فِى النَّخْلِ عِنْدَ الْمَدَرِكِ

تم ہمارے ساتھ جنگ کے ارادے سے پانی والے کنویں کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور ہمیں قریب کے نخلستان میں ہی چھوڑ دیا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

عَلَى الزَّرْعِ تَمْشِىْ خَيْلُنَا وَرِكَابُنَا
فَمَا وَطِئَتْ اَلْصَقْنَهٗ بِالدَّكَادِكِ

ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتوں میں چر رہے تھے۔ کھیتی کے جس حصے کو انھوں نے روندا وہاں سے ریت نکال دی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَقَمْنَا ثَلَاثًا بَيْنَ سَلْعٍ وَّفَارِعٍ
بِجُرْدِ الْجِيَادِ وَالْمَطِيِّ الرَّوَاتِكِ

ہم کم عمدہ گھوڑوں اور تیز رو اونٹوں کے ساتھ جبل سلع اور جبل فارع کے درمیان تین دن ٹھہرے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

حَسِبْتُمْ جِلَادَ الْقَوْمِ عِنْدَ قِبَابِهِمْ
كَمَا اُخِذْتُمْ بِالْعَيْنِ اَرْطَالَ اُنُكِ

تم نے ہماری قوم کے بہادروں کو اُن کے خیموں میں دیکھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ تم نے قیمتی چیزوں کے عوض معمولی چیزوں کے چند رطل خرید لیے ہیں۔[30*]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

دین انسان کی روحانی تہذیب کے لیے اتارا گیا ہے۔ انسان اپنی عقل کے سہارے تمدنی رفعتوں کو حاصل کرنے کا حامل ہے مگر اپنی تشنہ روح کی تزہین و آرائش کے لیے بہرحال اُسے وحی الٰہی کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا اس کے سوا اُس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

4 ہجری بمطابق۔۔۔جولائی 625ء تا جون 626ء

4 ہجری دیگر مصروفیات

ہر شب پہ لازم ہے کہ صبح کی اولین چاپ سنتے ہی اپنا دامن سمیٹ لے اور ظلمت نور کی پناہوں کو قبول کر لے۔ جب لفظوں کے خیموں میں ہراس بپا ہو تو مان لو کہ کوئی ادب نواز آتا ہے۔ جب تمدنی اندھیروں کی یلغار ہو تو جان لو کہ کوئی نبی آتا ہے۔ جب کہکشاؤں کے نظام میں ہلچل ہو، قیصر و کسریٰ کے محلات میں لرزش اور صحرائے عرب میں دفن ہوتی کسی بچی کی صدائیں ہوں تو سرِ افلاک وہ فیصلے ہوتے ہیں جس کی بنا پر اہل زمیں پہ وہ احسان کیا جاتا ہے جس کی وسعتوں میں انسان کے بھولے ہوئے سبق تھے اور افلاک کے زینوں سے اترتا وہ نور تھا، جس کے مجسم روپ کا نام محمد ﷺ اور جس کے مصور روپ کا نام قرآن ہے۔ جس کے دامن کی وسعت زمان و مکاں سے ماورا ہے اور جس کے علم کی منتہا ایک اچھوتا راز ہے۔ آنحضرت محمد ﷺ جب اِس اچھوتے راز کے ساتھ اہل مدینہ کی طرف اترے تو اہل مدینہ کے یہود اور منافقین کی بدقسمتی تھی کہ انھوں نے اس راز کو سمیٹنے کے لیے اپنا دامن وا نہ کیا بلکہ اس سے پہلو تہی کا رویہ اختیار کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو مدینہ میں اترے چار سال

ہونے کو آئے تھے اور تحریک اسلامی شہر مدینہ میں مشکلات کا شکار تھی۔ دشمنی کا علم اگرچہ قریش نے تھام رکھا تھا مگر درحقیقت بت پرستی کی محبت میں سارا عرب ہی مدینہ پہ چڑھ دوڑا تھا۔ مسلمانوں کا ایمان اگرچہ راسخ تھا مگر منافقین کا گروہ بھی موجود تھا جو اُن کے لیے وبالِ جان بنا ہوا تھا۔ اسی لیے تو جب چشمہ رجیع اور معونہ کے کنویں پہ مسلمان مبلغین کا قتل عام کیا گیا تو منافقین اور یہود مدینہ نے گھی کے چراغ جلائے۔ انھوں نے سوچا کہ اب مسلمان عسکری حوالے سے اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اُن کو شکست دینا آسان ہو گا۔ مگر یہ اُن کی غلط فہمی تھی۔ اس لیے کہ اللہ کا کوئی رسول جب کسی قوم کی طرف اترتا ہے تو اُس کا غلبہ یقینی ہوتا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہر دم پیش نظر رہنی چاہیے کہ مشن جس قدر عظیم ہو گا وہ اتنا ہی حوصلہ وعزم، محنت ومشقت، ایثار وقربانی، صبر واستقامت کا متقاضی ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا مشن تو اتنا عظیم تھا جو کل حیاتِ انسانی اور زمان ومکان کو محیط ہے۔ اس لیے یہ امر لازمی ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کو پرکھا جائے اُن کے خام سونے سے کندن بنانے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ شب وروز کی یہ مشکلات اسی سلسلہ امر کی کڑیاں ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ باوجود نامساعد حالات اور تمام مشکلات کے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رُکا، بلکہ اسلامی معاشرے کی تکمیل کے لیے ہر لمحہ ہر گھڑی وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن حکیم کے احکامات اتر رہے تھے جس سے مسلمانوں کی سماجی زندگی کی تطہیر ہو رہی تھی۔ چنانچہ چار ہجری میں عسکری معرکوں کے علاوہ نبی اکرم ﷺ جن معمولات میں مشغول رہے اُن کا کچھ احوال درج کرنا پیش نظر ہے۔

حضرت اُم سلمٰی سے نکاح

نبی اکرم ﷺ نے اکثر شادیاں دوسرے لوگوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے کی تھیں۔ مقصود صرف یہی تھا کہ عربوں کے خاندان آپ ﷺ کی وجہ سے عزت حاصل کریں اور اُن کا درجہ بلند ہو۔ حضرت اُم سلمٰیؓ سے نکاح بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا حضرت اُم سلمٰیؓ اور اُن کے شوہر ابو سلمٰیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے ابتدائی دِنوں میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا جب اسلام قبول کرنا سارے عرب کی دشمنی مول لینے کے مترادف تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی غلامی ایک بڑے دُکھ کا سودا تھا۔ مگر حضرت ابو سلمٰیؓ اور اُم سلمٰیؓ نے ایک بار جب نبی اکرم ﷺ کی غلامی اختیار کر لی تب کوئی دکھ، کوئی ظلم، کوئی دھمکی، کوئی دھونس انھیں اس بات پہ آمادہ نہ کر سکی کہ وہ اسلام سے منہ موڑ لیں۔ چنانچہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اہل قریش نے محبت کرنے والے اِن دونوں میاں بیوی کا جینا دوبھر کر دیا۔ وہ لوگ جن کو پہلے پہلے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اپنا وطن چھوڑنا پڑا اُن میں حضرت ابو سلمٰیؓ اور اُم سلمٰیؓ بھی شامل تھے۔ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے بعد جب وہ واپس مکہ آئے تب اہل مکہ نے انھیں پھر سے پریشان کر دیا۔ اہل مدینہ کے کچھ خاندان اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس لیے حضرت ابو سلمٰیؓ نے اپنی بیوی اُم سلمٰیؓ کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کرنے کی کوشش کی، مگر تب اہل

قریش اسلام دشمنی میں نہایت شدید تھے اور طاقتور بھی تھے اس لیے انھوں نے حضرت اُم سلمیٰ کو حضرت ابو سلمیٰؓ کے ساتھ مدینے نہ جانے دیا اور اُن کے بیٹے سلمیٰ کو بھی اُن سے چھین لیا۔

یاد رہے کہ حضرت ابو سلمیٰؓ اور حضرت اُم سلمیٰؓ وہ پہلے دو لوگ تھے جنھوں نے اپنا دین بچانے کے لیے مدینہ کا رُخ کیا تھا۔ اگرچہ ایک سال بعد حضرت اُم سلمیٰ بھی اپنے بیٹے کو ساتھ لیے حضرت ابو سلمیٰ کے پاس مدینہ پہنچ گئی تھیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم سلمیٰؓ کا اصل نام ہند تھا اگرچہ عام طور پہ اُن کو اپنی کنیت کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ اُن کا تعلق قریش کے ایک متمول خاندان بنو مخزوم سے تھا۔ حضرت اُم سلمیٰؓ کے والد ابو امیہ بن مغیرہ تھے اور آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا۔ حضرت اُم سلمیٰ نے حضرت ابو سلمیٰ بن عبد الاسد کے ساتھ ایک طویل ازدواجی زندگی گزاری۔ اللہ نے اُن کو دو بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا۔ حضرت اُم سلمیٰ نے ایک روایت بیان کی ہے جسے صحاح میں درج کیا گیا ہے۔

انھوں نے اپنے خاوند حضرت ابو سلمیٰ سے روایت کی کہ!

ایک دن میرے خاوند نے مجھ سے کہا!

”میں نے آج رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے اسے یاد رکھنا کیونکہ یہ ایک کام کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ! جس آدمی کو کوئی مصیبت آئے تو اُسے چاہیے کہ وہ یہ کہے! اے اللہ! میں اس مصیبت کا اجر تجھ سے ہی طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھ کو اس مصیبت کا اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما“۔

حضرت اُم سلمیٰ فرماتی ہیں؛

کہ اس کے بعد جنگ اُحد ہوئی اور میرے شوہر حضرت ابو سلمیٰؓ اس جنگ میں زخمی ہو گئے۔ ایک دو مہینے آرام کرنے سے اُن کے زخم مندمل ہو گئے مگر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ایک فوجی مہم کا سربراہ بنا کے بنو اسد بن خزیمہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ دور دراز کا ایک دشوار سفر تھا جس کی وجہ سے ابو سلمیٰ کے زخم کھل گئے اور اِس فوجی مہم میں کامیابی حاصل کرنے بعد واپس آئے

اور انھی زخموں کی وجہ سے وفات پائی۔

حضرت ابو سلمٰی کی وفات میرے لیے زندگی کا سب سے بڑا دکھ تھا۔

چنانچہ مجھے ابو سلمٰی کے وہ الفاظ یاد آئے جو انھوں نے اپنی وفات سے کچھ دن قبل مجھ سے کہے تھے اور ساتھ ہی انھیں یاد رکھنے کی تاکید بھی کی تھی۔

چنانچہ میں نے "**انا للہ و انا الیہ راجعون**" پڑھا۔

مگر اس سے آگے کے الفاظ دوہرانے سے میں جھجک گئی اس لیے کہ میں سمجھتی تھی کہ کوئی ابو سلمٰی سے بہتر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی اُن کا بدل ہوسکتا ہے۔ مگر پھر مجھے خیال آیا کہ یہ لفظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں اس لیے بادل نخواستہ میں نے انھیں بھی اپنی زبان سے ادا کر دیا حالانکہ میرا دل یہی کہہ رہا تھا کہ ابو سلمٰی سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔

جب میری عدت کے ایام گزر گئے تو مجھے نکاح کے پیغام آنے لگے مگر مجھے اب اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی نکاح کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ مگر پھر حضرت عمرؓ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر آئے تو میں نے کہا!

مرحبا! میں اللہ کے رسول کی خوشی میں خوش ہوں۔

مگر عمر! آپ پہلے جا کے رسول اللہ ﷺ سے کہیں!

میں بال بچوں والی عورت ہوں اس لیے شاید اُن کی زیادہ خدمت نہ کرسکوں اور یہ بھی کہ میں بہت غصے والی ہوں، اور یہ بھی کہ میرا تو یہاں کوئی ولی ہی نہیں جو میرا نکاح آحضرت محمد ﷺ سے کرے۔

حضرت عمرؓ وہاں سے اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت اُم سلمٰی کی درخواست پیش کی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اُن سے کہو۔

تمھارے غصے کی بابت تو یہ ہے کہ ہم اللہ سے دُعا کریں گے اور وہ جاتا رہے گا تمھارے بچوں کا

وارث اللہ ہے اور تمھارا بیٹا ہی تمھارا ولی ہے۔

اس طرح حضرت اُم سلمیٰؓ نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں آ گئیں۔

وہ خود روایت کرتی ہیں؛

کہ رسول اللہ ﷺ کی دُعا کے بعد مجھے کبھی غصہ نہ آیا اور میں رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں کے ساتھ نہایت ہی اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی۔

جب میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اتری تو آپ ﷺ نے مجھے اس حجرے میں ٹھہرایا جہاں حضرت زینب بن خزیمہؓ اقامت گزیں تھیں۔ اور حال ہی میں اُن کا انتقال ہوا تھا۔

گھر میں ایک چکی کچھ جو اور ایک ہانڈی پڑی تھی اور یہی میری کُل متاع تھی جس کے ساتھ میں نے زندگی گزارنی تھی۔ میں نے جو چکی میں ڈالے انھیں پیسا اور روٹی پکائی۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے وہ روٹی زیتون کے تیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھی اس کھانے میں شرکت کی دعوت دی اور ہم دونوں نے یہ کھانا کھایا
۔

مورخین نے بیان کیا ہے!

کہ حضرت اُم سلمیٰ آٹھ سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشغول رہیں اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے بعد اُن کا درجہ بلند تھا۔ حضرت اُم سلمیٰؓ بہت فہم و فراست والی خاتون تھیں۔ بہت زیادہ عبادت کرنے والی اور سخی خاتون تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ قربانی کرو اور احرام اتار دو تو کوئی صحابی بھی آگے نہ بڑھا ۔ نبی اکرم ﷺ رنجیدہ سے ہو کے اپنے خیمے میں تشریف لے آئے اور حضرت اُم سلمیٰؓ سے فرمایا:

تمھاری قوم میری بات ماننے کو تیار نہیں۔

حضرت اُم سلمیٰؓ نے آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں! آپ ﷺ نکلیں اپنا اونٹ ذبح کریں حلق کریں اور احرام اتار دیں، انشاءاللہ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

اور صحابہ نے آپ ﷺ کی اقتداء کی۔

حضرت اُم سلمیٰ نے فرمایا؛

کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہر مہینے تین دن کا روزہ رکھنے کی تاکید کی اس لیے میں پیر جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھتی ہوں۔

زندگی کے آخری حصے تک آپ کا یہی معمول رہا۔

حضرت اُم سلمیٰؓ نے اپنے بیٹے سلمہ اپنے خاوند حضرت ابوسلمیٰ حضرت فاطمہ خاتون جنت اور خود رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کے سن وفات کے بارے میں اگرچہ مورخین کے مابین آراء مختلف ہوگئی ہیں مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ انھوں نے ۶۳ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹے سے نوازا جس کا نام نبی اکرم ﷺ نے حسین رکھا۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے اس ضمن میں تحریر کیا ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ کو اپنے اس نواسے کی پیدائش کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ایک کھجور چبا کر اُن کے منہ میں ڈالی۔یہ پہلی خوراک تھی جو حضرت حسینؓ کے جسم میں داخل ہوئی اور کیا ہی بابرکت خوراک تھی ۔نبی اکرم ﷺ نے خود ہی حضرت حسین کے کانوں میں اذان اور اقامت کہی۔ولادت کے سات دن بعد حضرت علیؓ نے اپنے فرزند کا عقیقہ کیا ۔اِن کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔اسی دن نبی اکرم ﷺ نے آپ کا نام حسین رکھا۔نبی اکرم ﷺ کو اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے جو محبت تھی وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس ضمن میں بہت سی احادیث مروی ہیں سعادت کے طور پہ صرف چند احادیث پیش کی جارہی ہیں۔

” من احبھما فقد احبنی ابغضھما فقد ابغضنی۔

جس نے اِن دونوں شہزادوں سے محبت کی ،اُس نے مجھ سے محبت کی جس نے اِن

سے بغض کیا، اُس نے مجھ سے بغض کیا۔

(مسند احمد بن حنبل 440;2)

▪▪▪▪▪▪▪

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جنت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

" الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنته "

''حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''

(مسند امام احمد بن حنبل 3;3) (جامع ترمذی 2 ; 318)

▪▪▪▪▪▪▪

حضرت حسینؓ کو میدان کربلا میں شہید کیا گیا۔ سرزمین کربلا پہ جب اُن کا خون گرا تو وہ روشنی اور حریت کا ایک استعارہ بن کے رہ گیا۔ تب ہمیشہ کے لیے طاقتور کے آگے سر جھکانے کا اسلوب بدل گیا اور ایک مہیب طاقت کے سامنے حضرت حسینؓ کا لازوال اظہار تاریخ کے صفحات کا حسن بن گیا۔ حضرت حسینؓ نے ہر استحصالی طاقت کے مقابل حریت کا وہ منفرد اسلوب وضع کیا جس نے طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھنے کا ہنر فراہم کیا۔ حضرت حسینؓ نے صدائے احتجاج کی اُس روایت کو رواج دیا جس کی بنا پہ آج تک لوگ اُن کی لازوال قربانی کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور اُن کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابہ میں کیا جاتا ہے۔چار ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا جس کی وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ یہودی اگرچہ مدتوں سے مدینہ میں آباد تھے اور عربی زبان کو خوب جانتے تھے مگر جب وہ لکھتے تو سریانی میں لکھتے اس لیے کہ اُن کے ذہن میں بد دیانتی تھی۔وہ عربوں کے ساتھ کاروبار اور لین دین میں بد دیانتی کرتے تھے۔یہودی خط و کتابت کے لیے چونکہ سریانی زبان ہی استعمال کرتے تھے اور اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کو اُن کے مراسلات پڑھانے کے لیے مترجم کی ضرورت پڑتی تھی جو بالعموم کوئی یہودی ہی ہوتا۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ اس زبان کو سیکھ لیں۔جب نبی اکرم ﷺ نے اس بات کا تذکرہ لوگوں سے کیا کہ میں چاہتا ہوں تم میں سے کوئی سریانی زبان سیکھ لے تو لوگوں نے حضور اکرم کے سامنے میرا نام رکھا۔

انھوں نے کہا؛ بنو نجار کا ایک نوجوان ہے جس کو قرآن کی کئی سورتیں زبانی یاد ہیں اس کا نام زید ہے اور وہ اس کام کے لیے موزوں نوجوان ثابت ہوگا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کو قبول کیا اور دن رات اس زبان کے حصول میں صرف کرنا شروع کردیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

حضرت زید بن ثابتؓ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ذہانت اور انمول یاداشت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے جلد ہی انھوں نے یہ زبان سیکھ لی۔

کتاب الاصابہ میں بیان کیا گیا ہے؛

حضرت زید بن ثابتؓ نے محض سترہ دنوں میں سریانی زبان پڑھنا بھی سیکھ لی تھی اور لکھنا بھی۔حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بین الاقوامی زبانوں کی اہمیت پہ اُس وقت غور کیا جب لوگ اس بات کو جانتے ہی نہ تھے۔مگر نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے جب انھوں نے دنیا کی دیگر اکثر اقوام کے ساتھ خط و کتابت کرنی ہے۔اُن سے سیاسی ، اقتصادی سماجی اور ثقافتی سطح پر تعلقات استوار کرنے ہیں اور دنیا بھر تک اُس پیغام کو منتقل کرنا ہے جس میں فلاح اور راستی کا راز پوشیدہ ہے لوگ جس سے آگاہ نہیں۔حق کی روشنی منتقل کرنا ہی پیغمبروں کا اصل کام رہا ہے۔

حضرت علی والدہ کا انتقال

مورخین اس بات میں تقریباً متفق نظر آتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال چار ہجری ہی کو ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے آغاز اسلام میں ہی نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کرلیا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور جتنا عرصہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو طالب کے گھر میں بتایا وہ اُن سے سگے بیٹوں کی طرح محبت کرتی رہیں۔ نبی اکرم ﷺ بھی اُن کا بہت احترام کرتے تھے اس لیے جب انھوں نے انتقال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے خود اُن کی نماز جنازہ پڑھائی، خود اُن کی قبر میں داخل ہوئے اور انھیں لحد میں اتارا اور اُن کے لیے اپنی قمیض بھی عطا فرمائی جسے پہنا کر حضرت فاطمہ کو دفن کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے اُن کی مغفرت کے لیے اللہ رب العالمین سے خصوصی دُعا فرمائی۔

عبداللہ بن ابوسلمیٰؓ کا انتقال

بیان کیا جاچکا ہے کہ ابوسلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابتدائی ایام میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ تب اہل مکہ اسلام قبول کرنے والوں کو انتہائی اذیت پہنچایا کرتے تھے۔ تاہم ابوسلمہ نے جب اپنی بیوی اُم سلمہ کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تو پھر سچے دل سے اس پر کاربند ہوگئے۔ انھوں نے اللہ کی واحدنیت کا اقرار کیا تو اُن کے دلوں میں روشنی پھیل گئی اسی روشنی اور اطمینان کی بدولت انھوں نے اپنے دین کو بچانے کی ہر قیمت ادا کرنے کا عزم کیا، چنانچہ پہلے انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، بعدازاں سب سے پہلے مدینہ پہنچے، اس کے بعد جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کی معاونت کی، جنگ اُحد میں حضرت ابوسلمہ کو کاری زخم آئے تاہم وہ اِن زخموں سے صحت مند ہوگئے، تاہم اُن کے زخم ابھی پوری طرح مندمل نہ ہوئے تھے جب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ ایک فوجی مہم لے کر بنواسد بن خزیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ ایک دشوار گزار اور پرصعوبت سفر تھا جس کی وجہ سے حضرت ابوسلمہ کے اُن زخموں کا منہ کھل گیا جو انھیں روزِ اُحد لگے تھے۔ حضرت ابوسلمہ جب بنواسد بن خزیمہ کی فوجی مہم سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچے تو اُن کے زخموں سے خون رِستا تھا اور اسی بیماری میں چندروز بعد جمادی الآخر ۴ہجری کو

اُن کا انتقال ہو گیا۔ وہ اُم سلمیٰ کے خاوند تھے جن سے اُن کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا اور انھیں عزت عطا کی۔

زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری بیویاں اُمت کی مائیں ہیں تو یہ ایک بلند رتبہ تھا جو اُن تمام خواتین کو حاصل ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آٹھ ماہ قبل آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت زینب بن خزیمہؓ سے نکاح کیا تھا۔ مورخین نے بیان کیا ہے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا تعلق اہل نجد سے تھا جو اسلام دشمنی میں دوسرے لوگوں سے زیادہ سخت تھے اس لیے جب اُن کے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش جنگ اُحد میں شہید ہوئے تو حضرت زینب بنت خزیمہؓ نے اپنے قبائل میں واپس جانا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ ہی میں مقیم رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی عزت افزائی کے لیے اُن کو اپنے نکاح میں لے لیا تاہم اُن کو چند مہینے سے زیادہ حرم نبوت میں رہنے کا موقع نہ ملا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اُن کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا نماز جنازہ خود آنحضرت محمد ﷺ نے پڑھائی۔

زینب بنت جحشؓ سے نکاح

نبی اکرم ﷺ نے چار ہجری میں حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا جو آپ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں ۔اس سے قبل خود نبی اکرم ﷺ نے اُن کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ سے کیا تھا۔تاہم دو سالہ رفاقت کے باوجود حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکی اور بالآخر حضرت زیدؓ نے اُن کو طلاق دے دی۔دراصل حضرت زینبؓ کا تعلق قریش جیسے معزز خاندان سے تھا جس کی وجہ سے حضرت زیدؓ کا اُن سے نباہ نہ ہو سکا اس لیے کہ حضرت زیدؓ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔طلاق کے بعد جب اُن کی عدت پوری ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینبؓ سے نکاح کرلیا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ تھی کہ لوگ اس قدیمی رسم سے باز آجائیں کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نکاح کے بعد متبنیٰ کا وہ درجہ ختم ہوگیا جو عرب معاشرے میں معروف تھا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا متبنی حقیقی بیٹے کی طرح نہیں۔چنانچہ لوگ متبنی کو اُن کے باپوں کے نام کے ساتھ پکارا کریں۔وراثت میں بھی متبنی کو باپ کی جائیداد سے کچھ نہیں دیا گیا سوائے اس کے جو اسے اپنے باپ کی زندگی میں مل جائے۔متبنیٰ کے بارے میں عرب معاشرے میں جو خرابیاں موجود تھیں اس نکاح کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم

ہو گئیں اور متبنیٰ کی اصل حیثیت کو قیامت تک واضح کر دیا گیا۔اگر چہ اول اول کچھ لوگوں کو یہ امر اجنبی لگا کہ یہ امر عرب معاشرے کے اس عرف کے خلاف تھا مگر پھر جب مسلمانوں کو علم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت زینبؓ کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے تو صحابہ نے اسے دل و جان سے قبول کیا۔رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں حضرت زینب بنت جحشؓ کا بہت درجہ تھا ،سیدہ عائشہ صدیقہؓ حضرت زینب بنت جحشؓ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ''وہ معاملات دین کو بہت گہرائی تک جانتی تھیں ،تقویٰ سچائی ،صلہ رحمی ،سخاوت اور ایثار نفس میں کوئی اُن کا ثانی نہ تھا ''۔حضرت زینب بنت جحشؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ کی باقی ازواج سے تین باتوں میں مرتبہ ناز حاصل ہے۔اول یہ کہ آپ ﷺ کے باقی تمام نکاح زمین پر کیئے گئے جب کہ میرا آپ ﷺ کے ساتھ نکاح آسمانوں پر کیا گیا ،دوم یہ کہ میرا سفیر حضرت جبرائیل جیسا بلند مرتبت فرشتہ تھا اور سوم یہ کہ میرا نانا اور آپ ﷺ کا دادا ایک ہی ہے۔حضرت زینب بن جحشؓ نے بیس ہجری میں انتقال فرمایا۔مورخین نے لکھا ہے کہ جب انھوں نے وفات پائی تو اُن کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا حالانکہ حضرت عمرؓ نے اُن کا بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کر رکھا تھا ،مگر اُن کی حالت یہ تھی جونہی انھیں یہ رقم ملتی وہ اسے لوگوں میں بانٹ دیتیں۔حضرت زینب بنت جحشؓ اور نبی اکرم ﷺ کے نکاح کی بابت بعض مفسرین ،فقیہوں اور مورخوں نے کچھ ایسی روایات بیان کی ہیں جن کو ہم نے دانستہ نظر انداز کیا ہے تا کہ بے سمجھ آدمی اس سے غلط استدلال کی راہ پر نہ جا نکلے۔اور یہ بھی کہ محققین نے مسند احمد کی اس روایت کی عدم صحت پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور اس کے ضعف کو واضح کر دیا ہے جس میں ایک من گھڑت فسانہ بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ سیرت المزمل کو اس طرح کی موضوع روایات سے آلودہ کیا جائے۔

4 ہجری بمطابق ۔۔۔ جولائی 625ء تا جون 626ء

4 ہجری، احکام وقوانین

رسول اللہ ﷺ کل عالم کی ہدایت کے لیے معبوث کیے گئے تھے اس لیے ایک تسلسل کے ساتھ انسانیت کی ہدایت کے لیے احکامات وقوانین بھی ساتھ ساتھ اتارے جا رہے تھے، اہل عرب بدستور انکار پر تلے بیٹھے تھے، خطہ عرب اس انتظار میں تھا کہ قریش کیا فیصلہ کرتے ہیں اور قریش اپنی صدیوں کی قیادت وسیادت کو دوام بخشنے کے لیے آخری حد تک جانے کے لیے تیار تھے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کا خون بھی بہاتے آئے تھے اور اپنے لوگوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں بھی قتل کراتے آرہے تھے۔ چار ہجری تک دونوں گروہوں کے مابین کئی معرکے بپا ہو چکے تھے، بدر و اُحد کے میدان سج چکے تھے، تاہم ابھی فیصلہ ہونا باقی تھا کہ عرب میں بت پرستی کا صدیوں پرانا اور روائتی مذہبی تسلط قائم رہے گا یا اُن کے آباء یعنی ابراہیم واسماعیل کے دین کی تجدید ہو گی۔ چنانچہ چار ہجری تک گومگو کی ایک کیفیت قائم جس میں اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ اہل عرب اللہ کے نام لیواؤں پر غالب آجائیں گے یا اللہ کے رسول ﷺ عربوں کو سرنگوں کر دیں گے۔ خطہ کے عرب کے لوگ اسی بات کے منتظر

تھے۔دوسری طرف اہل مدینہ تھے جنھوں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا تھااور رسول اللہﷺ کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔وہ رسول اللہﷺ کے ہر حکم پر سر جھکاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے کلام پاک میں دیئے گئے ہر حکم کو دل و جان سے قبول کرتے تھے۔یہاں چار ہجری میں نازل ہونے والے کچھ احکامات وقوانین کا تذکرہ مقصود ہے۔

پردے کا حکم

متعین طور پر اس بارے میں رائے قائم کرنا دشوار ہے کہ پردہ کا حکم ہجرت نبوی کے بعد کس سال نازل ہوا۔اس ضمن میں کئی آراء ہیں۔جو بات ہمیں سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ مختلف آیات میں مختلف پہلوؤں سے اہل عرب کو یہ بات باور کرانی مقصود تھی کہ طہارت اور پاکیزگی ہی مومن کی میراث ہے اس لیے بتدریج اس ضمن میں احکامات نازل ہوتے رہے جن میں اس بات کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی کہ حیا مرد اور عورت کے لیے یکساں ضروری ہے۔اُم المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ سے روایت ہے کہ جس دن میں رخصت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے گھر کی زینت بنی اسی دن اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیات نازل کیں۔سیرت شامی میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔اس بات میں اکثر مورخین متفق ہیں کہ پردہ کے احکامات غزوہ بنی مصطلق اور غزوہ احزاب سے قبل نازل ہوئے تھے۔چنانچہ غزوہ بنی مصطلق شعبان ۵ ہجری کو وقوع پذیر ہوا اور غزوہ احزاب کا واقعہ شوال ۵ ہجری کو پیش آیا اس لیے یہ قول راجح نظر آتا ہے کہ پردہ احکامات ۴ ہجری کے آخری مہینوں میں ہی نازل ہوئے ہوں گے۔پردہ کے احکامات کے متعلق آج مسلمان جس قسم کی تاویلوں میں لگے ہوئے ہیں وہ باعث شرم ہیں۔

مسلمانوں کا وہ طبقہ جو مغربی روایات سے مرعوب ہے اُس کے خیال میں پردہ ایک دقیانوسی فعل ہے اورعورت کوحجاب کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ خیال جن لوگوں کے دلوں میں موجود ہے اللہ کا شکر ہے کہ اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے اور امت بحیثیت مجموعی پردے کے احکامات پر پوری طرح عمل پیرا ہےاور خطہ ارض پہ جو قومیں بے پردگی اور بے حیائی کا شکار ہیں اُن کے اندر کس قدر سماجی خلفشار موجود ہے اُس کا سرسری نظر سے جائزہ بھی لرزا دینے کے لیے کافی ہے اللہ ہمیں بے حیائی اور برے کاموں سے بچائے۔

بہت سے مورخین نے کہا ہے کہ صلواۃ قصر کی آیات بھی ۴ ہجری میں نازل کی گئیں جن میں اس رعایت کا ذکر کیا گیا کہ مسلمان جب سفر کی حالت میں ہو تو وہ چار کی بجائے دو رکعت نماز ادا کر لیا کرے۔ آج کا مسلمان نماز جیسے اہم فریضے سے جس قدر لاتعلق ہے اُس کو دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز چھوڑنے کو کفر قرار دیا ہے۔ مگر آج کا ماڈرن مسلمان سمجھتا ہے کہ وہ نماز پڑھے بغیر بھی مسلمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے مگر آج کے مسلمان کی منزل صرف اور صرف مادی رفعت ہے۔ لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو بے سمت ہے، بے منزل ہے، اُسے دین کے احکامات کی ذرا بھی پرواہ نہیں اور نہ ہی دین کے احکامات کی سمجھ ہے اس لیے کہ وہ دین کی اساس چھوڑ چکا ہے، دین کے خالص احکامات میں ملاوٹ کر چکا ہے وہ بہت سی رسموں اور رواجوں کو مذہب قرار دینے پر مصر ہے مگر نماز پڑھنے کے لیے آمادہ نہیں۔ نماز جو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے ننگی تلواروں کی چمک میں بھی کبھی نہ چھوڑیں۔ نماز جو ایک ایسی عبادت ہے جس کے بغیر بندگی کا حق ادا ہو جانا ممکن نہیں۔ آج کا مسلمان کہتا ہے کہ وہ بہت مصروف ہے وہ نماز پڑھنا چاہتا ہے مگر اُس کے پاس وقت نہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ آج کا مسلمان عالم جو منبر رسول اللہ ﷺ کا امین ہے اُس نے

بھی لوگوں کو لایعنی مسائل جیسے کہ حاضر ناظر، نور بشر یا حیات ممات جیسے مہمل معاملات میں الجھا رکھا ہے وہ بھی لوگوں کو نماز کی دعوت نہیں دیتا بلکہ لوگوں کو اُس دائرے کی دعوت دیتا ہے جس میں وہ خود مقید ہے۔ چناچہ بیان کیا گیا کہ قرآن حکیم کی یہ آیت چار ہجری کو نازل کی گئی جس میں قصر نماز کی رعایت بیان کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِO

القرآن الحکیم (سورۃ النساء 4 : 104)

ترجمہ:

”جب تم زمین پر سفر کرو نماز کو قصر کرنے پر تم پہ کوئی گناہ نہیں“۔

یکم محرم 5 ہجری بمطابق 7 جون 626ء

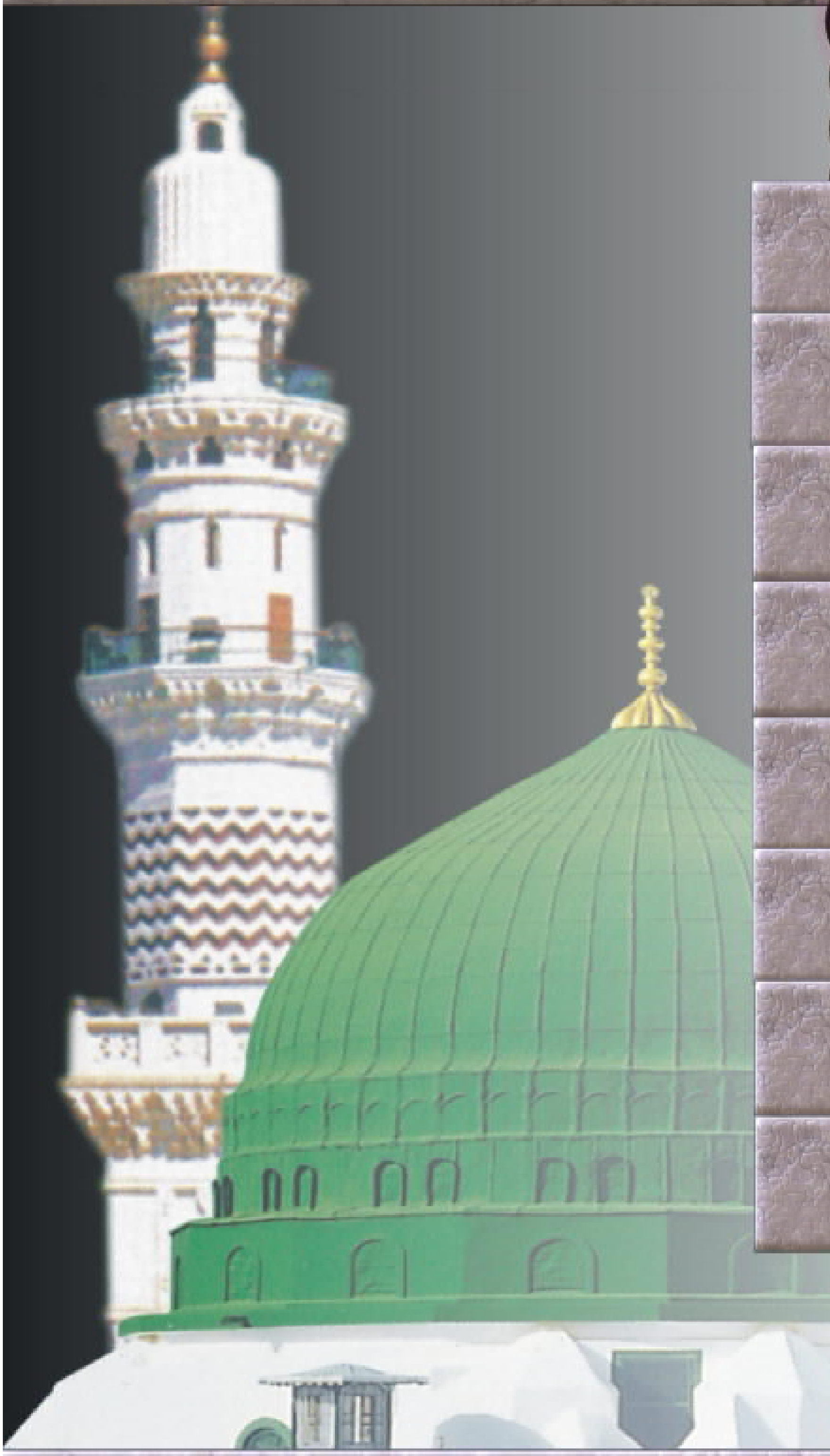

- غزوہ دومۃ الجندل
- غزوہ بنی مصطلق
- واقعہ افک
- غزوہ الاحزاب
- غزوہ بنو قریظہ
- قانون لعان
- تیمّم کی آیات
- حدِ قذف

سیرت المزمّل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

25 ربیع الاول 5 ہجری ، بمطابق 24 اگست 626ء

غزوہ دومۃ الجندل

عرب شوریدہ سر تھے، وہ راہزن تھے، غارت گر تھے۔ اس لیے بت پرستی کے ساتھ آبائی دلچسپی کے علاوہ یہ بات بھی اُن کو اسلام سے روکے ہوئے تھی کہ اسلام اُن کے ہاں مروّج اُن بہت سی عادات پہ بھی روک لگاتا تھا جن میں وہ صدیوں سے مشغول تھے۔ اسلام عدل وانصاف اور امن وسلامتی کا دین ہے۔ جب کہ اُن کے ہاں غارت گری اور راہزنی معاش کے اہم پیشوں کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے عرب کے بدوی قبائل نظریاتی طور پہ ہی اسلام کو ناپسند نہ کرتے تھے بلکہ عادتاً بھی اسلام اُن کے معمولات زندگی کی ضد ثابت ہو رہا تھا۔ اِس لیے اُن میں سے اکثر و بیشتر قبائل کے دلوں میں اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی خواہش جنم لیتی رہتی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو تمیم کے کچھ راہزن اپنے جیسے لوگوں کو دومہ کے مقام پہ

اکٹھا کر رہے ہیں۔

دومۃ الجندل کے نام کے متعلق علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے؛

اس مقام کا نام دومہ اس لیے پڑا کہ حضرت اسماعیلؑ کے ایک بیٹے دومی یہاں سے گزرے تھے یا شاید انھوں نے یہاں قیام کیا تھا۔ دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر مملکت روم کی سرحد پر صوبہ شام کا ایک مقام تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ وہاں بڑی تعداد میں غارت گر جمع ہو رہے ہیں، وہ لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں اور آتے جاتے قافلوں کے لیے عذاب بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کی اطلاعات بھی ملی تھیں کہ راہزنوں کا یہ گروہ مدینے پہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اس جانب متوجہ کیا اور انھیں جہاد کی ترغیب دلائی جب مسلمان تیار ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور ایک ہزار صحابہ کے ساتھ راہزنوں کے اس گروہ کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ اس غزوہ کی خاص بات یہ تھی کہ اس سے قبل نبی اکرم ﷺ اہل نجد اور بدوی عربوں کی طرف متوجہ تھے۔ مگر یہ پہلی بار تھا کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ ایک دور دراز مقام کی طرف ملک شام کو روانہ ہوئے۔ بنی زہرہ کا ایک شخص اسلامی لشکر کی راہنمائی کر رہا تھا۔

وہ شدید گرمی کے دن تھے اس لیے اسلامی لشکر دن کو آرام کرتا اور رات کو سفر کرتا اس کی ایک وجہ راز داری بھی بیان کی گئی ہے۔ پندرہ روز کی مسافت کے بعد نبی اکرم ﷺ دومۃ الجندل کے مقام پہ پہنچے مگر مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل ہی راہزن وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ربیع الآخر کا سارا مہینہ اسی مقام پہ بسر کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کو راہزنوں کی تلاش میں مختلف سمتوں کی طرف روانہ کیا مگر سوائے حضرت محمد بن مسلمہؓ کے کسی دستے کے ہاتھ دشمن کا کوئی آدمی نہ آیا۔ اگرچہ تمام دستوں کے ساتھ مال غنیمت کے بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ ان کے ایک

آدمی کو گرفتار کر کے لائے جس نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پہ اسلام قبول کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے کافی دن اسی مقام پہ قیام کیا۔

اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ واپس مدینے کے لیے سوار ہوئے تو راستے میں عربوں کے ایک شخص عینیہ ابن حصن نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اُس کے علاقے میں خشک سالی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے جانور مر رہے ہیں اگر آپ ﷺ ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ ﷺ کے علاقے میں اپنے اونٹ چرا لیا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے عینیہ بن حصن کو اسلامی ریاست کی چراگاہوں میں اونٹ چرانے کی اجازت عطا فرما دی۔ نبی اکرم ﷺ ۲۰ ربیع الآخر ۵ ہجری / اٹھارہ ستمبر 626ء کو واپس مدینہ تشریف لائے۔ اس طرح کی فوجی مہمات سے مسلمان کو کئی فائدے حاصل ہو رہے تھے، ایک تو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوتا جو مدینہ کی کمزور ریاست کے استحکام میں اہم کردار ادا کرتا، دوسرے بدوی عرب قبائل کی شورش پہ قابو پانا مقصود تھا جو اسلام کے خلاف سخت مدافعت پہ کمر کسے ہوئے تھے۔ تیسرے خطہ عرب کے باسیوں کو یہ باور کرانا مقصود تھا کہ اہل مدینہ نہ صرف یہ کہ متحرک ہیں بلکہ اس بات کے اہل ہیں کہ مدینہ کا دفاع کر سکیں۔

ریاست مدینہ کمزور تھی اُس کے وسائل محدود تھے مگر مشکلات لاتعداد تھیں ،اندرونی محاذ اہل یہود اور منافقین نے سنبھال رکھا تھا تو بیرونی محاذ سے بھی کوئی اچھی خبریں نہیں آرہی تھیں ان حالات مسلمانوں کا بھروسہ صرف اپنے رب پر تھا یہی وجہ ہے کہ وہ کامیاب رہے۔

وہ پرآشوب دور تھا۔ نبی اکرم ﷺ ایک فتنے سے سر اٹھاتے تو دوسرا فتنہ تیار ہو جاتا۔ مشکلات کا یہ دور جہاں اسلام کی مقبولیت میں اضافے کا باعث بن رہا تھا وہیں مسلمانوں کو ایک پل کو بھی چین نہ تھا۔ وہ ایک لشکر کشی سے واپس مدینہ پہنچتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ فلاں عرب قبیلے نے مسلمانوں پہ حملے کے لیے کمر کس لی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا طرزِ حکومت ایسا تھا کہ آپ ﷺ کسی کو مدینے پہ فوج کشی کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ عربوں کا جو قبیلہ بھی سر اٹھاتا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کو اپنے سر پہ پاتا اور سہم جاتا اس لیے ایسی مہمات میں جنگ کے مواقع کم ہی پیش آئے بلکہ اکثر و بیشتر مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر سنتے ہی دشمن بھاگ کھڑا ہوتا۔ چنانچہ غزوہ دومۃ الجندل سے فراغت کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو مصطلق کا رئیس حارث

بن ابی ضرار مسلمانوں پہ لشکر کشی کے لیے ایک لشکر جرار جمع کر رہا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

حارث بن ابی ضرار کی دعوت پہ بدوی عرب قبائل سے ہزاروں افراد جمع ہو گئے تھے جن کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ مدینہ پہ غارت ڈالیں اور اگر ممکن ہو سکے تو نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ نقصان پہنچا سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حالات کا قریب سے جائزہ لینے کے لیے حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو روانہ کیا۔ حضرت بریدہ بن حصیبؓ نے نبی اکرم ﷺ کو ملنے والی اطلاعات کی تصدیق کر دی اور آنحضرت محمد ﷺ کو ثابت بن ابی ضرار کی جنگی تیاریوں سے آگاہ کیا۔

یہ واقعہ شعبان ۵ ہجری کا ہے۔ [31*]

چنانچہ سرکار دو عالم آنحضرت محمد ﷺ نے مجاہدین اسلام کو جہاد کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے والا ہر فرد نبی اکرم ﷺ کے ہر حکم کو قبول کرنے کے لیے ہر دم تیار رہتا تھا۔ چنانچہ جب مسلمان لشکر کی تیاری مکمل ہو گئی تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔، [32*]

علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے:

کہ مسلمانوں کے اس لشکر میں تیس گھڑ سوار تھے۔ جن میں دو گھوڑے خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے۔ [33*]

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے؛

اس غزوہ کے موقع پہ منافقین کی ایک بڑی تعداد بھی مال غنیمت کے لالچ میں اسلامی لشکر کے ہمراہ ہو گئی تھی۔ منافقین کا ذہن یہ تھا کہ اس معرکہ میں کوئی لمبا اور دشوار گزار سفر بھی درپیش نہیں اور مال غنیمت حاصل ہونے کے مواقع بھی کافی وسیع ہیں اس لیے عبداللہ بن ابی اور زید بن ابی صلت اپنے پورے گروہ کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھے جن کے دلوں میں برائی تھی۔

حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت عائشہؓ بھی اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

چنانچہ اسلامی لشکر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔

روحا کے مقام پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا۔

بنو عبد قیس کا ایک شخص مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور اُن سے دریافت کیا میں نے سنا ہے تم میں کوئی شخص ہے جس نے نبوت کا دعوہ کیا ہے۔

صحابہ نے اس شخص کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کے آنے کا مقصد پوچھا تو اُس نے کہا:

میں اس لیے آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں کہ آپ پہ ایمان لاؤں، آپ کی تصدیق کروں اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کے اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاؤں۔

نبی اکرم ﷺ اُس شخص کی اِن باتوں سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

تمام تعریفیں اسی ذات کو سزاوار ہیں جس نے تمھیں اسلام کا راستہ دکھایا۔

پھر اس شخص نے اسلام قبول کر لیا اور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟

اسلام قبول کرنے کے بعد میرے لیے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اول وقت میں نماز کا پڑھنا۔

صحابہ نے بیان کیا کہ؛

اُس کے بعد ہم نے اس شخص کو ہمیشہ اول وقت پہ ہی نماز پڑھتے دیکھا۔

اسی پڑاؤ میں مسلمانوں نے حارث بن ابی ضرار کے ایک جاسوس کو پکڑا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

اُس شخص نے انکار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے دشمن کے اس جاسوس کو قتل کر دیا۔

حارث بن ابی ضرار کو نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس کے بعد جب اُس کے جاسوس کے قتل ہونے کی اطلاع بھی اس کے لشکر میں پہنچی تو اس کے لشکر میں مسلمانوں کا خوف چھا گیا۔ وہ قبائل جو حارث بن ابی ضرار کے کہنے پہ مسلمانوں کے خلاف نکلے تھے رفتہ رفتہ اُس کا ساتھ چھوڑنے لگے اور جب مسلمانوں نے مریسیع کے چشمے پہ پڑاؤ کیا تو اپنی حماقت کی سزا بھگتنے کے لیے حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے سمیت وہاں اکیلا ہی رہ گیا تھا۔

مریسع کا چشمہ بنو مصطلق کا چشمہ تھا۔

اس لیے بعض مورخین نے اس غزوہ کے نام غزوہ بنو مریسیع بھی لکھا ہے۔

بنو مصطلق بنو خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور یہ لوگ بنی جزیمہ میں سے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ مہاجرین کا پرچم حضرت ابو بکر صدیق کو عطا فرمایا اور انصار کا پرچم حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد کیا۔

چشمہ مریسیع کے خیمہ پہ نبی اکرم ﷺ کے لیے ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ اور اُم سلمٰی تشریف فرما ہوئیں۔

روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عمر نے بنو مصطلق کو پکارا اور اُن سے کہا:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا اسی کے ذریعے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لو۔

اِن کے انکار پہ جنگ شروع ہو گئی۔

مگر جنگ نے زیادہ طول نہ پکڑا ابتدا میں دونوں اطراف سے کچھ تیر اندازی ہوئی پھر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا یکجان ہو کر سرعت کے ساتھ دشمن پہ ٹوٹ پڑو۔ چنانچہ مسلمانوں نے بنو مصطلق پہ شدید حملہ کر دیا جس کو برداشت کرنا اُن کے بس کا کام نہ تھا اس لیے جنگ جلد ہی ختم

ہوگئی اور دشمن مغلوب ہوگیا۔دشمن کے دس افراد ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔

قبیلے کے باقی ماندہ افراد کو عورتوں اور بچوں سمیت گرفتار کرلیا گیا۔

قبیلے کا سردار حارث بن ابی ضرار فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

کثیر تعداد میں مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا جن میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں شامل تھیں۔

قیدیوں میں حارث بن ضرار کی بیٹی برہ بھی شامل تھی۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کا شعار " **یا منصور امت** " تھا۔

جنگ ختم ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی ابو نھلہ کو فتح کی بشارت کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ چند روز مقام مریسیع پہ ٹھہرے پھر واپسی کے لیے کوچ کیا۔

شعبان ۵ ہجری ۔ بمطابق ۔۔۔ دسمبر 626ء

منافق اعظم، عبداللہ بن ابی

منافقین کے دل کی بیماری کا احوال اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے۔اُن کے دل میں جلتے آلاؤ کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس غزوہ میں جب مسلمانوں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی تو اُن کے حسد میں حد سے زیادہ اضافہ ہوگیا۔اُن کی امیدیں خاک میں مل گئیں اور اُن کے خواب خاک ہوگئے۔چنانچہ اس غزوہ سے واپسی کے سفر میں عبداللہ بن ابی اور اُس کے حواریوں نے اپنی منافقت کا کھل کے اظہار کیا اور مسلمانوں کو دکھ اور تکلیف سے دوچار کیا۔چنانچہ مسلمان ابھی چشمہ مریسیع پہ ہی تھے اور مدینہ واپس روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ منافقین نے پہلا فتنہ اٹھایا حضرت عمرؓ کا ایک غلام جہجاہ مسعود الغفاری چشمے سے پانی بھر رہا تھا۔جہجاہ کے ساتھ ہی سنان بن وبرا نامی ایک انصاری نے بھی اپنا ڈول چشمے میں ڈال رکھا تھا۔اِن دونوں کے ڈول آپس میں الجھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے یہ دونوں صحابی آپس میں الجھ پڑے۔

جہجاہ کی ایک ضرب سے سنان کے سر سے خون بہنے لگا۔

تب اُس نے جاہلیت کی پکار لگائی اور پکارا، یا معشر انصار:

اس کے جواب میں جہجاہ نے بھی جاہلیت ہی کی پکار لگائی۔

یاللمہاجرین، یاللقریش!

مسلمانوں کے یہ دونوں گروہ چشمے پہ پہنچ گئے اور تلواریں نکال لیں۔

قریب تھا کہ اُن میں تصادم ہو جاتا مگر چند صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ فرما دیا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ فوراً چشمے پہ پہنچے اور فرمایا:

تم لوگوں سے مجھے جاہلیت کی بو آ رہی ہے۔

کیا تم لوگوں کے دلوں میں اسلام نے روشنی نہیں کی۔

صحابہ اب شرمندہ تھے اور نبی اکرم ﷺ سے معافی مانگ رہے تھے۔

اس طرح نبی اکرم ﷺ کی بر وقت مداخلت سے حالات قابو میں آ گئے اور صحابہ نے اپنے جاہلیت کے رویے پہ شرمندگی کا اظہار کیا۔ تاہم منافقین کو اس معاملے کا اس طرح فرو ہو جانا پسند نہ آیا اور انھوں نے اپنی خباثت کا اظہار یوں کیا۔

عبداللہ بن ابی اپنے حواریوں کے درمیان مجلس سجائے بیٹھا تھا۔

اُس کے نتھنوں سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے سانپ پھنکارتا ہے اور اُس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا:

جیسی ذلت مجھے آج کے دن دیکھنے کو ملی ہے اتنی ذلت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

اُس نے اپنا رخ انصار مدینہ کی طرف کیا اور کہا:

یہ تم لوگ تھے جنھوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے اُن کی مدد کی۔ یہ لوگ دربدر تھے تم نے اِن لوگوں کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے۔

یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کے موٹا کرو تاکہ وہ ایک دن تمھیں ہی کاٹ لے۔ بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ زید بن ارقم جو ابھی چھوٹے ہی تھے وہ اُس مجلس کے ایک کونے میں دبکے بیٹھے تھے جس میں عبداللہ ب ابی یہ بکواس کر رہا تھا۔ جب عبداللہ بن ابی کی باتیں اُن کی برداشت سے باہر ہو گئیں تو وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچے اور عبداللہ بن ابی کی تمام باتیں آپ ﷺ کو بتا دیں۔

بنوخزرج سے بھی کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔

ماضی میں عبداللہ بن ابی بنوخزرج ہی کا حلیف تھا اس لیے بنوخزرج میں سے کچھ لوگ اُن کا دم بھرتے تھے۔

چنانچہ انھوں نے حضرت زید بن ارقم کی بات کو رد کیا اور کہا:

تم ابھی بچے ہو غالباً تم کو اُس کی بات سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ میری بات سن کے خاموش ہو رہے مگر جب بنوخزرج کے لوگوں نے میری بات کو جھٹلایا تو نبی اکرم ﷺ نے بھی مجھے جھٹلایا۔

خدا کی قسم! مجھے اس بات سے اتنا دکھ پہنچا کہ میں نے زندگی میں کبھی اتنا دکھ محسوس نہ کیا تھا۔

اسی روز جب حضرت عمر فاروق کو اس معاملے کا علم ہوا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ ایک درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے اور ایک لڑکا آپ ﷺ کی کمر دبا رہا تھا۔

حضرت عمر نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟

یارسول اللہ ﷺ خیریت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ہاں! خیریت ہے میں کل شام اونٹ سے گر گیا تھا اس لیے میری کمر میں کچھ درد ہے۔

حضرت عمر فاروق نے فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ! بات اب حد سے آگے بڑھ گئی ہے آپ ﷺ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، نہیں عمر رہنے دو!

میں نہیں چاہتا کہ لوگ کہنے لگیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور یہ ایک غیر معمولی حکم تھا کیونکہ عام طور پہ نبی اکرم ﷺ ایسے وقت میں کوچ نہ کرتے تھے وہ ایک جلتی دوپہر تھی جب نبی اکرم ﷺ نے کوچ کا حکم دیا۔

علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ:

ابھی عبداللہ بن ابی کی بکواس کا لشکر کے اکثر لوگوں کو علم نہ تھا۔

اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے کوچ کا حکم دیا تو حضرت اسید بن حضیرؓ اپنے اونٹ پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور انھوں نے اس بے وقت کوچ کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم نے نہیں سنا تمھارے ایک ساتھی نے کیا کہا ہے؟

حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! مجھے اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نہیں جانتا کہ کسی نے کیا کہا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

عبداللہ بن ابی نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد عزت والا ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے سنا اور فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ!

عزت کا مقام تو آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے اس لیے اگر آپ چاہیں تو مدینہ پہنچنے کے بعد اُس کو شہر سے نکال دیں۔

پھر کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اُس سے نرمی کا رویہ اختیار کریں اس لیے کہ جب آپ ﷺ مدینہ میں اترے تو لوگوں نے اُسے اپنا بادشاہ چن لیا تھا بلکہ اُس کا تاج بھی بن چکا تھا صرف ایک نگینہ یوشہ نامی یہودی کے پاس رکھا تھا جو شہر سے باہر گیا ہوا تھا مگر پھر آپ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نہ صرف اُس کو بھول گئے بلکہ اُس کی بادشاہت بھی گزرے کل میں دفن ہو گئی اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ نے اُس سے حکومت چھین لی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب لشکر کو کوچ کا حکم دیا تو اسکے بعد لشکر سارا دن چلتا رہا اگلی ساری رات بھی لشکر چلتا رہا پھر اگلا دن آ گیا مگر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو پڑاؤ کرنے کا حکم نہ دیا حتیٰ کہ جب دوپہر ڈھلنے لگی اور سورج کی روشنی جسموں کو چھیدنے لگی تب نبی اکرم ﷺ نے قیام کا حکم دیا۔

اس دوران سارا لشکر بری طرح تھک چکا تھا۔

اس لیے جس کو جہاں جگہ ملی وہ وہیں گر کے سو گیا۔

اس طویل سفر سے نبی اکرم ﷺ یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے کہ لوگ عبداللہ بن ابی کی بات کو بھول جائیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے اور لوگ دو دن کے مسلسل سفر کے دوران اس قدر تھک چکے تھے کہ انھیں کسی بات کا ہوش نہ تھا۔

جب لوگوں کی تھکاوٹ اتر گئی اور بنو خزرج کے لوگوں کو عبداللہ بن ابی کی اس بات کا علم ہوا تو وہ

اس کے پاس جمع ہوئے اور اُس سے اس بابت دریافت کیا۔

عبداللہ بن ابی سرے سے مکر گیا۔

تب بنوخزرج کے صحابہ نے کہا:

اگر تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کے اپنی صفائی پیش کرو ورنہ آئندہ ہم تمھاری کوئی بات نہیں مانیں گے۔ اپنی قوم کے دباؤ کی وجہ سے عبداللہ بن ابی مجبور ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسمیں کھانے لگا۔

قریش کے اُس نوعمر لڑکے (زید بن ارقم) نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے۔

دوسرے لوگوں نے بھی نبی اکرم ﷺ سے سفارش کی؛

یہ ہمارا ایک بوڑھا شخص ہے جو ایک مدت تک ہمارا سردار رہا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ اس بچے کے مقابل اس کی بات کو اہمیت دیں۔

اس دوران حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے میرے باپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے۔

بخدا! اگر آپ ﷺ کی یہی مرضی ہے تو آپ مجھے اس بات کا حکم دیں میں اُس کا سر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیتا ہوں۔ اگر آپ ﷺ نے کسی اور کو اس کام کا حکم دیا تو ممکن ہے میں اپنے باپ کے قاتل کو زمین پہ چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں میں اُس کو قتل کر دوں اور خود تباہ ہو جاؤں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا:

میں نے اس بات کا کوئی ارادہ نہیں کیا بلکہ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ مروّت سے ہی پیش آئیں گے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کوچ کا حکم دیا۔

حضرت زید نے روایت کی ہے کہ؛

ابھی ہم مدینہ نہ پہنچے تھے اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پہ ہی سوار تھے کہ میں نے آپ ﷺ کے چہرے پہ وحی کے آثار دیکھے اور میرے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کاش اللہ تعالیٰ عبداللہ بن ابی کی بات نبی اکرم ﷺ پہ کھول دے۔

اور اللہ تعالیٰ نے میری دُعا سُن لی۔

نبی اکرم ﷺ پہ اس وقت سورۃ منافقین کی یہ آیات نازل ہوئیں!

" یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المنافقون ؛ آیات 8)

ترجمہ؛

"اور لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینے میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا حالانکہ عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے مگر منافق یہ بات نہیں جانتے۔"

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

قرآن حکیم کی یہ آیات اترنے کے بعد اسلامی لشکر کے اکثر افراد یہ جان چکے تھے کہ عبداللہ بن ابی جھوٹا ہے اور اُس نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق یقیناً بکواس کی ہے۔ چنانچہ اس بات کا سب سے زیادہ دکھ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کو ہوا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ کے شہر

مدینے کے دروازے پہ پہنچ گیا۔

جب اُن کے منافق باپ عبداللہ بن ابی نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو حضرت عبداللہ نے اُن کو روک لیا اور شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔

عبداللہ بن ابی نے اپنے بیٹے سے کہا:

ابے او نالائق یہ کیا حرکت ہے؟

حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔

خدا کی قسم! تم لوگ اس وقت تک نبی اکرم ﷺ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اس بات کا اعتراف نہ کرلو کہ تم ذلیل ہو اور نبی اکرم ﷺ معزز ہیں۔ لوگوں نے آنحضرت محمد ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا:

عبداللہ سے کہو اسے شہر میں آنے دے۔

چنانچہ جب تک نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حکم نہ آ گیا حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر مدینہ کے دروازے پہ روکے رکھا۔ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے سچے صحابی تھے اور منافقین کی روش سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا۔

مدینہ کو واپسی

اس غزوہ سے واپسی پر اسلامی لشکر کے ساتھ جو دیگر واقعات پیش آئے وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں اس لیے یہاں اُن کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔جب مسلمان لشکر ابھی مدینہ سے کئی منزل کی مسافت پہ تھا تب اچانک ہی آسمان کا رنگ بدل گیا اور تھوڑی دیر میں ہر طرف تیز آندھی چلنے لگی،آندھی اتنی شدید تھی کہ آنکھیں کھولنا دشوار ثابت ہو رہا ہے۔کسی کو کوئی پتا نہ چلتا تھا کہ اُس کا ساتھی کہاں ہے۔

لوگوں نے اس شدید آندھی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سمجھا اور کئی صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ بھی کیا۔

بعض نے کہا:

نبی اکرم ﷺ اور عینیہ بن حصین کے درمیان معاہدہ ختم ہونے والا ہے ممکن ہے اُس نے شہر مدینہ پہ غارت ڈال دی ہو اور اُن کے بچوں اور عورتوں کو نقصان پہنچایا ہو۔

کچھ نے خیال ظاہر کیا کہ!

اتنی شدید آندھی یونہی بلاوجہ نہیں آئی ہے بلکہ یقیناً کہیں کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔

جب یہ باتیں نبی اکرم ﷺ تک پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مسلمانوں کو یہ بات زیبا نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کی موجودگی میں وہ مایوس ہو جائیں۔

بخدا! جب تک ہم لوگ شہر مدینہ سے باہر رہے اللہ کے فرشتے مدینہ کے ہر دروازے پہ پہرہ دیتے رہے اور کوئی طاقت اس بات کی جرأت نہیں کر سکتی کہ وہ مدینہ پہ حملہ کرے۔

جن لوگوں نے کہا ہے کہ اتنی شدید آندھی بلا وجہ نہیں آئی تو انھوں نے درست کہا اس لیے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اللہ کا ایک بہت بڑا دشمن اور منافقوں کا سردار زید بن رفاعہ ابن تابوت ہلاک ہو گیا ہے۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے یہ خوشخبری سنی تو مطمئن ہو گئے۔

تاہم وہ لوگ جن کا تعلق منافقین سے تھا اُن کے دل بیٹھ گئے اور وہ مایوس ہو گئے کہ مایوسی ہی دراصل ایسے لوگوں کا مقدر ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ عبداللہ بن ابی کے پاس گئے اور کہا:

ارے او دشمن خدا!

تم نے سنا ہے کہ اللہ نے تمھارے ایک ساتھی سے ہم کو نجات دے دی ہے اور اللہ کے دشمنوں کو کمزور کر دیا ہے۔

صحابہ نے بیان کیا کہ!

عبداللہ بن ابی کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ نہایت مایوس دکھائی دیتا تھا۔

■ ■ ■ ■

اغلب یہی ہے یہ اُس آندھی کے بعد کا واقعہ ہے جب آندھی تھمی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کی اونٹنی کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا:

دیکھو میری اونٹنی کہاں چلی گئی ہے۔

اُسی مجلس میں ایک منافق زید بن لصیت بھی بیٹھا تھا۔

اُس نے اپنی ساتھی سے کہا:

یہ تو کہتے ہیں کہ مجھے غیب سے خبریں آتی ہیں تو انھیں اپنی اونٹنی کا پتا کیوں نہیں چلتا۔

کئی انصاری صحابہ نے اس منافق کی بات سنی اور وہ غصے سے کھول اٹھے۔

یاد رہے کہ آسانی سے یہ بات معلوم نہ ہوتی تھی کہ کون منافق ہے اور کون حقیقی مسلم ہے اس لیے صحابہ کو اکثر اوقات پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا جب وہ کسی ایسے ساتھی سے نبی اکرم ﷺ کے خلاف بات سنتے جس سے اُن کو یہ توقع نہ ہوتی۔اور غالبًا یہی صورت حال اُس وقت نبی اکرم ﷺ کے ایک مکرم صحابی حضرت اسید بن حضیرؓ کو پیش آئی تھی کیونکہ اُس منافق نے انھی کو مخاطب کیا تھا۔

حضرت اسید بن حضیرؓ اُس شخص کی بات سن کر پہلے تو ششدر رہ گئے پھر غصے سے کھول اٹھے اور اُس سے کہا:

ارے او دشمن خدا!

تم منافق ہو خدا کی قسم اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں تمھارے ساتھ کبھی کسی درخت سائے میں بھی اکٹھا نہ ہوتا۔

پھر آپ نے اُس منافق سے کہا:

میری نظروں سے دور ہو جا.

خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ کی محفل کا احترام میرے پیش نظر نہ ہوتا تو میرا نیزہ اب تک تمھارے خون کے ذائقے سے آشنا ہو چکا ہوتا۔

وہ منافق وہاں سے اُٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچ گئی کہ کچھ منافقین نے اونٹنی کی گمشدگی کے متعلق کیا بکواس کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور راسخ العقیدہ صحابی سہم گئے کہ کہیں انھیں اللہ کے عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے؛

کہ تب صحابہ نے اُس منافق کے قتل کا فیصلہ کر لیا اور لوگ اونٹنی کو چھوڑ کر اُس منافق کو تلاش کرنے لگے جو کہیں چھپ گیا تھا۔ اُس منافق کو اُس کے ساتھیوں نے خبر دے دی تھی کہ صحابہ اُس کو قتل کرنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔

اُس بد بخت کو جب اور کوئی جائے عافیت دکھائی نہ دی تو وہ امان حاصل کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی دوڑا۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو صحابہ نے اُسے پکڑ کے ایک طرف بٹھا دیا کیونکہ صحابہ کو احساس ہو چکا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ بدل گیا اور آپ ﷺ پہ وحی اتر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

منافقوں میں سے ایک شخص نے سنا کہ رسول اللہ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے تو اُس نے کہا انھیں اللہ نے کیوں نہ بتا دیا کہ اونٹنی کہاں ہے تو خدا کی قسم حق تعالیٰ نے مجھے آگاہ کر دیا ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے حالانکہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ میری اونٹنی سامنے اُس گھاٹی میں جو تمھارے سامنے ہے کوئی جائے اور اُس کی نکیل چھڑائے جو ایک درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی ہے یہ سنتے ہی لوگ گھاٹی کی طرف دوڑے۔

اور انھوں نے اونٹنی کو اُسی حالت میں پایا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

یہ ایک ظاہر معجزہ تھا جس نے اُس منافق کو ششدر کر دیا تھا وہ دل سے نادم تھا چنانچہ اُس نے اللہ کے رسول محمد ﷺ سے معافی مانگی ۔

نبی اکرم ﷺ نے اُسے معاف کر دیا۔

اُس نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اس سے قبل میں مسلمان نہ تھا خدا کی قسم سے اس سے قبل تو میں نے صرف مکر کیا ہوا تھا۔لوگوں نے کہا کہ اگرچہ اُس کے بعد وہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا مگر وہ ایک بزدل شخص تھا اور عربوں میں بزدلی سے بڑا عیب کوئی نہ تھا۔

■ ■ ■ ■

اس غزوہ سے فراغت کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو چند دن بعد قبیلہ بنومصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

میری بیٹی آپ کے قبضے میں ہے میں اُس کا فدیہ لے کے آیا ہوں تا کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ احسان فرمائیں اور اُسے آزاد کردیں۔اس سے قبل جب وہ فدیہ لے کر وادیٔ عتیق میں اترا تو اُس نے دیکھا کہ فدیے کے لیے جو مال وہ اپنے ساتھ لے کر آیا ہے اُس میں دو اونٹ بہت اعلیٰ نسل کے ہیں اور بہت عمدہ دکھائی دیتے ہیں۔اُس کے دل میں لالچ نے جنم لیا اور اُس نے اِن دو اونٹوں کو گلے سے الگ کرلیا۔اس کے بعد اُس نے اِن دونوں کو اونٹوں کو گھاٹی کی ایک محفوظ جگہ پہ چھپایا اس کا خیال یہ تھا کہ جب وہ واپس آئے گا اِن کو ساتھ لیتا جائے گا مگر اللہ کو اُس کی بھلائی مقصود تھی۔

اس لیے جب اُس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا!

دیکھئے میں یہ مال اپنی بیٹی کے فدیہ میں آپ ﷺ کو پیش کرنے کے لیے لایا ہوں آپ ﷺ اس کو قبول کریں اور میری بیٹی کو آزاد کردیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس مال کی طرف ایک نظر اٹھائی اور پھر مسکراتے ہوئے ہوئے حارث کی طرف دیکھا اور فرمایا:

دیکھو! حارث عمدہ مال تو تم وادیٔ عتیق کی گھاٹی میں چھپا آئے ہو اور ناقص مال ہمارے لیے

لے آئے ہو۔ وہ اونٹ جو تم نے گھاٹی میں ایک پتھر کے ساتھ باندھے ہیں انھیں بھی لے آؤ اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔

حارث کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔

اُس کے دل کی ترتیب بدل چکی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وادئ عتیق میں چھپائے گئے اونٹوں کے متعلق صرف وہ جانتا تھا اور دنیا کا کوئی شخص اس امر سے آگاہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ قلعہ جو سات سو سواروں سے فتح نہ ہو سکا نبی اکرم ﷺ کی ایک مسکراہٹ سے فتح ہو گیا اور حارث کہہ اٹھا۔

خدا کی قسم! اس امر سے اللہ کا نبی ہی آگاہ ہو سکتا ہے جس کو میرے سوا اور کوئی نہ جانتا تھا اس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اُس کے اسلام لانے پہ بہت مسرور ہوئے۔

اُن کی بیٹی جس کا نام برہ تھا نے اسلام قبول کر لیا تھا نبی اکرم ﷺ نے اُن کا نام جویریہ رکھا اور اُن کو نکاح کی دعوت دی۔ جسے حارث بن ابی ضرار کی بیٹی نے اپنا بخت خیال کیا اور قبول کیا اس طرح وہ نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں اور امت کی ماں قرار پائیں۔ اس واقع کی جزئی تفصیلات اپنے مقام پہ عرض کی جائیں گی۔ انشاء اللہ

اسی سفر کے دوران نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے آپس میں گھڑ دوڑ بھی کی اور اونٹوں کو بھی باہم دوڑایا۔

حضرت بلالؓ نے آنحضرت محمد ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کو دوڑایا اور کوئی اونٹنی قصویٰ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی اس لیے وہ سب سے آگے رہی۔

اسی دوران صحابہ نے گھوڑوں کی دوڑ میں بھی حصہ لیا ۔

اس دوڑ میں بھی نبی اکرم ﷺ کا گھوڑا ظرب سب سے آگے نکل گیا صحابہ خوش ہو گئے۔ قریب تھا کہ مقابلہ ختم ہو جائے کہ ایک دیہاتی اپنی اونٹنی پہ سوار آیا اور مسلمانوں سے کہا کوئی شخص میری اونٹنی کو شکست نہیں دے سکتا۔

صحابہ کو غصہ آ گیا کیونکہ وہاں حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی غضبا بھی موجود تھی۔

چنانچہ صحابہ نے ایک بار اپنے اونٹوں کو دوڑایا تو وہ دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی سے بھی بازی لے گیا۔

صحابہ کو یہ بات بہت بری لگی اور وہ افسردہ سے ہو گئے۔

یہ دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

”اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر کر دی ہے کہ ہر عروج کو زوال ہے“۔

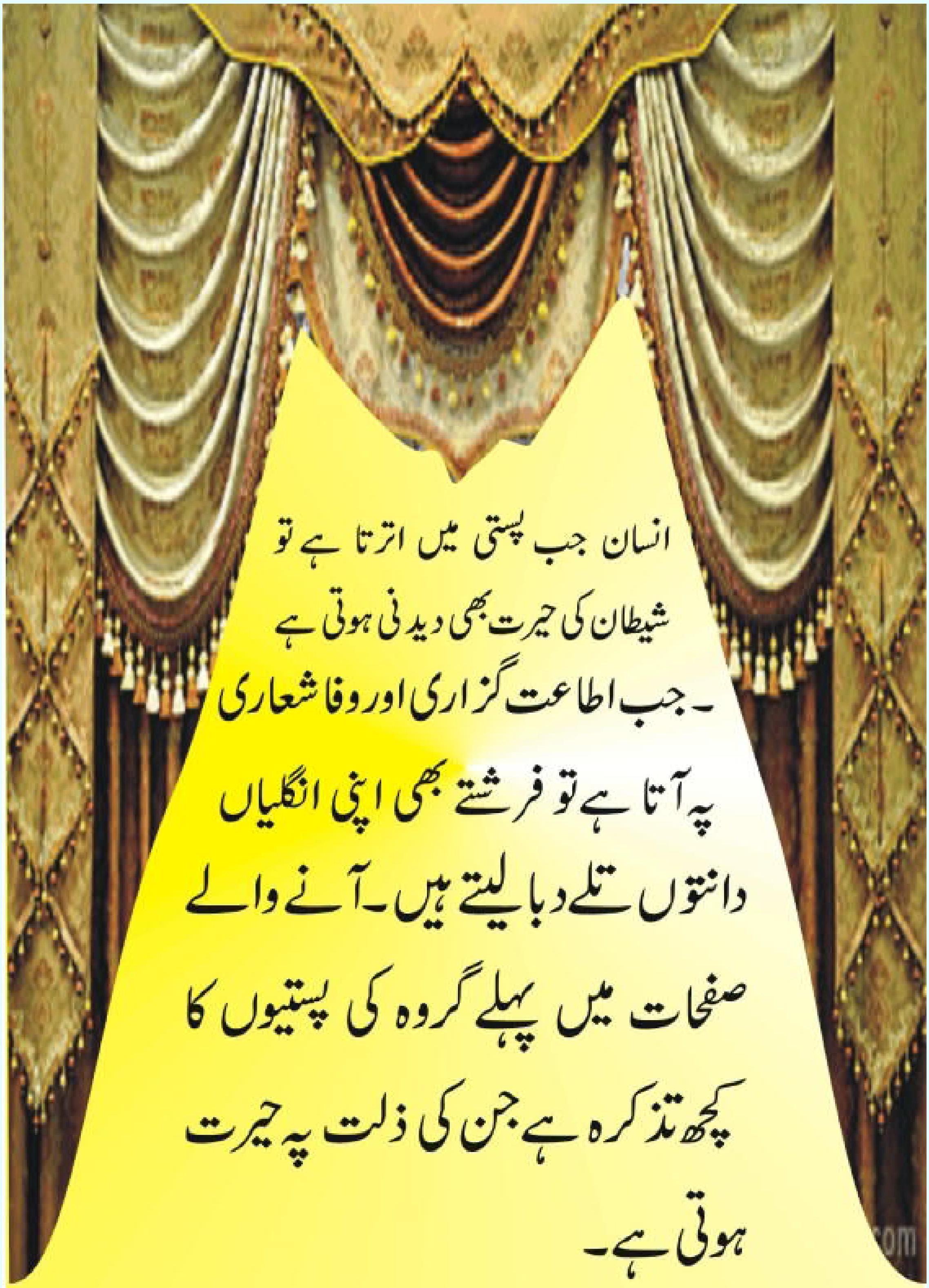
انسان جب پستی میں اترتا ہے تو
شیطان کی حیرت بھی دیدنی ہوتی ہے
۔جب اطاعت گزاری اور وفا شعاری
پہ آتا ہے تو فرشتے بھی اپنی انگلیاں
دانتوں تلے دبا لیتے ہیں۔آنے والے
صفحات میں پہلے گروہ کی پستیوں کا
کچھ تذکرہ ہے جن کی ذلت پہ حیرت
ہوتی ہے۔

۲ شعبان ۵ ہجری بمطابق 28 دسمبر 626ء

واقعہ افک

غزوہ بنو مصطلق کا ایک نہایت اہم واقعہ ہم نے زمانی ترتیب کے مطابق بیان کرنے سے اس لیے گریز کیا کہ وہ واقعہ نہایت ہی اہم ہے۔ جس نے نہ صرف نبی اکرم ﷺ کو دکھ دیا بلکہ پوری امت کو آج تک منافقین پہ غیظ و غضب کا جواز فراہم کیا۔ منافقین کے دل کی بیماری اُن کی نا آسودہ حسرتوں کا عکس تھی۔ منافقین کا وہ گروہ روح زمین پہ بسنے والے انسانوں میں بدترین لوگوں کا گروہ تھا۔ اُن کا سرخیل عبداللہ بن ابی تھا۔ جس کے دل سے یثرب کا بادشاہ بننے کی خواہش کبھی نہ مٹی حتیٰ کہ وہ قبر میں جا اترا۔ زندگی میں اُس کی اِس حسرت نے اُسے ایک پل کو بھی چین نہ لینے دیا۔ وہ جانتا تھا کہ مدینہ کی بادشاہت اُس سے محض چند قدموں پر تھی جب رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدم مدینہ میں پڑے۔ جب وہ اہل مدینہ کا نامزد بادشاہ تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اللہ کے نامزد بادشاہ تھے۔ اس لیے کہ کوئی بھی پیغمبر جب زمین پہ اپنے قدم رکھتا ہے تو قوت و اقتدار کو اُس کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر زمینی حقائق اس طرح کروٹ نہ لیں کہ تمام قوتیں پیغمبر کے ہمراہ ہو جائیں تو پیغمبر

لوگوں میں عدل کس طرح کرسکتا ہے اور اللہ کے پیغمبر تو زمین پہ اتارے ہی اس لیے جاتے ہیں کہ وہ لوگوں میں عدل قائم کریں۔ چنانچہ مدینہ کے اہم قبائل اوس وخزرج نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی خوشی کیساتھ نہ صرف خود پہ حکمران تسلیم کیا بلکہ اُن کی لائے ہوئے پیغام کو بھی صدق دل سے قبول کیا اور اپنی دنیا اور آخرت سنوار لی۔

چنانچہ اُس گھڑی سے عبداللہ بن ابی کے دل میں اُس حسد نے راہ پائی جس کی بدولت اُسے تاریخ نے ہمیشہ ایک ذلیل شخص کے طور پہ زندہ رکھا اور آخرت میں اللہ کے مہیب عذاب اُس کا مقدر ٹھہرے۔

نبی اکرم کو ﷺ مدینہ میں اترے زیادہ وقت نہ گزرا تھا جب عبداللہ بن ابی کے پورے قبیلے نے اسلام قبول کرلیا تو مجبوراً اُسے بھی کلمہ پڑھنا پڑا۔

مگر اسلام قبول کرنے کے باوجود اُس کے دل کا اندھیرا ہمیشہ بڑھتا ہی رہا۔

رفتہ رفتہ اُس نے اپنے گرد اپنے جیسے خبیث لوگوں کا پورا گروہ تیار کرلیا۔

یہ لوگ مسلمانوں سے الگ رہتے، الگ بیٹھتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی حسرتوں کو کبھی پورا نہ ہونے دیا اور اسلام دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔

غزوہ بنی مصطلق میں بھی جب مسلمانوں نے ایک آسان سے معرکے کے بعد بغیر کسی نقصان کے کثیر مال غنیمت حاصل کیا اور اس کے بعد جس طرح قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے اسلام قبول کیا اور اپنی بیٹی حضرت جویریہ کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا تو منافقین کے دلوں میں دبا زہر ابلنے لگا۔

منافقین نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ وہ جس طرح بھی ہوسکے مسلمانوں کو زِک پہنچاسکیں اسی لیے تو غزوہ بنی مصطلق میں انھوں نے ایک چھوٹے سے غیر اہم واقعے کو اس طرح اچھالا کہ منافقین کے ساتھ ساتھ بعض سادہ لوح مسلمان بھی اُن کی بات پہ یقین کر بیٹھے اور اللہ کے عذاب کو مول لیا۔

مورخین نے اس واقعے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ معمول کی ایک بات تھی اور اُس طرح کے سفری نظام ایسی باتیں عام طور پہ پیش آتی رہتی تھیں جس میں حیرت کا کوئی امر نہیں تھا۔

مگر منافقین نے ذلت کی اُس انتہا کو چھوا جس کے بعد اُن کو اللہ کے عذاب میں مبتلا دیکھنا ہر مسلمان کی دلی خواہش بن گئی۔

محدثین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالے تحریر کیا ہے کہ!

اللہ کے پیغمبر آنحضرت محمد ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اگرچہ اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دی اور اُن کی مدافعت میں اپنا خون بہایا مگر عرب تھے کہ وہ اہل مدینہ کی اس سعادت سے حسد کے باعث چاہتے تھے کہ اُن کو فنا کر دیں اس لیے گاہے بگاہے کوئی نہ کوئی عرب قبیلہ مدینہ پہ حملہ کرنے کی تیاری کرتا ہی رہتا۔

دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کسی قبیلے کو اس بات کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے کہ وہ مدینہ پر حملہ کرے اس لیے اکثر و بیشتر نبی اکرم ﷺ اِن عربوں کی سرکوبی میں مشغول رہا کرتے۔ جس کے نتیجے میں آپ ﷺ مدینے میں کم قیام کرتے اور صحابہ کے ہمراہ دشمنوں کے تعاقب میں زیادہ رہتے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عام طور پہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کو کوئی مہم درپیش ہوتی تو ہم یعنی ازواج مطہرات میں قرع اندازی کی جاتی جس کا قرع نکل آتا اُسے نبی اکرم ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا۔

غزوہ بنی مصطلق میں بھی ایسا ہی ہوا اور قرع میرے نام نکلا جس سے لامحالہ مجھے خوشی حاصل ہوئی۔ جنگ ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کچھ دن قیام کے بعد نبی اکرم ﷺ نے واپسی کا قصد کیا۔ ابھی ہم مدینے سے دور تھے کہ ایک رات کے پچھلے پہر جب ہمارے قافلے نے کوچ کرنا تھا تو میں لشکر کی دیگر خواتین کے ساتھ رفع حاجت کے لیے مستقر سے دور گئی ہوئی تھی مگر جب میں واپس لشکر گاہ میں پہنچی تو میں نے پایا کہ میرے گلے میں میرا

موتیوں کا ہار نہیں ہے۔

میں پریشان ہوگئی اور اُس جگہ کی طرف چل دی جہاں ہم گئیں تھیں۔

میں وہاں پہنچی تو میرا ہار وہاں پڑا تھا میں نے اسے اٹھایا اور واپس روانہ ہوئی۔

لشکر گاہ میں پہنچی تو دیکھا کہ میرا قافلہ تو کوچ کر چکا ہے۔

دراصل کئی لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے اُس روز بھی انھوں نے میرا ہودج اٹھایا اور اونٹ پہ رکھ دیا ہوگا اور انھیں احساس ہی نہ ہوسکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں اس لیے کہ اُن دِنوں میں کم سن تھی اور میرا وزن بھی زیادہ نہ تھا۔

تاہم میں زیادہ پریشان نہ ہوئی کہ جب وہ قیام کریں گے اور مجھے نہ پائیں گے تو کوئی نہ کوئی ضرور میری تلاش میں آئے گا۔

چنانچہ میں اُسی جگہ لیٹ گئی اور میری آنکھ لگ گئی۔

حضرت صفوان بن معطلؓ ہمیشہ لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ اگر کسی کی کوئی چیز گرگئی ہوتو وہ اُسے محفوظ کرسکیں۔

جب وہ اُس جگہ سے گزرے جہاں میں سوئی ہوئی تھی اور انھوں نے مجھے دیکھا تو رُک گئے اور وہ جان گئے کہ میں لشکر سے پیچھے رہ گئی ہوں۔

بے ساختہ اُن کے منہ سے نکلا، **انا للہ و انا علیہ راجعون**

اُن کی اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور تب پردے کی آیات نازل ہوچکی تھیں اس لیے میں نے فوراً ہی اپنے منہ کو اپنے پلو سے ڈھانپ لیا۔

مگر چونکہ پردہ کی آیات نازل ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے اس لیے انھوں نے مجھے پہچان لیا تھا۔ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی بلکہ انھوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور کہا! سوار ہوجایئے۔

اس کے بعد انھوں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور سفر پہ روانہ ہوگئے۔

دوپہر سے کچھ پہلے ہی ہم نے اپنے قافلے کو پالیا۔

قافلے کے اس سرے پہ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ فروکش تھا۔

اُس نے جب رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ کو حضرت صفوان کے ساتھ آتے دیکھا تو ایک شیطانی خیال نے اس کے ذہن میں جنم لیا۔

اور اس کا اظہار اُس نے اپنے ساتھیوں سے کر دیا۔

اُس کے ساتھی بھی اُسی طرح کے خبیث اور خوفِ خدا سے عاری تھے جس طرح کہ خود عبداللہ بن ابی رذالت کی انتہا پہ تھا۔

چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ پہ بہتان طرازی کی۔

اس کے بعد یہ قافلہ مدینہ جا پہنچا۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت عائشہؓ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔

حضرت عائشہؓ خود اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ!

جب میں مدینہ پہنچی تو مجھے بخار ہو گیا اور میں ایک مہینہ تک اس میں مبتلا رہی۔

لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے مگر مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔

سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے رویہ میں کچھ سرد مہری محسوس کی کہ اُن کے انداز میں پہلے کی سی وارفتگی مفقود تھی۔ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے مگر وہ مجھ سے کم کلام کرتے اور صرف احوال دریافت کرنے پہ اکتفاء کرتے اگرچہ یہ آپ ﷺ کا معمول نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرے شفاء عطا کی اور ایک رات میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے نکلی۔ اُن دِنوں رفع حاجت کے لیے ہم لوگ گھروں سے باہر دور ویرانوں کی طرف ہی جایا کرتے تھے کیونکہ ابھی گھروں میں بیت الخلا بنانے کا رواج نہ ہوا تھا۔

ہم دونوں جنگل سے واپس ہوئیں تو اُم مسطح کا پاؤں اُن کی چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں۔

اور اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا؛

مسطح ہلاک ہو۔

میں نے اُن سے کہا:

تم نے اپنے بیٹے کے لیے اتنا براکلمہ استعمال کیا ہے حالانکہ وہ بدری ہیں۔

اس پہ اُم مسطح نے حیرت سے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور کافی دیر دیکھتی رہیں پھر مجھ سے استفسار کیا؟

کیا تمھیں نہیں معلوم اُس نے تمھارے بارے میں کیا بکواس کی ہے۔

میں نے کہا! نہیں

تب پہلی بار اُم مسطح نے مجھے اُس بات سے آگاہ کیا جس سے پورا مدینہ آگاہ تھا اور صرف میں ہی تھی جسے کچھ علم نہ تھا حالانکہ وہ بات میرے ہی بارے میں کہی گئی تھی۔

اور میں تو جیسے حیرت سے ششدر رہ گئی۔

میری بیماری عود کر آئی اور میں گھر پہنچتے پہنچتے پھر سے بخار میں پھنکنے لگی۔

اور میں یہ بھی جان گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے رویہ میں وہ سرد مہری کیونکر در آئی ہے۔ اگلے روز صبح کے وقت ہی رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور معمول کے مطابق میرا حال دریافت کیا۔

وہ سرد مہری بدستور آپ ﷺ کے لہجے میں موجود تھی۔

میں نے اپنا حال بتانے کی بجائے نبی اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔

میں کچھ دنوں کے لیے اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اس میں کوئی حرج نہیں! اور تشریف لے گئے۔

پھر میں اپنے والدین کے گھر چلی آئی اور میں نے سب سے پہلے اپنی ماں سے پوچھا کہ لوگ جو باتیں کر رہیں اُس کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے؟

میری ماں نے دلاسہ دیتے ہوئے مجھ سے کہا:

جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور اُس کا شوہر اُس کو محبوب بھی رکھے اور اُس کی سوتنیں بھی موجود ہوں تو اس طرح کی باتیں ہو جایا کرتی ہیں تم فکر مت کرو۔

میں نے اپنی ماں سے پھر سوال کیا؟

کیا اس بات کے بارے میں میرے باپ ابو بکر بھی آگاہ ہیں تو انھوں نے مختصر جواب دیا۔

سارا مدینہ ہی آگاہ ہے۔

میں سہم سی گئی اور اپنے مقدر کی اس کروٹ پہ حیران رہ گئی چونکہ میں جانتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں اس لیے مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو جلد ہی میری بے گناہی پہ مطلع فرمادیں گے۔

مگر کافی دن گزر گئے اور نبی اکرم ﷺ پہ وحی موقوف رہی۔

میرے دن رات اس طرح گزرتے کہ میں نہ رات کو سوتی اور نہ ہی دن کو میری آنکھ لگتی۔

نہ میرے آنسو خشک ہوتے اور نہ میرے مقدر کا اندھیرا دور ہوتا۔

دوسری طرف نبی اکرم ﷺ الگ سے پریشان تھے۔

ایک دن جب نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں اہل مدینہ کے اکثر صحابہ موجود تھے تو آپ ﷺ نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا! میں اپنے اہل کے لیے بجز خیر کے کچھ نہیں جانتا اور مجھے اُن کی کسی غلطی کا علم نہیں ہے۔

اہل مدینہ کے تمام مسلمان بھی نبی اکرم ﷺ کے اس دکھ کو محسوس کر رہے تھے اس لیے جب آپ ﷺ نے اُن سے اس بات کا تذکرہ کیا تو سب سے پہلے حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ!

آپ حکم کریں کہ جس شخص نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اگر تو وہ قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اُس کی گردن ماردیں گے اور اگر وہ بنوخزرج سے ہے تب بھی اُس کی گردن ماردی جائے گی۔

حضرت سعد بن عبادہ جو اگرچہ بہت ہی راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور بڑے صالح آدمی تھے مگر اُس روز اُن کی جاہلی عصبیت نے زور کیا اور وہ حضرت سعد بن معاذ کی بات کو برداشت نہ کر سکے اور کہہ اٹھے؛

ایسا ہرگز نہ ہوگا اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ اُس کا تعلق قبیلہ بنوخزرج سے ہے اور اگر وہ قبیلہ اوس سے ہوتا تو تم ایسی بات نہ کرتے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دیا اور فرمایا:

خدا کی قسم! تب بھی ایسا ہی ہوتا۔

پھر اِن دونوں سرداروں کے درمیان تکرار شروع ہوگئی اور اصل معاملہ دب کے رہ گیا۔قبیلہ بنو خزرج اور بنواوس کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تلخ کلامی پہ اتر آئے اور قریب تھا کہ اُن کے مابین ایک بار پھر دورِ جاہلیت کی طرح تلوار چل جاتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو پکارا اور فرمایا:

تم لوگ جاہلیت کی باتیں کر رہے ہو حالانکہ اللہ کا رسول تمھارے درمیان موجود ہے۔

بنواوس اور بنوخزرج کے بڑے بوڑھوں نے بھی اپنے نوجوانوں کی سرزنش کی اور اُن کو جاہلیت سے رُک جانے کو کہا:

اس طرح بنواوس اور بنوخزرج تو ایک دوسرے سے نہ الجھے اور یہ معاملہ ٹھنڈا ہوگیا مگر اصل معاملہ اپنی جگہ پہ قائم رہا جس کی بنا پہ رسول اللہ ﷺ اذیت محسوس کر رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے قریبی صحابہ سے اس بارے میں مشاورت فرمائی۔

آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق کو طلب کیا اور کہا:

عمر تم اُس بات کو جانتے ہو جو عبداللہ بن ابی نے کی ہے اس بارے میں مجھے رائے دو؟

حضرت عمر نے فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہوں اس لیے جو بات میرے کان سنیں میں صرف اُسے بیان کرتا ہوں جو کچھ میری آنکھیں دیکھیں میں اُسے ہی حقیقت سمجھتا ہوں اور اسے بیان کرنے میں کوئی ملاوٹ نہیں کرتا۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کو اس بات سے بھی محفوظ رکھا ہے کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر پہ مکھی بھی بیٹھے جو نجاستوں پہ گرتی ہے اور اُن سے آلودہ ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس قدر اہتمام کیا ہے کہ آپ کو اتنی سی آلائش سے بھی محفوظ رکھے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کی کوئی بیوی کسی فحش حرکت میں ملوث ہو اور اللہ اسے برداشت کرے۔

حضرت عمر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری بات کو بہت پسند کیا اور آپ ﷺ کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی جسے ہم نے کئی دِنوں سے نہیں دیکھا تھا۔

اس ضمن میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اپنی رائے دیتے ہوئے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

آپ حضرت عائشہ کو خود سے جدا نہ کریں خدا کی قسم ہم نے تو اُن میں ہمیشہ خیر اور اچھائی ہی پائی ہے"۔

حضرت علی کرم علی وجہہٗ نے فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ

"آپ کو عورتوں کی کیا کمی ہے اگر آپ چاہیں تو اُن سے الگ ہوجائیں اور اُن کی جگہ کسی اور عورت سے نکاح کرلیں"۔

پھر حضرت علی نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بھی کہا کہ:

یارسول اللہ ﷺ! آپ بریرہ سے اُن کے بارے میں پوچھیں۔

بریرہ اُن کی خدمت کرتی رہی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ کی لونڈی بریرہ کو طلب کیا گیا اور اُس سے حضرت عائشہؓ کے متعلق دریافت کیا گیا۔

حضرت بریرہ نے کہا:

خدا کی قسم! میں نے اُن میں بجز بھلائی کے اور کچھ نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ کم عمری کی وجہ سے کبھی کبھی وہ گوندھا ہوا آٹا یونہی چھوڑ کے سو جاتی ہیں جس کو بکری کھا جاتی ہے۔

بخدا! میں حضرت عائشہ کو اُسی طرح جانتی ہوں جس طرح سنارا اپنے تبر کے بارے میں جانتا ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبیؒ حضرت علی کے بارے میں یہ روایت بھی لائے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اس معاملے کی بابت حضرت علی سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

میں نے جانا کہ ایک بار ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے نعلین مبارک پہن رکھے تھے پھر دوران نماز آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتار دیئے تو ہم سب نے آپ ﷺ کی اقتداء میں جوتے اتار دیئے۔

نماز کے بعد ہم نے آپ ﷺ سے اس بابت دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے ہم کو بتایا کہ دراصل میرے جوتے کے ساتھ کچھ غلاظت لگی ہوئی تھی جس کی اطلاع مجھے حضرت جبرائیل نے کی اور میں نے جوتے اتار دیئے تو یارسول اللہ ﷺ جب آپ کا رب اتنی سی بات بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ کے جوتے کے ساتھ کچھ غلاظت لگی رہ جائے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی کوئی زوج غلاظت میں ملوث ہو اور آپ کا رب آپ ﷺ کو اس امر سے مطلع نہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ غالباً کئی روز تک لوگوں سے مشورے کرتے رہے ہوں گے اس لیے کہ مورخین

نے بیان کیا ہے آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی دیگر ازواج سے بھی اس بابت مشاورت کی۔

چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے اس بارے میں حضرت زینب بنت جحشؓ کی رائے دریافت کی تو انھوں نے بھی حضرت عائشہ کی برأت ظاہر کی۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ! میرے کان بہرے ہو جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے سنا ہے اگرچہ میں نے کچھ نہیں سنا اور میری آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے کچھ دیکھا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اُن کے متعلق کچھ بھی نہیں دیکھا بجز خیر اور بھلائی کے۔

شہر مدینہ کے عام شہریوں کا خیال بھی ایسا ہی تھا وہ حضرت عائشہ کو معصوم سمجھتے تھے اور منافقین کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ:

حضرت ابوایوب نے دُکھ کے ساتھ اپنی بیوی سے کہا کہ تم جانتی ہو منافقین رسول اللہ ﷺ کی بیوی کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔

انھوں نے کہا! ہاں میں جانتی ہوں مگر ابوایوب ذرا سوچو تو سہی کہ اگر صفوان کی جگہ تم ہوتے تو تم رسول اللہ ﷺ کی بیوی کے بارے میں برا سوچ سکتے تھے۔

حضرت ابوایوب نے جواب دیا:

بخدا! کبھی نہیں۔

اُم ایوب نے کہا:

اور اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو بخدا! کسی برائی کا خیال بھی میرے دل سے کبھی نہ گزرتا۔ تو ذرا سوچو عائشہ درجے میں مجھ سے بہت بلند ہیں اور صفوان درجے میں تم سے بلند ہیں اس لیے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اُن کے دل میں برائی نے جنم لیا ہو۔ اس لیے یقین کرو کہ اِن منافقین

کو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے جنھوں نے اللہ کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے اور جو صریحاً جھوٹے لوگوں کا گروہ ہے۔

اب ہم حضرت عائشہ کی اُس روایت کا باقی حصہ بیان کرتے ہیں جس کا کچھ حصہ اس سے قبل سے بیان ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میرے شب و روز گریہ زاری میں گزر رہے تھے۔

کبھی میرے باپ حضرت ابو بکرؓ میرے پاس آ بیٹھتے مگر منہ سے کچھ نہ کہتے بس میرے ساتھ مل کے رونے لگتے اور کچھ دیر رونے کے بعد اُٹھ کر چلے جاتے۔

اس کے بعد میری ماں آجاتی اور رونے میں میرا ساتھ دیتی۔

اور اس کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔

اگلے دن میں حسب معمول بیٹھی رو رہی تھی میرے ساتھ میرے ماں باپ بھی رو رہے تھے تب باہر سے ایک انصاری عورت آئی اور بغیر کچھ کہے رونے میں ہمارے ساتھ شامل ہو گئی۔ کسی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اُس روز حضرت ابو بکر کے گھر رہنے والی ایک بلی بھی رو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

انھوں نے ہم سب کو سلام کیا اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔

یہ بات خلاف معمول تھی کیونکہ پچھلے ایک ماہ سے رسول اللہ ﷺ میرے پاس بیٹھے نہ تھے بلکہ کھڑے کھڑے ہی میرا حال دریافت فرماتے اور رخصت ہو جاتے۔

مگر اُس روز رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد مجھے مخاطب کیا اور فرمایا:

عائشہ میں نے تمھارے بارے میں ایسی اور ایسی باتیں سنیں ہیں۔

اگر تم اِن تہمتوں سے بری اور پاک ہو تو اللہ تعالیٰ تمھاری برأت ظاہر کر دے گا لیکن اگر تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اپنے رب سے استغفار کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ توبہ قبول فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

خدا کی قسم! جب خود رسول اللہ ﷺ نے اس بابت مجھ سے سوال کیا تو میرے آنسو بالکل تھم گئے اور میں پرسکون ہوگئی میں نے اپنے باپ سے کہا' رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے آپ اُس کا جواب دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق نے کہا:

بخدا! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔

اس کے بعد میں نے اپنی ماں اُم رومان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔

مگر انھوں نے بھی معذوری کا اظہار کیا تو میں نے خود ہی بھرپور جواب دینے کا فیصلہ کیا اور اللہ کے رسول ﷺ سے فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ!

ایک غلط بات آپ نے سنی اور وہ آپ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اُس بات سے بری ہوں جس سے خدا کی قسم میں بری ہوں تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے اور اس موقع پر اگر میں ایک ایسی بات کا اقرار کرلوں جس کو میں نہیں جانتی تو آپ لوگ اس کو سچ سمجھیں گے جب کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں اُس سے بری ہوں اس لیے خدا کی قسم اب میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتی ہوں جو یوسف کے باپ نے کہا تھا۔

”فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۖ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ یوسف ؛ آیات 86)

ترجمہ:

”سو میں تو صبر ہی کروں گا اور شکایت نہ کروں گا جو باتیں تم لوگ بناتے ہو اللہ ہی اُن میں میری مدد کرنے والا ہے“۔

میں نے اپنی بات ختم ہی کی تھی ہم نے دیکھا رسول اللہ ﷺ پہ وحی نازل ہونے کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ پہ وحی کے آثار ظاہر ہوئے تو مجھے کسی قسم کا غم اور خوف نہ تھا اس لیے میں جانتی تھی کہ میں بے گنا ہوں اور اللہ تعالیٰ یقیناً میری برأت ظاہر فرمائیں گے۔ مگر جب میں نے اپنے والدین کو دیکھا تو اُن کی حالت بہت بری تھی لگتا تھا کہ وہ خوف سے ہلاک ہی ہو جائیں گے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ پر سے وحی کے آثار ختم ہوئے اور انھوں نے میری برأت ظاہر کی تو میں خوشی سے ایک دم ہلکی پھلکی ہوگئی۔ خدا کی قسم اگرچہ میں جانتی تھی اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمائیں گے مگر میں اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی اللہ تعالیٰ میرے لیے باقاعدہ قرآن کی اتنی آیات نازل فرمائے گا جن کو قیامت تک لوگ تلاوت کرتے رہیں گے۔

امام حلبی نے اس موقع کی تصویر کشی یوں کی ہے انھوں نے لکھا ہے:

پھر آنحضرت محمد ﷺ سے چہرے سے وحی کے آثار معدوم ہوئے اور آپ ﷺ کے ماتھے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ﷺ مسکرا رہے تھے آپ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے سب سے پہلے الفاظ یہ تھے۔

عائشہ تمھیں مبارک ہو!

اللہ تعالیٰ نے تمھیں لوگوں کی برائی سے محفوظ کردیا ہے اور تمہاری برأت ظاہر کردی ہے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ تب میرے والدین کی خوشی کا کیا عالم تھا اسے بیان نہیں کیا جاسکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے میری برأت ظاہر کردی تو سب سے پہلے میری ماں بولی اور انھوں نے مجھ سے کہا:

عائشہ اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے تمھیں لوگوں کے بہتان سے نجات دلائی ہے۔

میں نے اپنی والدہ سے کہا؛

خدا کی قسم! میں تو صرف اُس خدا کا شکرادا کروں گی جس نے میری برأت ظاہر فرمائی ہے اور کسی کا شکرادا نہ کروں گی۔

نبی اکرم ﷺ میری بات پہ مسکرادیئے۔

یقیناً یہ موقعہ اس بات کا متقاضی ہے کہ یہاں اُن آیات کو تحریر کیا جائے جو حضرت عائشہ کی برأت میں سورۃ نور میں نازل فرمائی گئیں۔

”اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا

لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَ
حْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ یوسف ؛ آیات 86)

ترجمہ؛

”جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمھارے ہی اندر کا ایک گروہ ہیں اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمھارے لیے خیر ہی ہے جس نے اِس میں جتنا حصہ لیا اُس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور جس شخص نے اس معاملے کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لیے تو عذاب عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔ وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے۔ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے اِن کی پاداش میں ایک بڑا عذاب تم کو آلیتا۔ (ذرا غور تو کرو اس وقت تم لوگ کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کے متعلق تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک بڑی بات تھی ۔ کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ”ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا سبحان اللہ یہ تو ایک عظیم بہتان ہے“۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی

حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔اللہ تمھیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں، اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اگر اللہ کا فضل اور اللہ کا رحم وکرم تم پہ نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق ورحیم ہے (تو یہ چیز جو تم میں پھیلائی گئی ہے تمھیں بدترین نتائج دکھاتی)۔[34*]

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے لکھا ہے کہ منافقین کے مکروہ ٹولے کے علاوہ کئی راسخ العقیدہ مسلمانوں نے بھی عبداللہ بن ابی کے خیال کی تائید کی تھی جس کی بنا پہ انھیں اُس گناہ میں حصہ دار بتایا گیا ہے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے:

حمنہ بنت جحش، حسان بن ثابت اور مسطح جو حضرت ابوبکر کے قریبی عزیز تھے نے اس بہتان کو پھیلانے میں حصہ لیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب الیم کے لیے چھوڑ دیا گیا مگر اِن لوگوں کو جو منافقین میں سے نہ تھے بہتان کی حد لگائی گئی۔

اِن بدبختوں نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اُن کی اس حرکت سے خود رسول اللہ ﷺ کو کس قدر تکلیف پہنچے گی۔ جہاں تک حضرت عائشہ صدیقہ کا تعلق ہے تو اُن کا رتبہ تو اللہ کے ہاں اس قدر بلند ہے جس کو بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ کی دوسری ازواج پہ حضرت عائشہ کی برتری بیان کرتے ہوئے محدثین نے فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ شکر نعمت کے طور پہ فرمایا کرتیں کہ!

اللہ تعالیٰ نے جس قدر رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں کو نوازا ہے مجھے اس سے نو گنا زیادہ نوازا ہے۔اور جن امور میں میں اُن سے منفرد تھی وہ یہ ہیں۔

- جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مجھ سے نکاح کا حکم دیا تو اس وقت حضرت جبرائیل میری صورت اختیار کر کے نبی اکرم ﷺ کے سامنے تشریف لائے۔

- نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ متعدد نکاح کیے مگر میں وہ واحد عورت تھی جو کنواری تھی اور اُن کے نکاح میں آئی آپ ﷺ کی دیگر تمام ازواج نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے دیگر لوگوں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

- جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کا سر میری گود میں تھا۔

- آپ ﷺ کی قبر میرے ہی حجرے میں کھودی گئی۔

- اللہ تعالیٰ نے مجھے اس رتبے سے بھی نوازا کہ عام طور پہ جب رسول اللہ ﷺ پہ وحی اترتی تو آپ ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ سے الگ ہو جایا کرتیں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اعزاز بخشا کہ نبی اکرم ﷺ میرے لحاف میں ہوتے اور اُن پہ وحی اترتی۔یہ اعزاز میرے سوا آپ

ﷺ کی کسی اور بیوی کو حاصل نہیں ہے۔

- میرے والد نبی اکرم ﷺ کے دوست ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے انھیں اللہ کے حکم سے اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

- جب لوگوں نے مجھ پہ بہتان تراشا تو آسمانوں سے سے میری برأت اتاری گئی۔ جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

- اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک سرشت قرار دیا اور میں ایک پاکباز شخص سے پیدا کی گئی۔

- اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا ہے۔

۸ ذیقعدہ، ۵ ہجری بمطابق ۔۔۔ فروری 627ء

غزوہ احزاب

اسلام کی روز افزوں مقبولیت قریش سمیت اکثر اہل عرب کے دل کا روگ بن چکی تھی ۔اہل قریش کی حکومت اور وہ سعادت جو انھیں کعبۃ اللہ کا متولی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی کے چھن جانے کا خوف اُن کو سونے نہ دیتا تھا۔عرب کے راہزن قبائل بھی قریش کے فطری حلیف کے طور پہ ابھر کے سامنے آئے تھے کہ اسلام کی تعلیمات قبول کر لینے کی صورت میں اُن کی غارت گری اور راہزنی کا رستہ بند ہو جاتا تھا۔چنانچہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کے یہودیوں نے جب کفار قریش کے سامنے ایک متحدہ لشکر ابھارنے کی تجویز رکھی تو عربوں کے سینے میں ایک بار پھر سے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی خواہش جاگ اٹھی۔اگر چہ اس سے قبل وہ بدر و اُحد میں بھی اسی ارادے سے اترے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی امیدوں کو ایک ڈراؤنا خواب بنا کے رکھ دیا تھا اہل مکہ تو روز اول سے نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے انکار کرتے چلے آئے تھے مگر اہل یہود کا انکار اس حوالے سے قابل غور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کتاب عطا کر رکھی جس کا کثیر حصہ اگر چہ وہ کھو چکے تھے تاہم ایک قلیل حصہ جس میں

نبی اکرم ﷺ کی آمد اور اُن پہ ایمان لانے کی ہدایت موجود تھی اب تک اُن کے دامن میں موجود تھا اس لیے اُن کے انکار اور پھر شدت انکار سے حیرت کا ایک تاثر ضرور ابھرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کا بہت اثر ورسوخ تھا اور عربوں کے اہم قبیلے اُن کے مقروض تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا مگر یہودی اپنی روایتی بددیانتی کی وجہ سے معاہدوں سے پھرتے رہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے بنو قینقاع اور اس کے بعد بنو نضیر کو شہر مدینہ سے نکال دیا جس کا یہودیوں کو بہت دُکھ تھا اور غزوہ احزاب بھی تو اسی دُکھ کا عکاس تھا۔

چنانچہ مورخین نے بیان کیا کہ:

بنو نضیر اور بنو وائل سے تعلق رکھنے والی یہودیوں کی ایک جماعت مکہ پہنچی جس میں اُن کے سرکردہ لوگ شامل تھے۔ اہل قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پہ ابھارنے کے لیے یہودیوں کے جو لوگ مکہ پہنچے اُن میں سلام بن الحقیق، حیی بن اخطب، کنانہ بن ابی الحقیق ہوذہ بن قیس وائلی اور ابو عمار وائلی شامل تھے۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمان سہیلی نے لکھا ہے کہ؛

یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں یعنی احزاب کو اکٹھا کیا۔ اس جنگ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے دیگر مورخین نے تحریر کیا ہے اسلام کی زور افزوں ترقی کی وجہ سے جن لوگوں کو زیادہ پریشانی کا سامنا تھا وہ تین قسم کے لوگ تھے۔

اول اہل قریش جن کی حکومت اور سیادت داؤ پر لگ چکی تھی۔

دوم یہود جن کو نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بداعمالیوں کی پاداش میں مدینہ سے نکال باہر کیا تھا۔

■■■■■■■

سوم وہ عرب جن کی راہزنی اور غارت گری کی راہ میں مسلمان حائل ہو رہے تھے۔

■■■■■■■

چنانچہ جنگ خندق کو غزوہ احزاب اس لیے کہا گیا کہ اس جنگ میں عربوں کے اِن تمام گروہوں نے متحدہ طور پہ مدینہ پہ حملہ کیا اور مسلمانوں کو نیست نابود کر دینے کے عزم سے اکٹھا ہو گئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس خواہش کو بھی ایک ناآسودہ حسرت میں بدل دیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہودیوں اور بدوی عرب قبائل پہ مشتمل جو وفد اہل قریش سے ملاقات کے لیے مکہ پہنچا اُس میں چوبیس لوگ شامل تھے۔ اُن کے ساتھ ابو عامر فاسق بھی مکہ پہنچا تھا [*35]۔

اللہ کے در سے دھتکارے ہوئے یہ لوگ جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے اِن کی خوب آؤ بھگت کی۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے مقابل یہ لوگ اُن کے پسندیدہ لوگوں میں شامل تھے۔ پھر جب اس وفد نے مکہ میں آمد کا جواز پیش کیا اور اہل قریش کو دعوت دی کہ آؤ ہمارے ساتھ مل کے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ میں اکٹھے ہو جاؤ اور اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک کہ مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے تو اہل قریش کی خوشی دیدنی تھی۔

حیئ بن اخطب نے ابوسفیان سے کہا :

میں اپنے سرکردہ لوگ تمھارے پاس لے کر آیا ہوں تم بھی اپنے اہم لوگوں کو لے کر ہمارے ساتھ نکلو اور ہم کعبہ کے پردے تھام کر اس بات کا عہد کریں کہ جب تک مسلمانوں کو ختم نہ کر لیا جائے گا ہم کسی اور بات کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

چنانچہ بنو نضیر کے اس وفد نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور دونوں فریق اس بات پر کافی خوش تھے کہ ایک شام جب عربوں کی مجلس میں خیبر کے یہ بد بخت یہودی بھی تکیوں سے ٹیک لگائے

شراب پی رہے تھے تو ابوسفیان نے اُن سے پوچھا؟

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کتاب کا علم دیا ہے اس لیے ہمیں یہ تو بتاؤ کہ وہ دین بہتر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں یا وہ دین بہتر ہے جس پہ ہم ہیں۔

یہودیوں نے اپنی روائتی اخلاقی پستی کا ثبوت دیتے ہوئے اہل قریش کو جواب دیا کہ آپ لوگوں کا دین محمد (ﷺ) کے دین سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس صریحاً بددیانتی پہ آنحضرت محمد ﷺ پہ قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں۔

" اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ○ اُولٰٓٮِٕكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا ○ اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ فَاِذًا لَّا يُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِيۡرًا ○ اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ○ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيۡرًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ نساء ؛ آیات 51..55)

ترجمہ؛

"کیا نہیں دیکھا تم نے اِن لوگوں کی طرف جنھیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں اِن کے بارے میں جنھوں نے

کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں اِن سے جو ایمان لائے ہیں ۔ یہی وہ (بد نصیب) ہیں جن پہ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار ۔ کیا اِن کے لیے کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر بھی ۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پہ جو عطا فرمائی ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت) ہم نے تو مرحمت فرما دی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرما دی ہے انھیں عظیم الشان سلطنت ۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انھیں جلانے کے لیے) جہنم کی آگ"۔

اہل یہود کا یہ لشکر قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد اہل نجد کی طرف روانہ ہوا جہاں انھوں نے قیس عیلان کے قبیلے بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری [36*] کو بھی مدینے پہ حملہ کرنے والے لشکر کا ساتھ دینے کی درخواست کی اور ساتھ ہی اسے مدینہ کے نخلستانوں کی پیداوار کا تیسرا حصہ دینے کا وعدہ کیا۔

عینیہ بن حصن نے جب سنا کہ اہل یہود کا یہ وفد مکہ کے قریشیوں کے ساتھ ایک کامیاب معاہدہ کرنے کے بعد اِس کی طرف آیا ہے تو اُس نے بھی آمادگی ظاہر کر دی اور اُس کے ساتھ اُس کے کئی حلیف عرب قبائل بھی مسلمانوں پہ حملہ کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہو گئے جن میں بنی اسد، بنی مرہ، بنی اشجع اور بنو نزارہ شامل ہیں۔

الغرض ایک طرح سے سارا عرب ہی مدینہ پہ حملہ کرنے کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

ابوسفیان اہل قریش کا سردار تھا اُس کے ماتحت چار ہزار سورماؤں کا لشکر تیار ہوا جس میں تین سو

گھڑسوار تھے اور پندرہ سو اونٹ تھے۔

دارلندوہ میں اِن دِنوں خوب رونق تھی اور وہاں ہر وقت لوگ موجود رہا کرتے کیونکہ قوم قریش کو ایک بڑی مہم درپیش تھی۔ وہ اپنی جنگی تیاریوں میں منہمک تھے۔ وہیں قریش کا جنگی علم تیار کیا جارہا تھا بنوعبدالدار نے عثمان ابن ابوطلحہ کو پرچم بردار مقرر کیا تھا۔

دوسری طرف اہل نجد میں بھی خاصی ہلچل پائی جارہی تھی، جہاں بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری کے ماتحت ایک لشکر تیار کیا جارہا تھا۔ جس نے اُس اتحاد میں شامل ہونا تھا جس نے مسلمانوں پہ حملہ آور ہونا تھا۔ عینیہ بن حصن کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔

اسی طرح بنی مرہ کا لشکر تھا جن کی تعداد چار سو کے قریب تھی اور اُن کا سردار حرث ابن عوف مری [37*] تھا۔

اور بنواشجع کا لشکر تھا جس کا سالار ابومسعود ابن رخیلہ تھا [38*] یہ سات سو کی تعداد میں مسلمانوں کے خلاف نکلے۔

چنانچہ جب عربوں کی تیاری مکمل ہوگئی تو انھوں نے مدینہ کا رخ کیا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

دوسری طرف اہل مدینہ تھے جو دشمن کے جوش وخروش اور نقل وحرکت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لیے کہ قبیلہ بنوخزاعہ نے اُس دن سے رسول اللہ ﷺ کو قریش کی نقل وحرکت سے آگاہ رکھا ہوا تھا جس دن یہود کا وفد شہر مکہ میں اترا تھا۔

وہ سخت سردی کا موسم تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُن کے صحابہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور موجودہ صورت حال پہ غور کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو حالات کی نزاکت کا پورا احساس تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اُن کی

ریاست پوری قوم عرب کا مقابلہ نہیں کرسکتی خاص طور پہ اس وقت جبکہ مسلمانوں کی آستینوں میں بھی بہت سے سانپ چھپے بیٹھے تھے۔یہ مجلس اس صورت حال پہ غور کرنے کے لیے طلب کی گئی تھی جس میں انصار ومہاجرین سمیت تمام مسلمان شامل تھے۔اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسی بھی موجود تھے جو مکاتبت کے ذریعے حال ہی میں اپنے یہودی مالک سے آزاد ہوئے تھے۔

انھوں نے کہا :

یارسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرا تعلق ملک فارس سے ہے جب ہمارے ہاں ایسی صورت حال پیدا ہوتی کہ دشمن ہر طرف سے یلغار کرآتا اور ہم خود میں اُن سے مقابلے کی سکت نہ پاتے تو ہم اپنے شہر کے گرد خندق کھودلیا کرتے۔نبی اکرم ﷺ نے اس مشورے کو پسند کیا ۔اگلے روز تمام صحابہ خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے نبی اکرم ﷺ خود بنفس نفیس شامل تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ صحابہ خندق کھودتے اور ساتھ ساتھ یہ شعر بھی پڑھتے اور نبی اکرم ﷺ بھی اُن کا ساتھ دیتے۔

اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔میرے پروردگار انصار ومہاجرین کو بخش دے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم منزل عشق ومحبت کے مسافر ہیں جنھوں نے اپنے ہادی ومرشد کے دست مبارک پر اس بات کے لیے بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کے جہاد کرتے رہیں گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے میرے پروردگار! اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہ ہدایت پہ گامزن نہ ہوتے، نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز کی توفیق عطا کی جاتی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ! ہم پہ ایمان وسکون نازل فرما۔ اگر ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ [*39]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

شہر مدینہ میں جنگی صورت حال تھی۔

تمام صحابہ ذوق شوق کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھے۔ وہ شدید سردی کے دن تھے اس لیے راتیں انتہائی تاریک ہوا کرتیں۔ چنانچہ مسلمان دن کو خندق کھودتے اور رات کو مدینہ لوٹ آتے۔ خندق کی لمبائی تین کلو میٹر تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو دس دس افراد کو مختلف ٹولیوں میں منقسم کر دیا تھا ہر گروہ کے ذمہ چالیس ہاتھ خندق کی کھدائی تھی۔ شہر مدینہ میں داخل ہونے کے لیے صرف ایک سمت ہی کھلی تھی باقی تین سمتوں سے حملہ کرنا دشوار بلکہ ناممکن تھا۔ اس لیے کہ شہر کے جنوب کی طرف گھنے باغات تھے اور آبادیاں تھیں۔ مشرق کی سمت لاوے کی چٹانیں تھیں یا نوکیلے پتھروں کا میدان حرہ تھا جس سے کوئی لشکر گزارنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے موقع کا جائزہ لے کر حرہ شرقی سے حرہ غربی تک خندق کھودنے کا فیصلہ کیا اور جو خندق کھودی گئی وہ کسی کمان سے مشابہ تھی۔

اگرچہ مورخین نے اس بارے میں تفصیلات فراہم نہیں کیں تاہم اغلب یہی ہے کہ اس خندق کی گہرائی دس فٹ اور اس کی چوڑائی پندرہ فٹ رہی ہوگی۔

اس لیے کہ غزوہ احزاب کی تفصیلات میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان اس خندق میں گر کر باہر نہیں نکل سکتا تھا اور گھوڑا دوڑ کر اسے پار نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ خندق کی کھدائی جاری تھی۔

جانثاری اور محبت کے بہت سے مناظر تھے۔ جو تاریخ کے دریچوں میں انفرادیت لیے ہوئے تھے، عشق و وارفتگی کے وہ مظاہر تھے جنھیں زمین و آسمان نے شاذ ہی دیکھا ہوگا۔ مساوات و ہم آہنگی کا وہ رنگ تھا جس کا انسانیت اس سے قبل صرف تصور ہی کر سکتی تھی۔ اگرچہ یخ بستہ ہوائیں تھیں مگر عزم و ثبات کی گرمی سے وہ پگھل پگھل جاتی تھیں، اگرچہ عسرت و تنگ دامانی تھی مگر صبر و استقلال کے سامنے اُن کی وقعت ہی کیا تھی، اگرچہ وسائل محدود تھے مگر عزم میں پختگی انتہا کی تھی، اگرچہ پیٹ پہ پتھر بندھے تھے مگر یقین وسعت پذیر تھا، اگرچہ حالات کی شدت

میں سانس بھی مشکل سے آتا تھا مگر اُن کی آنکھوں کی سرخی میں ایک قہر تھا جس کو شکست نہیں دی جا سکتی، اگرچہ دشمن کی یلغار غیر معمولی تھی مگر نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں مسلمانوں کا اطمینان قابل دید تھا، اگرچہ صحابہ ایک شدید مشقت میں تھے مگر اُن کے حوصلے اُن کی تھکن پہ حاوی تھے، اگرچہ زمین کی وسعتیں اُن پہ تنگ کر دی گئی تھیں مگر اُن کی نظریں تو آسمانوں کی وسعت پہ تھیں، اگرچہ اُن کے صبح و شام مٹی مٹی ہو رہے تھے مگر اُن کو جزا کا پختہ یقین تھا، اگرچہ اُن کے بیوی بچے خطرے میں تھے مگر اُن کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حفاظت سب سے اولین فرض تھا، اگرچہ سامانِ زیست اور سامانِ حرب محدود تھے مگر اُن کی نگاہیں اللہ کی رحمت پہ گڑی تھیں، اگرچہ پتھریلی چٹانیں اُن کا راستہ روکتی تھیں مگر وہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ لا سکتی تھیں، اگرچہ وہ شب و سحر ایک خوف اور سختی میں تھے مگر قرآن کی آیات اُن کو مہمیز فراہم کرتی تھیں، اگرچہ دشمن کی تعداد کثیر تھی مگر وہ ملائکہ کی شرکت کے گواہ تھے اگرچہ اُن کی پشت بھی غیر محفوظ تھی مگر اُن کے اندر کسی اضطراب نے راہ نہ پائی تھی، اگرچہ دشمن کی نفرت شدید تر تھی مگر اُن کی محبت کے سامنے ہیچ تھی، اگرچہ در و دیوار اور خس و خاشاک اُن سے عداوت پہ مشترک ہو چکے تھے مگر اُن کے دلوں میں نوید صبح کی چمک تھی، اگرچہ وہ خیر و فلاح کے داعی تھے مگر ظلم و فسق اُن پہ یلغار کیے جاتا تھا، اگرچہ وہ آدابِ زیست سے آگاہ تھے مگر کسی تہذیبی وحشت کے سامنے سر جھکانے کے لیے تیار نہ تھے، اگرچہ اُن کے اشک انمول تھے مگر وہ کسی کے خوف سے نہ بہتے تھے بلکہ وہ شکر کے موتی تھے کہ ہدایت اُن کے ساتھ تھی، اگرچہ وہ مصائب کے عفریت کے گھیرے میں تھے مگر اُن کا یقین ہی اُن کا راہنما تھا۔

چنانچہ خندق کی کھدائی جاری تھی اور صحابہ کے شب و روز اُس فسوں کی طرح تھے جو پروانے کو شمع کی روشنی عطا کرتی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ جن کے مشورے پہ خندق کھودی جا رہی تھی وہ اس کام میں سب سے زیادہ ماہر تھے وہ ایک دن میں پانچ گز خندق کھود دیا کرتے تھے اور صحابہ اُن کی کارکردگی پہ

حیران ہوتے تھے۔
پھر اُن کو نظر لگ گئی اور وہ خندق میں ہی کسی تختے کی طرح گرے۔
علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے لکھا ہے؛
کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ حضرت سلمان فارسی کو قیس ابن صعصہ کی نظر لگی ہے۔
چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان کو حکم دیا کہ وضو کرو اور اُس کا پانی اپنی کمر پہ ڈالو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔
حضرت سلمان فارسی بتاتے ہیں کہ جب میں نے وہ پانی اپنی پشت کی طرف پھینکا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ رسیاں ٹوٹتی ہوں جن سے مجھے جکڑ دیا گیا تھا آخر میں یوں ہلکا پھلکا ہو گیا جیسے مجھے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ صحابہ کا ایک گروہ خندق کھود رہا تھا کہ اُن کے سامنے ایک پتھریلی چٹان آ گئی جو اُن کو راستہ دینے سے انکاری ہو گئی، اُن کے ہتھیار کند ہو گئے اور تھکن سے اُن کی کمریں دوہری ہو گئیں۔ آخر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ موقع پر تشریف لائے اور صحابہ سے کہا! پانی لاؤ۔
صحابہ نے پانی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا نبی اکرم ﷺ نے اُس پانی میں اپنے لعاب کو شامل کیا اور اُس پہ کچھ پڑھ کے پھونکا اور صحابہ سے کہا اسے اِس چٹان پہ ڈال دو۔
صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے اُس چٹان پہ وہ پانی ڈالا تو!
خدا کی قسم! وہی چٹان جس سے ہماری کدالیں آگ نکالتی تھیں اور کند ہوتی تھیں اب ایک بھربھری ریت کی طرح تھی جسے ہم ہاتھوں سے اٹھاتے اور جھولیوں میں ڈال کر خندق سے باہر نکال دیتے۔ منافقین بھی اگرچہ خندق کھودنے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ ہی نکلے تھے مگر اُن کا تساہل اور اکتاہٹ اُن کے انداز سے ظاہر ہو رہی تھی اس لیے کہ اگر کسی مومن کو کسی ضروری کام سے خندق کی کھدائی کا کام چھوڑ کے جانا پڑتا تو وہ شرمندہ ہوتا اور بڑی مشکل سے خود کو اس امر پہ آمادہ کرتا اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرتا اور جلد ہی واپس آ کر

پہلے سے زیادہ محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگ جاتا۔

دوسری طرف منافقین کا گروہ تھا جو بظاہر کام میں لگا ہوتا مگر دراصل بد دیانتی اُن کے اندر دور تک سرایت کر چکی تھی اس لیے وہ کام تو کرتے مگر اُن کا کیا ہوا کام دکھائی نہ دیتا۔اس کے علاوہ اکثر و بیشتر وہ کام چھوڑ کر چوری سے مسلمانوں کی نظر بچا کر موقع سے کھسک جاتے اور بہت دیر بعد واپس آتے۔

اُن کے اس رویے سے اگرچہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی آگاہ تھے مگر اس کے باوجود اُن کی مذمت میں قرآن کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O“

القرآن الحکیم (سورۃ النور ؛ آیات 62..63)

ترجمہ؛

”پس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب

وہ ہوتے ہیں آپ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو وہ (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ ﷺ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ ﷺ سے کسی کام کے لیے تو اجازت دے دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے اِن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ نہ بنا لو رسول کے پکارنے کو آپس میں اُس طرح جیسے کہ تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو، اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انھیں جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ پس ڈرنا چاہیے انھیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم کے فرمان کی کہ انھیں کوئی مصیبت نہ آلے یا دردناک عذاب اُن کو گھیر لے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

امام سہیلی لکھتے ہیں:

کہ نبی اکرم ﷺ کے جسم پہ اُس مٹی کے آثار واضح نظر آتے جو کھدائی کے دوران آپ ﷺ کے جسم پہ لگ جاتی، اگرچہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کو آرام کا مشورہ دیتے مگر نبی اکرم ﷺ بدستور اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کی کھدائی کے کام میں مشغول رہتے۔

حضرت ابوبکرؓ مٹی کو اپنی جھولی میں بھر بھر کے خندق کے باہر لے جاتے کہ جلدی میں انھیں کوئی برتن وغیرہ نہ ملا تھا جس میں وہ مٹی ڈال سکتے اس لیے وہ کسی تکلف میں نہ پڑے اور جھولیاں بھر بھر کے مٹی اٹھاتے رہے سچ ہے ایسی قوم کو شکست نہیں دی جا سکتی جن کے ہاں مساوات اس

طرح رائج ہو جائے۔

جعیل ابن سراقہ تھے جو بہت موٹے تھے اس لیے اُن کو کام کرتے ہوئے دشواری کا سامنا تھا مگر وہ اپنے کام سے جی نہ چراتے تھے نبی اکرم ﷺ نے انھیں خندق کھودتے دیکھا اور فرمایا اگر تم کہو تو میں تمھارا نام بدل دوں؟

انھوں نے کہا! آپ کی خوشی یا رسول اللہ ﷺ!

اور آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کا نام عمر رکھ دیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ تھے کہ جب انھیں تھکاوٹ ہوتی تو وہیں خندق میں ہی سو رہتے باہر نہ نکلتے جب ہوش آتی تو پھر سے کام میں لگ جاتے۔

اور حضرت سلمان فارسیؓ تھے جو ایک ہی دن میں پانچ ہاتھ لمبی اور پانچ ہاتھ گہری خندق کھود دیتے تھے اس لیے انصار کہتے کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین کہتے کہ سلمان ہم میں سے ہیں تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

خندق کی کھدائی جاری تھی صحابہ پورے عزم و شوق کے ساتھ اپنے کام میں منہمک تھے کہ ایک اور چٹان نے اُن کا راستہ روک لیا۔

صحابہ کے اس گروہ میں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت نعمان بن مقرنؓ المزنی اور چھ دیگر انصاری صحابہ مصروف تھے کہ اُس چٹان نے اُن کی کدالوں کو اُلٹ دیا اُن کے ہاتھ شل ہو گئے اور اُن کی کمریں جھک گئیں مگر اُس چٹان نے ٹوٹنے کا نام نہ لیا۔

تب صحابہ نے کہا آنحضرت محمد ﷺ کو اس کی خبر کرو۔

حضرت سلمان فارسیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے راستے میں ایک رکاوٹ آ گئی ہے اور اُس نے ہم پہ غلبہ پا لیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت سلمانؓ کے ساتھ اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں اُس چٹان نے صحابہ کی

راہ روکی تھی۔

نبی اکرم ﷺ خندق میں اترے اور کدال اپنے ہاتھ میں لے لی۔

نبی اکرم ﷺ نے کدال سے زوردار وار اُس چٹان پہ کیا تو روشنی دور دور تک پھیل گئی اور صحابہ نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ

اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں۔

چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ کے الگ ہو گیا تھا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس چٹان پہ دوسرا وار کیا اور تب بھی وہاں سے بہت روشنی نکلی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ فَارِسَ

اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کر دی ہیں۔

چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ کر الگ ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے چٹان پہ تیسرا وار کیا اور وہاں سے پھر روشنی بلند ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ

اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔

وہ چٹان پارہ پارہ ہو گئی اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو ملک فارس یعنی ایران شام اور یمن کی فتح کی بشارت بھی دے دی جسے صحابہ نے اپنے پورے تیقن کے ساتھ قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اِس موقع پہ کچھ منافقین بھی وہاں موجود تھے جن کے دل اِن بشارتوں کو سننے کے بعد حسد کی آگ سے جھلس گئے تھے۔

چنانچہ ایک منافق معتب ابن قشیر نے مسلمانوں سے کہا؛

ہم سکون سے قضائے حاجت بھی نہیں کر سکتے اور وہ ایرن و یمن کی فتح کی بشارتیں دے رہے

ہیں۔مگر مسلمان منافقین کی دل کی بیماری سے اب آگاہ ہو چکے تھے اس لیے وہ اِن کی باتوں کو سنجیدگی سے نہ لیتے تھے۔منافقین نے مدینہ میں تحریک اسلامی کے ہر مرحلہ میں مومنین کے لیے مشکلات پیدا کیں مگر اللہ کی مدد ہمیشہ اُن کے شامل حال رہی اور منافقین کے حصے میں صرف ذلت ہی آئی۔

وہ سخت سردی کے ایام تھے اور مسلمانوں کو شدید مشقت کا سامنا تھا۔

دوسری طرف مسلمانوں کی معاشی حالت بھی قابل رحم تھی اور وہ غربت و افلاس میں مبتلا تھے۔

اُن کو روز مرہ کی خوراک بھی دستیاب نہ تھی اسی لیے تو جب کچھ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے پیٹ پہ پتھر باندھا ہوا دکھایا تو وہ یہ دیکھ کہ ششدر رہ گئے کہ شاہ دو جہاں کے پیٹ پہ ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن کے شامل حال رہی اور آسمان سے رحمتیں نازل ہو رہی تھیں۔

مورخین نے بیان کیا ہے؛

کہ اُن دنوں جب ہم خندق کی مشقت میں مبتلا تھے تو ہمارے پاس کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔دوسری طرف دشمن کے بڑھتے قدموں کی چاپ ہمارے دلوں کی دھڑکن کو بے ترتیب کرتی تھی،اس لیے ہم چاہتے تھے کہ اُن کی یلغار سے پہلے خندق کو مکمل کر لیا جائے کیونکہ اگر تھوڑی سی خندق بھی کھدنے سے باقی رہ جاتی اور دشمن ہم پہ چڑھ آتا تو ہماری ساری محنت بیکار ہو جاتی۔چنانچہ ہمارے شب و روز انتہائی اضطراب میں گزر رہے تھے اور موسم کی سردی اور پیٹ کی بھوک اُس پہ مستزاد تھی۔

جب صحابہ نے روایت کی ہے:

کہ تب ہم میں سے کسی کو بھی بغیر کچھ کھائے پیئے تین روز گزر گئے تھے جب ہم نے نبی اکرم ﷺ کے پیٹ پہ دو پتھر بندھے ہوئے دیکھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں مجھ سے برداشت نہ ہوا اور میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت

لے کر اپنے گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہا۔

تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔

اُس نے کہا:

میرے پاس کچھ جَو ہیں اور بکری کا ایک چھوٹا بچہ ہے۔

حضرت جابر نے اُن سے کہا!

تم جَو پیس لو میں بکری کو ذبح کرتا ہوں کیونکہ میں اپنی بھوک تو برداشت کرسکتا ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہیں یہ میری برداشت سے باہر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر کی بیوی نے جَو پیسے اور حضرت جابر نے بکری کے بچے کو ذبح کیا۔

حضرت جابر کی بیوی نے آٹا گوندھا اور بکری کے گوشت کی ہانڈی چولہے پہ چڑھادی۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ اُن دِنوں ہم دن کو خندق کھودتے اور رات کو اپنے گھروں کی طرف لوٹ آتے کیونکہ اندھیرے اور شدید سردی کی وجہ سے رات کو خندق کی کھدائی کا کام جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔

اُس روز بھی جب شام ہوئی اور صحابہ مدینے کو لوٹنے لگے تو میں چپکے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

میرے پاس بکری کا ایک چھوٹا بچہ تھا جسے میں نے آپ کے لیے ذبح کیا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دو لوگوں کے ساتھ تشریف لائیں اور کھانا کھائیں۔

میں سوچ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ چل دیں گے اور میرا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب کھڑے صحابی سے کہا:

اہل خندق سے کہو کہ جابر بن عبداللہ نے اُن کو کھانے کی دعوت دی ہے۔

میں نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو رہا۔

اس کے بعد میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور میں بار بار مڑ کے پیچھے دیکھتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔

اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں شہر مدینہ میں رسوا ہو گیا ہوں۔

اس لیے جب میں گھر پہنچا تو میرے منہ سے آواز بھی نہ نکلتی تھی۔

میری بیوی نے پوچھا؟

آخر بتاؤ تو سہی کہ ہوا کیا ہے؟

تو میں نے کہا!

رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔

فوری طور پہ تو میری بیوی بھی پریشان ہو گئی مگر پھر کچھ سوچ کے اُس نے مجھ سے پوچھا؟

تمام صحابہ کو کھانے کی دعوت تم نے دی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدعوع کیا ہے؟

میں نے کہا!

انھیں رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے۔

تب اُس نے کہا!

تم پریشان نہ ہو اللہ اور اُس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا :

ہانڈی کہاں ہے اور روٹیاں کہاں ہیں۔

ہم نے ہانڈی اور روٹیاں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہانڈی اور روٹیوں پہ کچھ پڑھا اور میری بیوی سے کہا!

ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا اور نہ اس میں جھانک کر دیکھنا بس اس میں سے سالن ڈال ڈال کے دیتی رہنا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا!

دس دس آدمی آؤ اور کھانا کھاتے رہو۔

چنانچہ صحابہ دس دس کی تعداد میں آتے اور جی بھر کے کھانا کھانے کے بعد رخصت ہو جاتے۔

اور ہم نے دیکھا کہ ہانڈی سے نہ سالن کم ہو رہا تھا اور نہ ہی روٹیوں کی کوئی کمی تھی۔لوگ دیر تک کھانا کھاتے رہے حتیٰ کہ ایک ہزار آدمی نے اُس ہانڈی سے خوب جی بھر کے کھانا کھایا اور ہانڈی میں سالن ابھی اُسی طرح تھا جیسے کہ ابھی اُس سے سالن نکالنا شروع ہی نہ کیا گیا ہو۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے معجزات ظاہر ہوتے رہے اور ہم خندق کی کھدائی میں منہمک رہے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

اُس روز صبح صبح ہی نبی اکرم ﷺ کے قریب سے ایک لڑکی گزری اور اُس کے ہاتھ میں کچھ تھا جسے وہ لوگوں سے چھپاتی تھی۔

دراصل وہ قلیل تعداد میں کھجوریں تھیں جو نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ نے بھیجی تھیں کہ کھجوروں سے اُن کے شوہر اور بھائی عبداللہ بن رواحہ ناشتہ کرلیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس لڑکی کو پکارا اور فرمایا!

میرے قریب آؤ اور دکھاؤ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے۔

لڑکی نے وہ خشک کھجوریں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ رکھ دیں اور وہ مٹھی بھر تھیں

نبی اکرم ﷺ نے اپنے سامنے ایک کپڑا بچھایا اور صحابہ سے کہا!

آؤ ناشتہ کرلو۔

چنانچہ صحابہ خندق سے نکلے اور کھجوریں کھانے لگے۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے محسوس کیا اُس کپڑے سے کھجوریں جیسے ابلنے لگی ہوں ہم جوں جوں

اُن کھجوروں کو کھاتے جاتے وہ مقدار میں بڑھتی جاتیں حتیٰ کہ وہ کپڑے کے کناروں سے باہر گرنے لگیں اور ہم تھے کہ اب سیر ہو چکے تھے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ!

یہ خندق کے دِنوں کی بات ہے جب مسلمان تنگی اور شدت میں تھے تو اُم عامر اشہلیہ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے تھوڑا سا حلوہ بنا کے روانہ کیا۔

حضرت اُم سلمہؓ نے اپنی ضرورت کے مطابق اُس میں سے تناول فرمایا پھر برتن رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ حلوہ صحابہ کو پیش کر دیا۔

صحابہ نے اُس حلوے سے کھانا شروع کیا اور وہ بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ ہم سب سیر ہو گئے۔

مورخین نے بیان کیا ہے:

کہ صحابہ نے پندرہ روز کی شدید محنت کے بعد خندق تیار کر لی تھی جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت عبداللہ اُم مکتوم کو اپنا نائب مقرر کیا اور صحابہ کے ساتھ مدینہ کو چھوڑ کر جبل سلع کے دامن میں فروکش ہو گئے۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کی عورتیں اور بچے محفوظ گڑھیوں میں منتقل ہو گئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثؓ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو تفویض فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے چرمی خیمہ نسب کر دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ اس خیمے میں اقامت گزیں ہوئیں۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

پھر قریش کا لشکر جرار بھی آ پہنچا۔

وہ ایک متحدہ لشکر تھا جو دنیا کی غالباً سب سے چھوٹی ریاست پہ حملہ آور ہوا تھا اُن دِنوں اسلامی ریاست کا رقبہ بیس مربع میل سے زیادہ نہ تھا اگر چہ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اسلامی مملکت بیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔

قریش اور اُن کے حلیف قبائل مجمع الاسیال نامی مقام پہ فروکش ہوئے جو برساتی نالوں کے پانی اکٹھا ہونے کی جگہ تھی۔

قریش نے وہاں اپنے خیمے نصب کیے اور اُن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔

اہل نجد کے قبائل جن میں بنوغطفان اور اُن کے حلیف قبائل شامل تھے اُحد پہاڑ کی ترائی میں مقام زنب نقمی پہ خیمہ زن ہوئے۔ اُن کی تعداد چھ ہزار سے زائد تھی اور اُن کا سردار عینیہ بن حصن فزاری تھا۔

اور اہل یہود تھے جنھوں نے منصوبے کے مطابق مدینہ کے اندر سے حملہ کرنا تھا جب کفارِ قریش مدینہ پہنچے تو اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اچانک ہی مسلمانوں کو جا لیں گے اور اُن کا لشکر جرار بہت جلد تمام مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دے گا اس کے بعد وہ مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کو اپنا غلام بنا لیں گے۔

مگر جب وہ مدینہ پہنچے تو انھیں ایک گہری خندق کا سامنا تھا۔

اور ابوسفیان کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ ایک بہت ہی عمدہ جنگی چال تھی اگر چہ اہل عرب کو اس سے قبل ایسی صورت حال کا کبھی سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے :

کہ تب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور کفار کی تعداد بارہ ہزار سے زائد تھی۔

[*40]

کفار قریش پریشان تھے کہ وہ اس خندق کا کیا کریں؟

اس سوال نے اُن کی راتوں کی نینداور دن کا چین چھین لیا تھا۔

ابوسفیان نے پوری خندق کا جائزہ لے لیا تھا وہ اپنے لشکروں کے کروفر کو بھول کر اب اس صورت حال کا کوئی حل نکالنا چاہتا تھا مگر بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

وہ اپنے لشکر کو لے کر خندق کے کناروں تک پہنچتے اور مسلمانوں پہ تیر برساتے اور پتھراؤ کرتے مگر وہ جانتے تھے کہ اس طرح وہ اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے اور یہی اُن کی سب سے بڑی پریشانی تھی۔

کئی روز گزر گئے تھے مگر لشکر کفار کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکا تھا۔

مشرکین باری باری اپنے دستوں کے ساتھ آگے بڑھتے اور بغیر کسی کامیابی کے واپس لوٹ آتے۔

ایک دن ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا اور خندق کے ساتھ ساتھ چہل قدی کرتا ۔مسلمانوں پہ پتھراؤ کیا جاتا اور تیز انداز مسلمانوں پہ تیر چلاتے مگر اس سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا تھا۔

کسی دن ہبیرہ بن وہب آگے بڑھتا اور کسی دن عمرو بن حامل کی باری ہوتی۔

کسی دن ضرار ابن خطاب آگے بڑھتے اور کسی دن عکرمہ بن ابوجہل آگے بڑھ کے کوشش کرتا۔

ایک دن ایک عرب شہ سوار نوفل ابن عبداللہ ابن مغیرہ نے دور سے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اُس کا خیال تھا کہ وہ خندق کے پار جا اترے گا اُس کے گھوڑے نے اگرچہ لمبی چھلانگ لگائی مگر وہ خندق پار نہ کرسکا اور خندق میں ہی گرا اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔

کئی دن سے نوفل بن عبداللہ کی لاش خندق ہی میں پڑی تھی۔

مشرکین کو نوفل بن عبداللہ کی موت کا بہت صدمہ تھا اس لیے کہ وہ اِن کا عمدہ شہسوار تھا۔چنانچہ ابوسفیان نے نبی اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم سے بارہ ہزار درہم لے لیں اور ہم کو نوفل بن عبداللہ کی لاش اٹھانے دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کے قاصد سے کہا :

ہم لاشیں نہیں بیچا کرتے تم اسے اٹھالو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

کفار قریش کوشش کرتے رہے کہ مسلمانوں کو خاطر خواہ نقصان پہنچا سکیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک دن کفار قریش خندق کا جائزہ لے رہے تھے تو ایک جگہ انھیں خندق کا عرض قدرے کم لگا تو اُن کے کئی سواروں جن میں عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عبدود بھی شامل تھے نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ خندق کے پار جا اترے۔

مسلمان فوراً وہاں پہنچ گئے اور انھوں دشمن کے اِن سواروں کو گھیر لیا۔

عمرو بن عبدود قریش کا نامی سوار تھا وہ غزوہ بدر میں زخمی ہوا تھا اور غزوہ اُحد میں انھی زخموں کی وجہ سے شرکت نہ کر سکا تھا مگر اب کے وہ اپنے خود پر امتیازی نشان لگا کر آیا تھا۔

اُس نے مسلمانوں کو مبارزت کے لیے پکارا :

مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی ابن طالبؓ اُس کے مقابلے کے لیے نکلے حضرت علیؓ نے چونکہ زرہ اور خود پہن رکھا تھا اس لیے عمرو بن عبدود اُن کو نہ پہچان سکا اور پوچھا تم کون ہو؟

حضرت علیؓ نے جواب دیا، میں علیؓ ابن طالب ہوں۔

حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود پہ اسلام پیش کیا۔

عمرو بن عبدود نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؓ نے کہا! پھر مجھ سے مقابلہ کرو۔

عمرو بن عبدود نے کہا!

میرا ابو طالب کے ساتھ مروّت کا تعلق تھا اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ اُس کا بیٹا میرے ہاتھوں سے قتل ہو۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

مگر میں تمھیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔

اس پہ عمرو بن عبدود غصے میں آ گیا وہ اپنے گھوڑے سے کودا اور اُس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اُس کے منہ پہ تلوار دے ماری۔

پھر وہ حضرت علیؓ کے مقابل اترا۔

حضرت علیؓ اور اُس کے درمیان جنگ ہوئی دونوں نے ایک دوسرے پہ خوب وار کیے آخر میں حضرت علیؓ اُس پہ غالب آ گئے اور انھوں نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا۔

عمرو بن عبدود جیسے بڑے شہ سوار کے قتل نے اُس کے ساتھیوں کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے خندق کی دوسری طرف اپنے لشکر میں جا اترے۔

دوسری طرف مدینہ کے اندر بھی یہودیوں کی سازشیں جاری تھیں اور حیی بن اخطب سرگرم عمل تھا۔

نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حیی بن اخطب نے قریش اور بنو غطفان سے ایک ایک ہزار سپاہی مانگے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پہ حملہ کر سکے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ بن اسلم کو دو سو سپاہی اور حضرت زید ابن حارثہؓ کو تین سو لوگوں پہ سربراہ مقرر کیا اور اُن سے کہا وہ مدینہ جائیں اور مدینہ کے گلی کوچوں میں گھومیں اور تکبیریں کہیں تاکہ دشمن کو احساس ہو کہ ہم نہ تو بے خبر ہیں اور نہ کمزور ہیں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب عربوں کی افواج نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا تو حیی بن اخطب بنو قریظہ کی گڑھیوں کی طرف روانہ ہوا کہ وہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے پہ قائم تھے۔

حیی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے دروازے پہ پہنچا اور اُسے کہا دروازہ کھولو!

کعب بن اسد نے کہا!

میں ہرگز ہرگز تمھارے لیے دروازہ نہ کھولوں گا اس لیے کہ میں جانتا ہوں تُو انتہائی بدقماش انسان ہے اور میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے میں ہوں اور میں نے اُن میں ایفائے عہد اور صداقت کے بجز کچھ نہیں دیکھا اس لیے میں تیرے کہنے میں آ کر اُن سے کبھی بدعہدی نہ کروں گا۔

حئی بن اخطب نے کہا!

تم دروازہ تو کھولو!

آخر کعب بن اسد نے اُس کے لیے دروزہ کھول دیا۔

حئی بن اخطب نے اُس سے کہا!

بخدا! میں تو تیرے لیے زمانے بھر کی عزت اور عربوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر لے کے آیا ہوں۔

خدا کی قسم! میں نے قریش کے لشکروں کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور بنو غطفان کے جنگجو سرداروں نے کوہ اُحد کے ایک جانب ذنب نقمیٰ میں اپنے خیمے گاڑے ہیں۔

اور اِن سب نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ وہ اس وقت تک پیٹھ نہ پھریں گے جب تک کہ وہ محمد (رسول اللہ ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں کا خاتمہ نہ کرلیں۔

کعب بن اسد اب بھی اُس سے متاثر نہ ہوا اور کہا!

خدا کی قسم! تو میرے پاس زمانے بھر کی عزت نہیں بلکہ ذلت لے کے آیا ہے وہ بادل لے کے آیا ہے جو گرجتا اور چمکتا تو ہے مگر اُس میں پانی کا ایک قطرہ تک نہیں ہے۔

مگر حئی بن اخطب مسلسل اُس کو عہد شکنی پہ اکساتا رہا اور سبز باغ دکھاتا رہا۔

حئی بن اخطب نے قسم کھائی کہ اگر اہل قریش اور بنو غطفان مسلمانوں کو اسی طرح چھوڑ کے چلے گئے تو میں تمھارے ساتھ رہوں گا تب جو انجام تم سہو گے وہی میرا مقدر ہو گا۔

آخر کعب بن اسد قرظی حئی بن اخطب کی باتوں میں آ ہی گیا اور اُس نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی ٹھان لی۔

نبی اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ یہودیوں نے اُن سے کیا گیا معاہدہ توڑ دیا ہے اور اب وہ قریش کے ساتھ ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے مدینہ روانہ کیا اور اُن سے کہا۔

اگر تم دیکھو کہ یہودی بدعہدی پہ مائل ہیں تو واپس آ کے مجھ سے اشارے میں بات کرنا اور لوگوں کے بازوؤں کو کمزور مت کرنا اور اگر یہ بات غلط ہو تو پھر سب کے سامنے بیان کرنا۔

چنانچہ یہ لوگ بنو قریظہ کی بستیوں میں پہنچے تو انھیں اس خبر سے بھی زیادہ خباثت پہ مائل پایا جو اُن تک پہنچی تھی۔حضرت سعد بن عبادہؓ نے کعب بن اسد قرظی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ یاد دلایا تو وہ خباثت سے بولا!

کون اللہ کے رسول! ہم کسی اللہ کے رسول کو نہیں جانتے اور نہ ہی ہم نے کسی سے کوئی معاہدہ کیا ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ غصے والے آدمی تھے اس لیے انھوں نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر یہودیوں نے جواباً اُن کو برا بھلا کہا اور اُن کا کوئی لحاظ نہ کیا حالانکہ ماضی میں وہ اِن کے حلیف تھے۔

مسلمان نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا!

عضل وقارہ (یعنی یہ لوگ اسی طرح غداری پہ آمادہ ہیں جس طرح کہ عضل وقارہ نامی قبیلوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا تھا)۔

نبی اکرم ﷺ اُن کا اشارہ سمجھ گئے۔

امام علی ابن برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے:

کہ نبی اکرم ﷺ یہ خبر سن کر خاموش ہو گئے اور انھوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا!

پھر ہم نے آپ ﷺ پہ وحی کے آثار دیکھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے سر پہ کپڑا ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا!

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ

اے گروہ مسلمین! تمھیں خوشخبری ہو!

بنو قریظہ کی عہد شکنی کے بعد آزمائش بڑھ گئی تھی اور خوف شدید ہو گیا تھا منافقین کا نفاق کھل گیا تھا اور مومن آزمائش کی اس بھٹی سے گزر کر کندن بننے والے تھے۔

چنانچہ منافقین کے ایک گروہ میں سے بنی حارثہ بن حارث کا ایک فرد اوس بن قبطی اٹھا اور کہنے لگا!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اجازت عطا فرمادی!

مگر مسلمان اپنی جگہ پہ ڈٹے رہے اور اُن کے جذبوں میں کوئی تلاطم نہ تھا اور نہ اُن کی آنکھوں میں کوئی خوف تھا۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے فرمایا:

حضرت سعد بن معاذؓ مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ مومنین کی ماں نے انھیں بلندی سے دیکھا کہ وہ بنو حارثہ کے ایک قلعے میں تشریف فرما تھیں نے حضرت سعد کی ماں سے کہا!

کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔

اور حضرت عائشہؓ نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ حضرت سعدؓ کی زرہ چھوٹی تھی اور اُن کے بازو ننگے ہوتے تھے۔

حضرت سعد کی ماں نے کہا!

آپ نے یہ بات اس لیے کہی کہ کہیں تیر اُن کے بازو پہ ہی نہ لگے۔

ہاں مجھے یہی خدشہ ہے کہ کہیں اُن کو وہاں تیر نہ لگے جہاں اُن کے بازو پہ زرہ نہ تھی۔

پھر ایک دن جب کفار کے لشکروں نے خندق کے اُس پار سے تیراندازی کی تو بنی عامر بن لوئی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرفہ نے تیر کمان میں چڑھایا اور مسلمانوں کو پکارا!

یہ تیر لو میں ابن عرفہ ہوں۔ [41*]

اور وہ تیر حضرت سعد بن معاذ کو اُسی جگہ آ کے لگا جس جگہ تیر لگنے کا خدشہ حضرت عائشہ نے ظاہر کیا تھا حضرت سعد بن معاذ کی رگِ اکحل کٹ گئی اور اُن کا بہت سا خون بہہ گیا۔

حضرت سعد بن معاذ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی:

اے اللہ!

اگر تو قریش کے ساتھ لڑائی ختم ہوگئی ہے تو مجھے اسی زخم سے شہادت عطا فرما اگر تو نے قریش کے ساتھ جنگ ابھی باقی رکھی ہے تو مجھے زندہ رکھ کہ مجھے اس قوم سے بڑھ کر کسی اور قوم سے جہاد کی خواہش نہیں جنھوں نے اللہ کے رسول محمد ﷺ کو اذیت پہنچائی تھی۔ اے اللہ بنی قریظہ کے انجام سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما!

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو بنو قریظہ کے انجام تک زندہ رکھا۔

مسلمانوں کو حملہ آور کفار کی طرف سے خطرہ کم تھا اور مدینہ کے اندر سے یہودیوں کی بغاوت کی زیادہ فکر تھی۔

اس لیے وہ بے حد محتاط تھے اور مسلمان سواروں کے دستے شہر مدینہ میں گھومتے رہتے مگر چونکہ اُن کا اصل مقابلہ بیرونی حملہ آوروں سے تھا اس لیے وہ ہمہ وقت مدینہ میں نہ ٹھہر سکتے تھے بلکہ اُن کو واپس اپنے اصل محاذ کی طرف لوٹنا ہوتا تھا۔

حضرت ابن اسحٰق نے لکھا کہ!

حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے ساتھ ایک قلعے میں مسلمانوں کی بہت سی عورتیں اور بچے موجود تھے جن میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔ حضرت صفیہؓ نے دیکھا کہ

ایک یہودی کافی دیر سے اُن کے قلعے کے اطراف چکر کاٹ رہا ہے اور جائزہ لے رہا ہے کہ اس قلعے میں صرف عورتیں اور بچے ہی ہیں یا کہ مرد بھی اُن کی حفاظت پہ متمکن ہیں۔

حضرت صفیہؓ بن عبدالمطلب نے کہا کہ ہماری حفاظت کے لیے قلعے میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے سوا اور کوئی مرد نہ تھا اور حسان بن ثابتؓ بھی نرے شاعر ہی تھے اور اُن میں مردوں والی کوئی بات نہ تھی۔

میں نے اُن سے کہا کہ!

مجھے خدشہ ہے کہ یہ یہودی واپس جائے گا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آئے گا اور آپ جانتے ہیں کہ ہماری حفاظت کے لیے یہاں کوئی مرد نہیں ہے اس لیے آپ نیچے جائیں اور اُس مرد کو قتل کر دیں جو قلعے کا جائزہ لے رہا ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہا!

اے عبدالمطلب کی بیٹی آپ جانتی ہیں کہ میں ایک شاعر ہوں اور مجھے جنگ و جدل سے کوئی دلچسپی نہیں۔

حضرت صفیہؓ کہتی ہیں کہ میں اُن سے مایوس ہو کے خود ہی نیچے گئی اور مجھے وہاں پڑی ہوئی ایک لٹھ نظر آ گئی میں نے وہ لٹھ اٹھا لی اور اُس یہودی پہ پیچھے سے حملہ کر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد میں اوپر چلی آئی اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا!

آپ نیچے جائیں اور اُس شخص کا لباس اور ہتھیار اٹھا لائیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا مجھے اس چیز کی حاجت نہیں۔

چنانچہ میں دوبارہ نیچے آئی اور میں نے اُسی شخص کی تلوار سے اُس کا سر کاٹا اور قلعے سے دور نیچے پھینک دیا تا کہ یہودی جان جائیں کہ ہم بے یارومددگار نہیں ہیں اور مرد ہماری حفاظت کے لیے موجود ہیں۔

چنانچہ یہودیوں نے اپنے آدمی کا کٹا ہوا سر دیکھا اور اس کے بعد کسی یہودی نے ہمارے قلعے

کی طرف رخ نہ کیا۔

▪▪▪▪▪▪▪

بیس راتوں سے زیادہ وقت گزر چکا تھا کہ ایک طرف مسلمان خندق کی اُس طرف خیمہ زن تھے اور خندق کی اِس طرف اہل قریش اور بنو غطفان خیمہ زن تھے۔ بنو قریظہ کی بغاوت کے بعد مسلمانوں کے لیے حالات مزید خراب ہو چکے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگی چال چلنے کا فیصلہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دشمنوں میں پھوٹ ڈالنے کا سوچا اور بنو غطفان کے سرداروں کو طلب کیا۔ چنانچہ عینیہ بن حصن اور فزاری اور حرث ابن عوف مری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

تم قریش سے الگ ہو جاؤ کیونکہ اُن کا ساتھ دینے میں تمھارا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم تمھیں مدینہ کی کھجوروں کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کو تیار ہیں۔

بنو غطفان اور اُس کے ساتھیوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ حضرت عثمانؓ نے معاہدہ بھی تحریر کر دیا مگر ابھی اُس پہ فریقین اور گواہوں کے دستخط ہونے باقی تھے۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ بنو خزرج اور بنو اوس کے سرداروں سے مشاورت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو طلب کیا۔

حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بنو غطفان کے سرداروں کو ٹانگیں پھیلائے بیٹھے دیکھا تو انھوں نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور اُن سے کہا وہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہیں اس لیے تمیز سے بیٹھیں۔

انھوں نے اپنی ٹانگیں سمیٹ لیں اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کے ساتھ اُٹھ کے خیمے سے باہر تشریف لے آئے اور اُن کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! یہ اللہ کا حکم ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! نہیں

حضرت سعد نے پھر پوچھا؟

کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

دراصل میں اس امر پہ اس لیے راضی ہوا کہ تمام عربوں نے تمھیں اپنی کمانوں کے نیچے رکھ لیا ہے اور میں یہ کام صرف تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں اور یہ تو محض ایک جنگی چال ہے تاکہ ہم دشمن کو کمزور سکیں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! ہم جاہل تھے اور یہ بھی جاہل تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے یہ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے پھر اللہ نے ہمیں تو آپ ﷺ کی بدولت ہدایت اور عزت سے نواز دیا مگر یہ لوگ بدستور اپنی جہالت پہ قائم رہے۔

یارسول اللہ ﷺ جب ہم جاہل تھے تب بھی یہ ہماری ایک کھجور بھی ہم سے چھین کر کھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے کجا کہ یہ ہمارے مہمان ہوں یا ہم سے کھجوریں خرید کے کھائیں اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت اور عزت سے نوازا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اُن کو خراج ادا کریں۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ ہماری فکر نہ کریں اُن کے لیے ہمارے پاس صرف تلواریں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ بنو اوس اور بنو خزرج کے سرداروں کے حوصلے پہ خوش ہوئے اور اُن سے کہا!

اچھا! تم جانو اور تمھارا کام۔

پھر وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے خیمے کے اندر گئے اور بنو غطفان کے سرداروں سے کہا! ہم تم سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتے تم یہاں سے چلے جاؤ تمھارے لیے ہمارے پاس صرف تلواریں ہیں اور حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں وہ معاہدہ تھا جسے تھوڑی دیر قبل ہی تحریر کیا گیا تھا اور انہوں نے اُسے بنو غطفان کے سرداروں کے سامنے پہ پھاڑ کر پھینک دیا۔

چنانچہ بنو غطفان کے سردار مایوس ہو کر وہاں سے اٹھ گئے۔

تناؤ برقرار تھا اور دونوں طرف سے فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے پہ جمی ہوئیں تھیں۔

کفار کسی بڑی کامیابی کے منتظر تھے مگر اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کس طرح ہوگا۔

مگر وہ کامیابی مسلمانوں کو ملی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے؛

دشمن کی بے پناہ تیر اندازی اور پتھراؤ سے اُن کے چند ساتھی شہید ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے فرمایا انھیں مدینہ لے جاؤ اور وہیں دفن کرو چنانچہ ہم اپنے ساتھیوں کو دفن کرنے کے بعد واپس ہوئے تو ہم نے اونٹوں کا ایک قافلہ دیکھا جس پہ بے پناہ سامان رسد لدا ہوا تھا۔

بیس اونٹوں پہ مشتمل اس قافلے پہ گیہوں کھجوریں اور جانوروں کے لیے چارہ لدا ہوا تھا اور یہ حیئ بن اخطب کا قافلہ تھا جو اُس نے لشکر کفار کی تقویت کے لیے مدینہ کے یہودیوں کی طرف سے روانہ کیا تھا۔

مسلمانوں نے دشمن کی رسد سے لدے اس قافلے پہ حملہ کر دیا قافلے کی حفاظت پہ مامور کچھ لوگوں کو تو ہم نے قتل کر دیا اور کچھ موت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہم نے رسد سے لدے یہ تمام اونٹ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے جس سے نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے کیونکہ رسد کے اس سامان سے مسلمانوں کو زبردست آرام اور فراغت نصیب ہوئی تھی۔

ایک دن خالد بن ولید نے مسلمانوں پہ حملہ کیا۔

حضرت اسید بن حضیرؓ کے ساتھ دو سو مسلمانوں کا دستہ تھا انھوں نے خالد بن ولید کا حملہ نا کام بنا دیا۔

قریش مکہ اور اُن کے حواری اب اس محاصرے سے تنگ آنے لگے تھے انھوں نے ایک روز فیصلہ کیا آج ہم سب مل کر مسلمانوں پہ حملہ کریں گے۔

اور کفار کے تمام لشکروں نے خندق کو گھیر لیا صحابہ بیان کرتے ہیں کہ یوں لگتا تھا جیسے اندھیرا ہو گیا ہو۔

کفار نے بے پناہ تیراندازی کی اور پتھراؤ شروع کر دیا۔

مسلمانوں کی طرف سے بھی تیراندازی کی جارہی تھی۔

پورا دن مسلسل جنگ ہوتی رہی۔

حتیٰ کہ رات کا اندھیرا چھانے لگا۔

ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری عصر کی نماز قضاء ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

اللہ دشمن کو برباد کرے انھوں نے آج ہمیں کوئی نماز ادا نہیں کرنے دی۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تب کہیں جا کے یہ معرکہ ختم ہوا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

اور مسلمانوں نے رات کے اس اندھیرے میں پہلے ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت بلال

نے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت بلال نے مغرب کی نماز کے لیے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد حضرت بلال نے عشا کی نماز کے لیے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے عشا کی نماز ادا کی۔

نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور احزابیوں کے لیے بدعا کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

اللھم منزل الکتاب، سریع الحساب ، اھزم الاحزاب ،

اللھم اھزمھم وانصرنا علیھم وزلزلھم۔،

اے اللہ! اے جلد حساب لینے والے احزابیوں کو شکست سے دوچار کر۔

اے اللہ!

ان کو مغلوب کردے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما!

اے اللہ! اِن کے اتحاد کو پارہ پارہ کردے۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ!

نبی اکرم ﷺ کی دعائیں اتنی سرعت سے قبول کی جاتیں کہ ہم ششدر رہ جاتے کیونکہ اسی شب نعیم بن مسعود ہمارے درمیان اترا جس نے اس جنگ کا نقشہ بدل دیا۔

حضرت نعیم بن مسعود کا تعلق بنوغطفان سے تھا۔

امام عبداللہ سہیلی نے اُن کا نسب بیان کیا ہے۔

نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان۔

نعیم بن مسعود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

میں اسلام قبول کر چکا ہوں مگر یہ بات میرے قبیلے کو بھی معلوم نہیں۔

آپ ﷺ مجھ سے جو کام لینا چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

دشمن میں انتشار پیدا کر دو۔

نعیم بن مسعود مسکرائے اور کہا!

یارسول اللہ ﷺ!

یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

جلد ہی آپ ﷺ دشمن کے لشکروں کو ایک دوسرے سے بدگمان دیکھیں گے۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے اور بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے ہاں جا پہنچے۔

ایک تو حضرت نعیم بن مسعود کے تعلقات بہت وسیع تھے دوسرے وہ بہت چرب زبان تھے، یاد رہے یہ وہی نعیم بن مسعود ہیں جن کو ابو سفیان نے بدر الآخر کی جنگ میں قریش کی بے پناہ طاقت کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے بھیجا تھا اور وہ کامیاب بھی رہے تھے کہ بہت سے کمزور دل مسلمان اندر سے سہم گئے تھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کی برکت تھی کہ مسلمان فوراً ہی مستحکم ہو جاتے اور اُن کے دلوں سے سب خوف دور ہو جاتے۔

چنانچہ جب وہ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے ہاں اترے تو اُن کی خوب تکریم کی گئی۔

انھوں نے بنو قریظہ کے سردار سے کہا!

اے بنو قریظہ! میری تم سے جو دلی محبت ہے اور مسلمانوں سے جس قدر گہری عداوت ہے اُس سے تم خوب آگاہ ہو:

بنو قریظہ کے لوگوں نے کہا!

بے شک ہمیں تم پہ پورا اعتماد ہے تم جو بات بھی کہو گے وہ ہمارے فائدے کی ہو گی۔

حضرت نعیم بن مسعود نے کہا!

میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم نے اس جنگ میں خود کو الجھا کے غلطی کی ہے اس لیے کہ قریش اور بنو غطفان کا تو جب جی چاہے گا اپنے اونٹوں پہ سوار ہوں گے اور اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اُن کے کون سے بچے اور عورتیں اور جائیدادیں یہاں ہیں جو وہ کسی کا انتظار کریں گے۔

مگر تم لوگوں کی جائیدادیں عورتیں اور بچے سب یہیں ہیں اور اگر وہ تمھیں محمد ﷺ کے رحم و کرم پہ چھوڑ کے چلے گئے تو تم اُس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ اس محاصرے سے اب اکتانے لگے ہیں اس لیے اگر وہ تم سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پہ حملہ کرو تو اُن سے کہنا اپنے کچھ سردار بطور رہن تمھیں دے دیں تا کہ تمھیں اس بات کا اطمینان رہے کہ وہ اب بھاگ کے نہیں جائیں گے۔

یہودیوں کے دلوں میں یہ بیج بو کر حضرت نعیم بن مسعود کفار قریش کے لشکر میں پہنچے اور اُن سے کہا!

تم میرے بارے میں سب جانتے ہو اس لیے میری بات کو یونہی نہ پھینک دینا قریش نے کہا!

تم جو کہنا چاہتے ہو کہو ہم جانتے ہیں کہ تم قابل اعتماد آدمی ہو۔

نعیم بن مسعود نے کہا!

اڑتی اڑتی کچھ باتیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ تمھارے کانوں میں ڈال دوں تا کہ غفلت میں تم سے کوئی بڑی غلطی نہ ہو جائے۔

قریش چوکنے ہو کے بیٹھ گئے اور نعیم بن مسعود کی بات غور سے سننے لگے۔

میں نے سنا ہے کہ بنو قریظہ کے یہودی مسلمانوں سے معاہدہ توڑنے پہ پچھتا رہے ہیں اور انھوں نے اپنا ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا ہے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا ہے کہ اگر ہم قریش کے کچھ سرداروں کو آپ کے حوالے کر دیں تا کہ آپ انھیں قتل کر سکیں تو آپ ہماری خطا معاف فرما دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی اس بات کا مثبت جواب دیا ہے اس لیے ہوشیار رہنا اگر یہودی

تم سے کہیں کہ اپنے کچھ سرکردہ لوگ بطور رہن ہمارے حوالے کردو تو تم صاف انکار کردینا۔

قریش نے بھی اُس کی بات کو دل میں بٹھالیا پھر اُس کی بات کے متعلق حقائق جاننے کے لیے ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل اور بنوغطفان کے کچھ لوگوں کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا۔

وہ یہودیوں کے پاس ابوسفیان کا یہ پیغام لے کر گئے تھے۔

ابوسفیان نے اہل یہود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مسلمانوں کا محاصرہ کیے کافی مدت گزر چکی ہے، موسم بہت شدید ہے اور رسد مفقود جس کی وجہ سے ہمارے جانور مرنے لگے ہیں اس لیے وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ مدینہ کے اندر سے بغاوت کردو اور ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پہ حملہ آور ہو جاؤ اور یہ کام کل ہی کر گزرو کہ ہمیں اس کام میں اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔

بنوقریظہ نے ابوسفیان کے وفد سے کہا!

کل تو خیر ہفتہ ہے اور تم جانتے ہو کہ ہفتے کے روز ہم کچھ بھی نہیں کرتے۔

اس کے بعد بھی ہم اُس وقت تک تمھارے ساتھ نہ نکلیں گے جب تک تم اپنے ستر سردار بطور رہن ہمارے پاس نہ بھیجو گے اس لیے کہ ہمیں خدشہ ہے جب جنگ کی سختی تم پہ چھا جائے گی تو تم لوگ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کے رحم و کرم پہ چھوڑ کے چلتے بنو گے۔

قریش کا وفد نامراد ابوسفیان تک پہنچا اور اُسے اہل یہود کی شرائط سے آگاہ کیا!

بخدا! یہ تو وہی بات ہے جو نعیم بن مسعود نے کہی تھی۔

ابوسفیان کے منہ سے نکلا!

اس کے بعد وہ پھر گویا ہوا!

خدا کی قسم! میں تو اُن کو بکری کا ایک بچہ بھی نہ دوں گا۔

حضرت نعیم بن مسعود اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے اور انھوں نے دشمن کے دشمن کے

مابین گہری دراڑ ڈال دی تھی۔

قریش اور مدینہ کے یہودی بری طرح ایک دوسرے سے بدگمان ہو چکے تھے۔

ادھر حیئ بن اخطب نے ایک بار پھر کوشش کی کہ وہ کفار قریش اور یہود مدینہ کے درمیان اعتماد کی فضا قائم کر سکے مگر نہ تو یہودیوں نے اُس کی بات مانی اور نہ ہی

اہل قریش اپنے سردار بطور رہن بنو قریظہ کے ہاں بھیجنے کو تیار تھے اس بات کو وہ اپنی توہین سمجھتے تھے۔

چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہوا۔

▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪ ▪

خندق کے دوسری طرف مسلمان تھے جو انتہائی نامساعد حالات کے باوجود ڈٹے ہوئے تھے

اس جنگ میں مسلمانوں کا جنگی شعار "**ھم لا ینصرون**" تھا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

جس رات مشرکین غزوہ خندق سے فرار ہوئے وہ بہت سخت رات تھی۔

چہار سو گھرا اندھیرا تھا اور اتنی زبردست سردی تھی کہ ہم ایک دوسرے میں گھسے جاتے تھے۔

حضرت ابو حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ!

تب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا!

کون ہے جو خندق کے اُس پار جائے اور مجھے دشمن کے حالات سے آگاہ کرے۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بات سنی مگر ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔

کیونکہ ہم شدید تھکاوٹ میں تھے، شدید سردی میں تھے، شدید بھوک کا شکار تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا!

کون ہے جو جائے اور مجھے دشمن کے حالات سے آگاہ کرے میں اپنے رب سے دُعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہو۔مگر ہم حالات کی شدت سے اس قدر مغلوب تھے کہ اتنی بڑی بشارت کے باوجود ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔

آخر نبی اکرمﷺ کو میرا نام لینا پڑا اور آپﷺ نے فرمایا!

حذیفہ اٹھو اور دشمن کی خبر لو!

اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اُٹھوں اور نبی اکرمﷺ کے حکم کی تعمیل کروں۔

چنانچہ میں مشکل ہی سے سہی مگر اٹھ کھڑا ہوا۔

نبی اکرمﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا!

حذیفہ تم نے میری آواز سنی تھی اس کے باوجود تم کھڑے نہیں ہوئے۔

میں نے جواب دیا! یارسول اللہﷺ

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپﷺ کو حق کے ساتھ ہماری طرف اتارا ہے ایسی بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خوف سردی اور بھوک کی شدت سے میں کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ تھا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا!

روانہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اوپر سے بھی نیچے سے بھی تمہاری حفاظت کرے گا۔

چنانچہ میں روانہ ہوا خندق میں اترا پھر ایک جگہ خندق سے اوپر چڑھا اور میں نے دیکھا کہ دشمن کے خیموں میں آگ جل رہی ہے اور ایک جگہ اُن کے بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں میں اُن کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا اندھیرے کی وجہ سے مجھے کسی نے نہ پہچانا اور میں وہیں دُبک گیا۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے رخصت کیا تو مجھے ہدایت کی تھی صرف معلومات حاصل کرنا ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرنا۔

اس لیے میں خاموش ہو رہا ورنہ میں اندھیرے میں تھا اور ابوسفیان میرے بالکل سامنے اور کافی قریب تھا میرا ایک ہی تیر اُس کا کام تمام کر سکتا تھا مگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وجہ سے خود کو مجبور پا رہا تھا ورنہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں اُس پہ تیر چلا دوں۔

ادھر ابوسفیان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

مدینہ کے یہودیوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے ہمارے جانور بھوک سے مرنے لگے ہیں اور ہمارے لوگ سردی سے ہلاک ہو رہے ہیں اس لیے میرا مشورہ تو یہ ہے کہ واپس لوٹ چلو۔

حضرت حذیفہ کہتے کہ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا اور میں ابھی رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچا تھا کہ اللہ کے غیبی لشکر اترنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی قریش میدان جنگ کو خالی چھوڑ کے بھاگ اٹھے۔

اور جس غیبی لشکر کا ذکر حضرت حذیفہ نے کیا تھا وہ ایک تند و تیز آندھی تھی جس نے قریش کا مستقر تباہ کر دیا تھا۔

مورخین نے اس آندھی کے متعلق جو تفصیلات فراہم کی ہیں اُن کے مطابق وہ ایک سخت سرد اور تاریک رات تھی جب اچانک ہی ہر طرف سے تیز آندھی نے لشکر قریش کا احاطہ کر لیا۔ ریت اتنی اڑتی تھی کہ انسان تو انسان اونٹ تک اندھے ہو گئے تھے، اُن کی ہانڈیاں الٹ گئی تھیں، اُن کے خیمے گر گئے تھے یا اُڑ گئے تھے اور کسی نے لکھا کہ ریت اتنی زیادہ تھی لوگ اس میں دبنے لگے تھے تب اُن کا سردار ابوسفیان چلا چلا کر لوگوں سے کہہ رہا تھا یہاں سے نکلو یہاں موت کا خوف ہے یہاں بھوک اور عسرت ہے وہ تیزی سے اپنے اونٹ پہ سوار ہوا اور بدحواسی میں وہ اس کی رسی تک کاٹنا بھول چکا تھا اُس نے اونٹ پہ سوار ہی رسی کو اپنی تلوار سے کاٹ دیا اور لوگوں سے یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ لوگو میرے پیچھے چلے آؤ۔

اور لشکر قریش خندق کے اُس پار سے غائب ہو گیا۔
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پہ اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ!

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ○ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ احزاب ؛ آیات 9..11)

ترجمہ؛

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو ابھی ابھی اُس نے تم پہ کیا ہے جب لشکر تم پہ چڑھ آئے تو ہم نے اُن پہ ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو کچھ تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پہ چڑھ آئے تھے۔ جب خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کا گمان کرنے لگے تھے۔ اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا مارے گئے"۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ!

اگر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمت العالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی لشکر قریش کو نگل جاتی۔ مگر اُن میں سے بہت سوں کے نصیب میں ہدایت لکھی تھی اور پھر اُن میں سے اکثر رسول اللہ ﷺ کے قرابتدار تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف کر دیا۔

اگرچہ اہلِ قریش اور بنو غطفان نے تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا مگر وہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے نو افراد نے شہادت کا جام نوش کیا۔

جن کے نام ابن ہشام سے درج کیے جا رہے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت انس بن اوسؓ، حضرت عبداللہ بن سہلؓ، حضرت طفیل بن نعمانؓ، حضرت ثعلبہ بن عمنہؓ، حضرت کعب بن زیدؓ، حضرت قیس بن زیدؓ، حضرت عبداللہ بن ابی خالدؓ، حضرت ابوسنان بن سیفیؓ۔[*42]

اور مقتولین قریش میں عمرو بن عبدود، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ، عثمان بن منبہ شامل تھے۔

اگلے روز جب سورج نے جبل اُحد کی اوٹ سے اپنی اولین کرنیں خندق کے اُس پار ڈالیں تو ایسا منظر تھا جیسے کسی بستی سے کوئی آسیب گزر گیا ہو کفار کی ٹوٹی ہوئی ہنڈیاں تھیں، اُن کے رسد کے انبار تھے، مردہ گھوڑے اور اونٹ تھے، اور خیموں کے آوارہ چیتھڑے تھے جو ہوا سے ہر طرف اڑتے پھرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا!

اَلْاٰنَ نَغْزُوْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نِحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْھِمْ

اب وہ ہم پہ کبھی حملہ نہیں کر سکیں گے بلکہ اب ہم اُن پہ حملہ کریں گے۔

میں نے حدیث کی سینکڑوں کتابیں دیکھی ہیں ہر مورخ نے اگرچہ غزوہ احزاب کا ذکر کیا ہے مگر مفصل ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے کوشش کی ہے کہ غزوہ احزاب کا ذکر اُس کی تمام جزیات سمیت جائے۔ شاید میں اس کوشش میں کامیاب ہوا ہوں۔

ذیقعدہ،۵ہجری بمطابق۔۔۔فروری 627ء

غزوہ احزاب اور شعرائے عرب

شعر کہنا اُن کا معمول تھا، خاص طور پہ جنگی معرکوں کو نظم کرنے کی روایت عربوں میں بہت ہی قدیم تھی۔ عام طور پہ اُن کا اسلوب یہ تھا کہ پہلے ایک شاعر کسی معرکے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے پھر مقابل گروہ سے کوئی شاعر اُس کے تخیل کی نفی کرتا اور جوابی قصیدہ تحریر کرتا اس طرح ایک سلسلہ چل نکلتا اور کسی بھی اہم واقعے یا معرکہ پہ بے بہا شعری ادب وجود میں آتا۔ غزوہ احزاب میں بھی پہلے ہم اہل قریش کے شاعر بنی محارب بن فہر کے شاعر ضرار بن خطاب بن مرداس کا قصیدہ پیش کر رہے ہیں اس کے بعد جواب دعویٰ کے طور پہ حضرت کعب بن مالک ؓ کے اشعار تحریر کیے جائیں گے۔ انشاءاللہ

وَمُشْفِقَةٍ تَظُنّ بِنَا الظُّنُوْنَا
وَقَدْ قُدْنَا عَرَ نْدَسَةً طَحُوْنَا

کتنی ہی ہمدرد خواتین ہیں جو ہمارے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگی ہیں جب ہم ایک طاقتور لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

كَاَنَّ زُهَاءَ هَا اُحُدٌ اِذَ مَا
بَدَتْ اَرْكَانُهُ لِلنَّا ظِرِيْنَا

جب اس لشکر کے چاروں ستون ظاہر ہوتے ہیں تو یوں لگتا ہے اُن کی تعداد اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تَرَى الْاَبْدَانَ فِيْهَا مُسْبِغَاتٍ
عَلَى الْاَ بْطَالِ وَالْيَلَبَ الْحَصِيْنَا

تم اس لشکر میں بڑے بڑے بہادروں کے جسموں پر کامل ترین زرہیں اور مضبوط ترین ڈھالیں دیکھتے ہو۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

وَ جُرْدًا كَالْقِدَاحِ مُسَوَّاتٍ
نَؤُمُّ بِهَا الْغُوَاةَ الْخَاطِئِنَا

اور دشمن کی طرف پھینکے گئے تیروں کی رفتار سے چلنے والے گھوڑوں پہ سوار ہو کر ہم خطا کار لوگوں کا قصد کرتے ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

كَأَنَّهُمْ إِذَا صَالُوْا وَصُلْنَا
بِبَابِ الْخَنْدَقَيْنِ مُصَافِحُوْنَا

جب خندق کے دروازوں پہ وہ بھی حملہ کرتے ہیں اور ہم بھی تو گویا ہم خطا کار لوگوں سے مصافحہ کر رہے ہوں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

أُنَاسٌ لَا نَرٰى فِيْهِمْ رَشِيْدًا
وَقَدْ قَالُوْا أَلَسْنَا رَاشِدِيْنَا

وہ ایسے لوگ ہیں جن میں سے ہمیں ایک شخص بھی راہ راست پہ نظر نہیں آتا جب کہ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہی راہ راست پہ ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَاَحْجَرْنَا هُمْ شَهْرًا كَرِيْتًا
وَكُنَّا فَوْقَهُمْ كَالْقَاهِرِيْنَا

ہم نے پورا ایک مہینہ اُن کا محاصرہ کیے رکھا اور ہم اُن کے اوپر کسی قہر کی طرح چھائے رہے۔

نُرَاوِحُهُمْ وَ نَغْدُوْا كُلَّ يَوْمٍ
عَلَيْهِمْ فِىْ السِّلَاحِ مُدَجَّجِيْنَا

ہم عمدہ ہتھیاروں سے لیس تھے اور ہم اُن پہ صبح وشام گزرتے رہتے تھے۔

بِاَيْدِيْنَا صَوَارِمُ مُرهَفَاتٌ
نَقُدُّ بِهَا الْمَفَارِقَ وَالشُّؤوْنَا

ہمارے ہاتھوں میں کاٹ دینے والی تلواریں تھی جن سے ہم اُن کے ٹکڑے کاٹتے رہے۔

كَاَنَّ وَ مِيْضَهُنَّ مُعَرَّيَا تٍ
اِذَا لَا حَتْ بِاَيْدِیْ مُصْلِتِنَا

سونتنے والوں کے ہاتھوں میں جب تلواریں چمکتیں تو بے نیام ہونے کی حالت میں گویا اُن کی چمک۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَمِيْضُ عَقِيْقَةٍ لَمَعَتْ بِلَيْلٍ
تَرٰى فِيْهَا الْعَقَائِقَ مُسْتَبِيْنَا

رات کے وقت چمکنے والے اس بادل کی چمک کی طرح تھی جس میں پھٹے ہوئے بادل صاف نظر آتے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَلَوْلَا خَنْدَقٌ كَانُوْا لَدَيْهِ
لَدَمَّرْنَا عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَا

اگر یہ خندق نہ ہوتی جس کے قریب وہ لوگ تھے تو ہم اُن سب کو جڑ سے اکھیڑ دیتے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَلٰكِنْ حَالَ دُوْنَهُمْ وَ كَانُوْا
بِهٖ مِنْ خَوْفِنَا مُتَعَوِّذِيْنَا

لیکن یہ خندق ہمارے اور اُن کے درمیان حائل ہوگئی اور وہ ہمارے ڈر سے اس کی پناہ لیے ہوئے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاِنْ نَرْحَلْ فَاِنَّاقَدْ تَرَكْنَا
لَدٰى اَبْيَاتِكُمْ سَعْدًا رَهِيْنَا

پھر اگر ہم کوچ بھی کر رہے تھے تو ہم نے تمھارے گھروں کے پاس سعد کو موت کے لیے رہن رکھ لیا تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اِذَا جَنَّ الظَّلَامُ سَمِعْتَ نَوْحٰى
عَلٰى سَعْدٍ يُرَجِّعْنَ الْحَزِيْنَا

جب رات چھا جائے گی تو تم سعد پہ نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز سن لو گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَسَوْفَ نَزُوْرُكُمْ عَمَّا قَرِيْبٍ
كَمَا زُرْنَاكُمْ مُتَوَازِرِيْنَا
ہم اس سے پہلے بھی تم سے لڑ چکے ہیں اور آئندہ بھی تم سے لڑتے رہیں گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بِجَمْعٍ مِنْ كِنَانَةَ غَيْرِ عُزْلٍ
كَأُسْدِ الْغَابِ قَدْ حَمَتِ الْعَرِيْنَا
بنی کنانہ کے ایک مسلح لشکر کے ساتھ جو جنگل کے شیروں کی طرح ہوگا اپنی کچھار کی حفاظت کررہے ہوں۔ [*43]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

حضرت کعب بن مالکؓ کا جوابی قصیدہ :

وَ سَائِلَةٍ تُسَائِلُ مَا لَقِيْنَا
وَ لَوْ شَهِدَتْ رَأَتْنَا صَابِرِيْنَا
پوچھنے والیاں ہم سے پوچھتی ہیں کہ ہم جنگ میں کس چیز سے دوچار ہوئے تاہم اگر وہ بغور دیکھتیں تو ہمیں صابر پاتیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

صَبَرْنَا لَا نَرٰی لِلّٰہِ عِدْلاً
عَلٰی مَا نَابَنَا مُتَوَکِّلِیْنَا

ہم کسی کو اللہ تعالیٰ کا مدمقابل نہیں پاتے بلکہ ہم اسی پہ توکل کرتے ہیں اور ہر مصیبت میں صبر واستقلال سے کام لیتے ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَکَانَ لَنَا النَّبِیّ وَزِیْرَ صِدْقٍ
بِہٖ نَعْلُوْ الْبَرِیَّۃَ اَجْمَعِیْنَا

اور نبی اکرم ﷺحق وصداقت کے وزیر ہیں انھی کے توسط سے ہم ساری مخلوق پہ غلبہ حاصل کریں گے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

نُقَاتِلُ مَعْشَرًا ظَلَمُوْا وَ عَقُّوْا
وَ کَانُوْا بِالْعَدَوَۃِ مُرْصِدِیْنَا

ہم ایک ایسے گروہ کے ساتھ لڑتے رہیں گے جنھوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی اور ہمیں جنگ کی طرف بلایا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

نُعَا جِلُھُمْ اِذَا نَھَضُوْا اِلَیْنَا
بِضَرْبٍ یُعْجِلُ الْمُتَسَرِّعِیْنَا

جب وہ ہماری طرف بڑھتے تو ہم ایسی شمشیرزنی کے ساتھ اُن سے سبقت لے جاتے جوجلد بازوں کے اوپر تیزی سے چل رہی تھی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

تَرَانَا فِیْ فَضَافِضَ سَابِغَاتٍ
کَغُدْرَانِ الْمَلَا مُتَسَرْ بِلِیْنَا

تم دیکھ ہی رہے تھے کہ ہم کھلے میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زرہوں میں ملبوس تھے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَفِیْ اَیْمَانِنَا بِیْضٌ خِفَافٌ
بِھَا نَشْفِیْ مَرَاحَ الشَّا غِبِیْنَا

ہمارے دائیں ہاتھ میں ہلکی پھلکی چمکدار تلواریں تھیں جن کے ساتھ ہم شوروغوغا کرنے والوں کے اوچھے پن کو زائل کر رہے تھے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

بِبَابِ الْخَنْدَقَیْنِ کَاَنَّ اُسُدًا
شَوَا بِکُھُنَّ یَحْمِیْنَ الْعَرِیْنَا

خندق کے دروازوں پہ ایسے شیر تھے جو متحد جتھوں کی طرح تھے اور اپنی کچھاروں کی حفاظت کررہے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَوَارِسُنَا اِذَا بَکَرُوْا وَ رَحُوْا
عَلَی الْاَ عْدَاءِ شُوْسًا مُعَلِمِیْنَا

ہمارے شہسوار نشان جنگ لگائے قہر بھری نظروں سے صبح وشام دشمن پہ حملہ آور ہورہے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

لِنَنْصُرَ اَحْمَدًا وَاللّٰہِ حَتّٰی
نَکُوْنَ عِبَادَ صِدقٍ مُخْلِصِیْنَا

خدا کی قسم! ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کریں تا کہ اللہ کے سچے اور مخلص بندے بن جائیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَيَعْلَمَ اَهْلُ مَكَّةَ حِيْنَ سَارُوْا
وَ اَحْزَابٌ اَتَوْا مُتَحَزِّبِيْنَا

اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ رخصت ہوتے وقت اہل مکہ جان لیں جو گروہ بندی کر کے آئے ہیں کہ۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ
وَاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَا

واقعی ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ یقیناً مومنوں کا دوست اور مددگار ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَاِمَّا تَقْتُلُوْا سَعْدًا سَفَاهًا
فَاِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ الْقَادِرِيْنَا

اگر تم نے اپنی حماقت سے سعدؓ کو شہید بھی کر دیا تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کے قدرت رکھنے والا ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

سَيُدْخِلُهُ جَنَانًا طَيِّبَاتٍ
تَكُوْنُ مُقَامَةً لِلصَّالِحِيْنَا

وہ انھیں ایسے پاکیزہ باغات میں داخل کرے گا جو نیکوکاروں کا ٹھکانہ ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلًّا شَرِيْدًا
بِغَيْظِكُمْ خَزَايَا خَائِبِيْنَا

جیسا کہ اُس نے تمھیں شکست خوردہ خائب وخاسر اور نامراد واپس کیا ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

خَزَايَا لَمْ تَنَالُوْا ثَمَّ خَيْرًا
وَكِدْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا دَامِرِيْنَا

تم ذلیل وخوار ہوگئے اور تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی قریب تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بِرِيْحٍ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَيْكُمْ
فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَمِّهِيْنَا

اس شدید آندھی کے ساتھ جو تم پہ چلی اور جس کے نیچے تم اندھے ہوگئے تھے۔

[*44]

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

غزوہ خندق ہی کے بارے میں یہ قصیدہ عبداللہ بن زبعری سہمی کا ہے۔

حِيِّ الدِّيَارَ مَحَا مَعَارِفَ رَسْمِهَا
طُوْلُ الْبِلٰى وَ تَرَاوُحُ الْاَحْقَابِ

اِن گھروں کو سلام ہو جن کے نشانات طولِ قدامت اور مرورِ زمانہ نے مٹا کر رکھ دیئے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَكَاَنَّمَا كَتَبَ الْيَهُوْدُ رُسُوْمَهَا
اِلَّا الْكَنِيْفَ وَ مَعْقِدَ الْاَطْنَابِ

یوں لگتا ہے یہ نشانات یہودیوں کے ہیں، جہاں اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور طنابیں اٹکانے کی جگہ باقی رہ گئی ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

قَفرًا کَاَنَّکَ لَمْ تَکُنْ تَلْهُوْ بِهَا
فِیْ نِعْمَةٍ بَاَوَانِسٍ اَتْرَابِ

اے چٹیل میدان! گویا تم بچپن کے سنہرے زمانوں میں یہاں ہمجولیوں کے ساتھ کھیلے ہی نہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَا تْرُكْ تَذَكُّرَ مَامَضٰى مِنْ عِيْشَةٍ
وَ مَحَلَّةٍ خَلَقِ الْمُقَامِ يَبَابِ

اچھا اب اُس زندگی کا خیال چھوڑ و جو گزر گئی جہاں ٹھہرنے کی جگہ پہ اب ایک خالی میدان ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَاذْكُرْ بَلَاءَ مَعَاشِرٍ وَاشْكُرْهُمُ
سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ مِّنَ الْاَنْصَابِ

اور اُن گروہوں کا ذکر کرو اور شکر کرو جو سب کے سب مل کر مقدس پتھروں سے چل پڑے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَنْصَابِ مَكَّةَ عَامِدِيْنَ لِيَثْرِبَ
فِيْ ذِيْ غَيَاطِلَ جَحْفَلٍ جَبْجَابِ

یعنی مکہ کے پتھروں سے یثرب کے ارادے سے ایک ایسے عظیم الشان اور کثیر تعداد لشکر کی صورت میں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

يَدَعُ الْحُزُوْنَ مَنَاهِجًا مَعْلُوْمَةً
فِيْ كُلِّ نَشْزٍ ظَاهِرٍ وَّ شِعَابِ

جو ہر بلند اور پست زمین میں موجود بلند اور نمایاں راستوں پر اپنے آثار چھوڑتا جا رہا تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فِيْهَا الْجِيَادُ شَوَازِبٌ مَّجْنُوْبَةٌ
قُبُّ الْبُطُوْنِ لَوَاحِقُ الْاَقْرَابِ

اِن گروہوں میں ایسے پتلی کمر والے گھوڑے گھوڑیاں چلائے جا رہے تھے جن کے پیٹ دبلے اور جن کی کوکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

مِنْ كُلِّ سَلْهَبَةٍ وَاَجْرَدَ سَلْهَبٍ
كَالسَّيِّدِ بَادَرَ غَفْلَةَ الرُّقَابِ

جو دراز قد اور ایسے بھیڑیوں کی مانند تھے جو گھات لگائے شکاری کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

جَيْشٌ عُيَيْنَةُ قَاصِدٌ بِلِوَائِهٖ
فِيْهِ وَصَخْرٌ قَائِدُ الْاَحْزَبِ

وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینیہ اپنا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا اور وہاں تمام گروہوں کا سردار ابوسفیان بھی موجود تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

قَرْمَانِ كَالْبَدْرَيْنِ اَصْبَحَ فِيْهِمَا
غَيْثُ الْفَقِيْرِ وَ مَعْقِلُ الْهُرَّابِ

یہ دونوں جوانمرد چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے جو حاجت مند کی فریاد سننے اور اُسے پورا کرنے پہ قادر تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

حَتّٰى اِذَا وَرَدَا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَدَوْا
لِلْمَوْتِ كُلَّ مُجَرَّبٍ قَضَّابِ

یہاں تک کہ وہ دونوں مدینہ پہنچے اور انھوں نے موت کے لیے ہر کاٹ دینے والی آزمودہ تلوار کو گلے سے لگا رکھا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

شَهْرًا وَّ عَشْرًا قَاهِرِيْنَ مُحَمَّدًا
وَصِحَابُهٗ فِى الْحَرْبِ خَيْرُ صِحَابِ

وہ ایک مہینہ دس دن تک محمد (ﷺ) کا محاصرہ کیے رہے، حالانکہ اُن کے ساتھی جنگ کے بہترین ساتھی تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نَادَوْا بِرِحْلَتِهِمْ صَبِيْحَةَ قُلْتُمْ
كِدْنَا نَكُوْنُ بِهَا مَعَ الْخُيَّابِ

تو انھوں نے اُس صبح اپنے کوچ کا اعلان کیا جس کے بارے میں تم کہتے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

لَوْلَا الْخَنَادِقُ غَادَرُوْا مِنْ جَمْعِهِمْ
قَتْلَىٰ لِطَيْرٍ سُغَّبٍ وَّ ذِئَابِ

اگر یہ خندقیں حائل نہ ہوتیں تو یہ لوگ مسلمانوں کی جمعیت سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بھوکے بھیڑیوں کے لیے چھوڑ دیتے۔[45*]

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

ابن زبعری کے جواب میں یہ قصیدہ حضرت حسانؓ نے کہا !

هَلْ رَسْمُ دَارِسَةِ الْمُقَامِ يَبَابِ
مُتَكَلِّمٌ لِّمُحَاوِرٍ بِجَوَابِ

جن کے ٹھہرنے کا مقام مٹ چکا ہے وہ ایک ایسے شخص سے ہمکلام ہونا چاہتے ہیں جو دوبدو جواب دینے والا ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

قَفْرٌ رِهَمُ السَّحَابِ رُسُوْمَهُ
وَهُبُوْبُ كُلِّ مُطِلَّةٍ مِرْبَابِ

وہ ایسا چٹیل میدان ہے جس پہ مسلسل برسنے والی بارشوں نے ہر قسم کے نشانات کو مٹا دیا ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَلَقَدْ رَاَیْتُ بِهَا الْحُلُوْلَ یَزِیْنُهُمْ
بَیْضُ الْوُجُوْهِ ثَوَاقِبُ الْاَحْسَابِ

بے شک میں نے اس دیار میں ایسے گھر دیکھے ہیں جنھیں روشن چہرے اور روشن اخلاق مزین کرتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَذَاعِ الدِّیَارَ وَذِکْرَ کُلِّ خَرِیْدَةٍ
بَیْضَاءَ آنِسَةِ الْحَدِیْثِ کَعَابِ

لیکن اب اِس دیار کو چھوڑ دو، ابھرے ہوئے سینوں والی، شریں کلام، گوری اور نازک اندام عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَاشْکُ الْهُمُوْمَ اِلَی الْاِلٰهِ وَمَا تَرٰی
مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوْا الرَّسُوْلَ غِضَابِ

اور اللہ تعالیٰ کی میں بارگاہ اپنے غموں کی اور اِن تکلیف دہ چیزوں کی شکایت کرو جو تم غضبناک گروہ کے اندر دیکھتے ہو جنھوں نے رسول کریم کے ساتھ ظلم کیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ اِلَيْهِ وَاَلَبُوْا
اَهْلَ الْقُرٰى وَ بَوَادِیَ الْاَعْرَابِ

اِن لوگوں نے مل نبی کریم ﷺ پہ ہلّا بول دیا وہ اپنے ساتھ شہروں اور دیہات کے سبھی لوگوں کو لے آئے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

جَيْشٌ عُيَيْنَةُ وَابْنُ حَرْبٍ فِيْهِمْ
مُتَخَمِّتُوْنَ بِحَلْبَةِ الْاَحْزَابِ

وہ ایسا لشکر تھا جس میں عینیہ اور ابوسفیان شامل تھے اور مختلف گروہوں کے مسابقت کرنے والے متکبر گھڑسوار تھے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

حَتّٰى اِذَا وَرَدُوْا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَجُوْا
قَتْلَى الرَّسُوْلِ وَ مَغْنَمُ الْاَسْلَابِ

یہاں تک کہ یہ لشکر مدینہ پہنچے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے قتل اور لوٹ مار کی اُمیدیں لگائیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَغَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِيْنَ بِاَيْدِهِمْ
رُدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلَى الْاَعْقَابِ

محض اپنی قوتِ بازو کے بھروسے پر ہم پہ حملہ کیا تو انھیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی الٹے پاؤں پھیر دیا گیا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

بِهُبُوْبِ مُعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ
وَ جُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

سخت آندھی کے جھونکوں نے اُن کی جمعیت کو تتر بتر کر دیا اور تیرے رب نے اپنی غیبی فوجوں کے ذریعے انھیں الٹے پاؤں پھیر دیا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَكَفَى الْاِلٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ قِتَالَهُمْ
وَاَثَابَهُمْ فِى الْاَجْرِ خَيْرَ ثَوَابِ

پس اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے اِن کفار کے ساتھ لڑائی کے لیے کافی ہو گیا اور مومنین کو بہترین اجر و ثواب سے بھی نوازا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

مِنۡ بَعۡدِ مَاقَنَطُوۡا فَفَرَّقَ جَمۡعَهُمۡ
تَنۡزِيۡلُ نَصۡرِ مَلِيۡكِنَا الۡوَهَّابِ

جب حالات کی شدت سے مایوس ہورہے تھے تب اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کردیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَاَقَرَّ عَيۡنَ مُحَمَّدٍ وَّصِحَابِهٖ
اَذَلَّ كُلَّ مُكَذِّبٍ مُّرۡتَابِ

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور اصحاب کی آنکھیں ٹھنڈی کردیں اور ہر شک کرنے والے اور جھٹلانے والے کو ذلیل وخوار کردیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَاتِیۡ الۡفُؤَادِ مُوَقَّعٍ ذِیۡ رِيۡبَةٍ
فِیۡ الۡكُفۡرِ لَيۡسَ بِطَاهِرِ الۡاَثۡوَابِ

وہ جو انتہائی سنگدل مصیبتوں اور تذبذب کا شکار تھا اور اپنے کفر میں اس حد تک گیا کہ اُس کے کپڑے بھی ناپاک تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَلِقَ الشَّقَاءُ بِقَلْبِهٖ فَفُؤَادُهٗ
فِی الْکُفْرِ اٰخِرًا ھٰذِہِ الْاَحْقَابِ

بدبختی اس کے دل کے ساتھ چمٹ گئی تھی پس کفر میں اس کا دل اُس زمانے کا آخری دل تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فِیْ عَصْبَۃٍ نَصَرَ الْاِلٰہُ نَبِیَّہٗ
بِھِمْ وَکَانَ بِعَبْدِہٖ ذَا مَرْفَقٖ

وہ ایسی جماعت ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی مدد فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ خاص پہ بہت ہی مہربان ہے۔ [*46]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

۲۷ ذیقعدہ ۵ ہجری بمطابق۔۔ مارچ 627ء

غزوہ بنو قریظہ

اوائل عمری میں دیکھا کہ فلسطین کی سڑکوں پہ نوعمر لڑکوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ اُن ٹینکوں سے نبرد آزما ہیں جو یہودیوں کی حفاظت کے لیے برطانیہ اور امریکہ سے منگوائے گئے ہیں۔ پھر صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں بہتے خون سے کل مسلمانوں کی آنکھوں میں پانی اترے تو اس کے بعد بھی مظلوم فلسطینیوں پہ اہل یہود کے مظالم کا سلسلہ طویل تر ہوتا رہا۔ تب ہمارے اندر وحشت کا ایک الاؤ جاگا جس کے نتیجے میں یہودی ایک ایسی قوم کی صورت ہمارے ذہنوں میں بس گئی جو انسان نما عفریت تھے۔ جن کو انسانیت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ جب ہم شعور کی حدوں تک پہنچے تو ہم نے تاریخ کے دریچوں میں جھانک کے دیکھا اور جانا کہ قوم بنی اسرائیل تو روز اول سے ایک ایسی قوم رہی ہے جس کے ہاتھ کبھی شکر کرنے کا ہنر نہ آیا اور نہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا کبھی شکر ادا کیا، بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اللہ کے پیغمبروں کا انکار کیا، اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا، اللہ کے پیغمبروں پہ تشدد کیا، اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا اور آخر میں انھوں نے نبی

آخر الزماں محمد ﷺ کی دعوت سے انکار کیا اور اپنی اصلاح کا آخری موقع بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔ صدیوں پہ محیط ایک طویل فاصلہ قوم بنی اسرائیل کی ذلت پہ روشن گواہ کی طرح ہے جو تاریخ انسانی میں کسی بھی قوم کی اخلاقی پستی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ غزوہ الاحزاب کے موقع پہ جب یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو پس پشت ڈال کے مسلمانوں سے بغاوت پہ کمربستہ ہوئے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ شہر مدینہ کے اندر سے حملہ کر کے مسلمانوں کی پشت کو غیر محفوظ کر دیں گے تو اس وقت صرف اللہ ہی تھا جس نے اپنے دین کے ساتھ ساتھ اس کے دین کے مٹھی بھر پیروکاروں کی حفاظت بھی کی اللہ تعالیٰ کفار قریش اور یہودیوں کی سازش کو کچھ اس طرح ملیا میٹ کیا کہ اُسے محض نصرت خداوندی ہی تصور کیا جا سکتا ہے ورنہ ایک موقع پہ تو یوں محسوس ہوتا تھا جب مسلمانوں کا سانس ہی رُک جائے گا اس لیے کہ اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا تھا باہر سے سارا عرب ایک ہی کمان سے اُن پہ ٹوٹ پڑا تھا تو شہر کے اندر سے اُن کی عورتوں اور بچوں کے قتل کیے جانے کا خطرہ ہر بڑھتے لمحے کے ساتھ مستحکم ہو رہا تھا چنانچہ کچھ صحابہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمیں کوئی ایسی دُعا بتائیں جس کے پڑھنے سے ہمارے دل ٹھہر جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا پڑھو!

"اللھم استر عوارتنا وامن روتنا"۔

اے اللہ! ہماری شرمگاہوں کی پردہ پوشی فرما ہمیں خوف و ڈر سے محفوظ و مامون رکھ اور خطرے کو ہم سے دور ہٹا دے۔

صحابہ روایت کرتے ہیں کہ ہم اس دُعا کو مسلسل پڑھتے ہی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش پہ خوف ناک آندھی اور نظر نہ آنیوالے لشکروں کو بھیجا اور ہمیں اُن سے نجات عطا فرمائی۔

لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے غسل فرمایا کہ آپ ﷺ ایک طویل اور شدید مہم کے بعد لوٹے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے

غسل کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل تشریف لائے۔

اور حضرت جبرائیل ایک سفید خچر پہ سوار تھے جس کے کجاوے پہ ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔

حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ سے استفار کیا؟

یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں

مگر ملائکہ نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنی بائیں سمت (بنوقریظہ) کی طرف بڑھیں۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں میں اُن کے قلعوں میں زلزلہ بپا کر دوں گا۔

نبی اکرم ﷺ مجاہدین اسلام کے ساتھ ظہر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے تھے اس لیے کچھ مسلمانوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور کچھ نے ابھی پڑھنی تھی کہ حضرت بلال نے پھر سے اذان دی اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچایا۔

جو شخص سننے والا اور یقین رکھنے والا ہو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان رکھتا ہو اُس کو چاہیے کہ وہ عصر کی نماز بنوقریظہ کے محلے میں ادا کرے۔

علامہ ابن اسحٰق کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مسلمانوں کا علم حضرت علی کے حوالے کیا اور انھیں بنوقریظہ کی طرف روانہ کیا۔

مسلمانوں کی ٹولیاں بنوقریظہ کی گڑھیوں کی طرف روانہ تھیں۔

مسلمان اگرچہ ایک ماہ کی شدید جنگ سے تھکے ہوئے تھے اور انھیں اتنا وقت بھی نہ ملا تھا کہ وہ

اپنی کمر ہی سیدھی کرلیں کہ پھر سے جہاد پہ روانگی کا حکم مل گیا تھا مگر یہ اُن کی اطاعت و نظم ہی کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ کی عظیم ریاستوں کو اُن مٹھی بھر لوگوں کے عزم و اطاعت کے سامنے سرنگوں کر دیا تھا۔

حضرت علی نبی اکرم ﷺ سے پہلے پہنچے۔ بنو قریظہ نے اپنی گڑھیوں کے دروازے بند کر دیئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے اور مسلمانوں پہ پتھراؤ کیا۔

نبی اکرم ﷺ بھی روانہ ہوئے سو کے قریب گھڑ سوار آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے خود نبی اکرم ﷺ "لحیف" نامی گھوڑے پہ سوار تھے۔ چنانچہ مسلمان لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوا جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو توڑ دیا تھا اور مسلمانوں کو اُس وقت ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جب وہ بیرونی دشمن کے محاصرے میں آئے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے سوال کیا؟

تم نے کسی شخص کو ادھر سے گزرتے دیکھا ہے۔

لوگوں نے کہا!

یا رسول اللہ ﷺ!

ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت دیہہ کلبی یہاں سے گزرے ہیں جو ایک ایسے خچر پہ سوار تھے جس پہ ریشمی کپڑا ڈالا گیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ وہ دیہہ کلبی نہیں بلکہ جبرائیل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے ہاں خوف پھیلانے پہ مامور کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کے ٹھکانے پہ پہنچے اور آپ ﷺ نے وہاں ایک پرانے کنویں کے کنارے پہ قیام کیا جو بنو قریظہ ہی کی ملکیت تھا۔

تین ہزار صحابہ نے بنوقریظہ کا محاصرہ کرلیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے تحریر کیا کہ!

یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اُن کے قلعوں اور حویلیوں کا محاصرہ کر رہے ہیں تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

یہودیوں نے حضرت اسید بن حضیرؓ کو دیکھا تو وہ اُن کی طرف لپکے اس لیے کہ عہد جاہلیت میں وہ اُن کے حلیف تھے اور بنواوس نے اُن کے ساتھ مل کر کئی جنگیں لڑی تھیں۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے اُن پہ لعنت بھیجی اور اُن کو فرمایا!

میرا تمھارا کوئی تعلق نہیں۔

اور یاد رکھو قلعہ بند ہونے سے تم اس کے سوا اور کچھ حاصل نہ کرسکو گے کہ بھوکے پیاسے مر جاؤ۔ یہودیوں کا شدید محاصرہ کر لیا گیا بیان کیا گیا یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا ۔مسلمان مجاہدین محاصرے پہ ڈٹے رہے انھوں نے یہودیوں سے کسی بھی طرح کی نرمی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی نے تحریر کیا کہ!

تین ہزار مسلمان مجاہدین نے بنوقریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس سخت مشق کی وجہ سے ہمارا کھانا صرف وہ کھجوریں تھیں جو مدینہ منورہ سے حضرت سعد ابن عبادہ ہم کو بھیجتے تھے۔ آخر بنوقریظہ کو احساس ہو گیا کہ مسلمان اُن نہ چھوڑیں گے وہ سخت پریشان تھے اور اذیت میں تھے۔ انھوں نے ایک شخص نباش بن قیس کو اپنا نمائندہ بنا کے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ نے درخواست کی کہ بنوقریظہ کو بنونضیر کی طرح مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے اور انھیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت عطا فرما دی جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے انکار کر دیا۔

پھر وہ شخص اپنے قبیلے میں گیا اور واپس آ کے نئی درخواست پیش کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

ہم اپنا تمام مال و اسباب یہیں چھوڑ جاتے ہیں ہمیں خالی ہاتھ یہاں سے نکل جانے دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنوقریظہ کی یہ درخواست بھی مسترد کردی اور فرمایا!

تم سے صرف اُسی صورت بات ہوسکتی ہے جب تم میرے فیصلے کو قبول کرنے کا وعدہ کرو۔

وہ شخص مزید مشاورت کے لیے واپس چلا گیا۔

حئ ابن اخطب وعدے کے مطابق بنوقریظہ کے ساتھ ہی محصور تھا۔

ایک رات جب بنی قریظہ کا سردار اپنی قوم کے اعمائدین کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اُس نے کہا کل پوری قوم کو اکٹھا کرنا میں اُن سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اگلے روز پوری قوم اپنے سردار کے پاس اکٹھی ہوگئی۔

کعب بن اسید نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

ہم جس مصیبت میں مبتلا ہیں اس کو تم سب دیکھ ہی رہے ہو میں اس سخت صورتحال سے نجات کے لیے تمھارے سامنے تین تجاویز رکھتا ہوں جسے تم بہتر سمجھو اسے اختیار کرلو۔

پھر کعب نے اسد نے اپنی قوم سے کہا!

تمھارے لیے میرے پاس پہلی تجویز یہ ہے کہ!

ہم محمد رسول اللہ ﷺ پہ ایمان لے آئیں اور اُن کی اطاعت قبول کرلیں اس لیے کہ خدا کی قسم !اب یہ بات ہم سب پہ واضح ہوچکی ہے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اور انھی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے بھی نجات دے دیگا جس میں ہم مبتلا ہیں اور ہمارے اموال ہماری عورتیں اور بچے بھی ہر خطرے سے محفوظ ہوجائیں گے۔

لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور انھوں نے شدت سے اپنے سردار کی اس بات کو ماننے سے انکار کردیا اور متفقہ فیصلہ دیا کہ وہ تورات کے علاوہ کسی اور کتاب پہ ایمان لانے کے لیے قطعاً تیار

نہیں۔

جب وہ سب خاموش ہو گئے تو کعب بن اسد نے کہا!

غور سے سنو! تمھارے لیے میری دوسری تجویز یہ ہے کہ!

اٹھو اور اپنی عورتوں کو قتل کر دو اپنے بچوں کے سر اُن کے جسموں سے الگ کر دو اس کے بعد کوئی احساس زیاں ہمارے نزدیک نہ آئے گا اور ہم سب مل کر مسلمانوں پہ ٹوٹ پڑیں گے ہم اپنی زندگی اور آزادی کے لیے آخری آدمی تک لڑیں گے چونکہ ہمیں اس بات کا کوئی ڈر نہ ہو گا کہ کوئی ہماری عورتوں کو لونڈی اور بچوں کو غلام بنا لے گا اس لیے اس معرکے میں ہماری کامیابی کے مواقع بڑھ جائیں گے اگر ہم کامیاب ہو گئے تو ہمیں عورتوں کی کوئی کمی نہ ہو گی اور بچے پھر سے جنم لے لیں گے۔

لوگوں میں ایک مہیب خاموشی تھی طبعاً ہی وہ ایک بزدل قوم تھے انھیں اس تصور ہی سے لرزہ آ گیا جو کعب بن اسد نے اُن پہ پیش کیا تھا اس لیے انھوں نے یک زبان ہو کر اپنے سردار کی اس تجویز کو بھی رد کر دیا اور کہا!

اس میں ہمارے بچوں اور عورتوں کا کیا قصور ہے ہم انھیں بے گناہ کیوں قتل کریں۔

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم سے کہا! اگرچہ مجھے تم سے بھلائی اور دانش کی ذرا بھی توقع نہیں اس کے باوجود میں تم لوگوں کے سامنے تیسری اور آخری تجویز پیش کرتا ہوں۔

لوگ خاموش ہو گئے تا کہ اپنے سردار کی آخری تجویز سن سکیں!

کعب بن اسد نے کہا!

اے قوم یہود!

آج یوم سبت ہے مسلمان جانتے ہیں کہ ہم لوگ اس روز جنگ و جدال نہیں کرتے اس لیے یقیناً مسلمان ہماری طرف سے غفلت میں ہوں گے میرے ساتھ اترو اور اُن پہ ٹوٹ پڑو نتیجہ

کو ہم بعد دیکھیں گے۔

بنو قریظہ میں کوئی ہلچل نہ تھی۔

کوئی اپنے سردار کی بات پہ غور کرنے کو تیار نہ تھا۔

آخر اُن میں سے کسی نے بلند آواز میں کہا!

سردار کیا تم چاہتے ہو کہ ہم بھی بندر بن جائیں۔

تم نہایت برے لوگ ہو ساری کی ساری قوم تذبذب کا شکار ہے تم لوگ کبھی اپنے عزم پہ مستحکم نہیں ہو سکتے۔

اتنا کہہ کر بنو قریظہ کا سردار کعب بن اسد وہاں سے چلا گیا۔

بنو قریظہ کے محاصرے کو کئی راتیں گزر چکی تھیں اور بنو قریظہ اس محاصرے سے پوری طرح تنگ آ چکے تھے۔

چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ اُن کے حلیف بنو اوس سے ابو البابہ بن عبد المنذر ؓ کو مشاورت کے لیے ہمارے پاس بھیجیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں یہودیوں کے پاس جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت ابولبابہ ؓ کے یہودیوں کے ساتھ قدیمی تعلقات تھے وہ برسوں ایک دوسرے کے حلیف رہے تھے۔

اس لیے حضرت ابو البابہ ؓ جب اُن کے ہاں پہنچے تو یہودیوں کی عورتیں اور بچے اُن کو دیکھ کر اُن کے گرد جمع ہو گئے اور رونے لگے ہر طرف آہ و بکا مچی تھی یہودیوں کے مردوں نے حضرت ابو لبابہ ؓ سے پوچھا کیا وہ نبی اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کر لیں۔

حضرت ابولبابہ ؓ جو اُن کی حالت دیکھ کر غمگین ہو چکے تھے انھوں نے زبان سے تو یہ کہا کہ ہاں اُن کا فیصلہ قبول کر لو مگر ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی نبی اکرم ﷺ یقیناً تم کو قتل کر دیں گے۔

معاً بعد انھوں نے سوچا اور انھیں احساس ہو گیا کہ اُن سے اللہ اور اللہ کے رسول نبی اکرم ﷺ سے خیانت ہو گئی ہے۔

اپنے اس عمل پہ ندامت کا بوجھ اس قدر تھا کہ انھوں نے اس کے بعد یہودیوں سے کوئی بات نہیں کی اور سیدھا مدینہ تشریف لائے اور خود کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا۔

صحابہ نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا!

مجھ سے ایک جرم سرزد ہو گیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ نے میرا قصور معاف نہ کر دے مجھے یہاں سے کوئی نہ کھولے۔

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں اُن کے لیے دُعا کرتا مگر اب انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے تو اس کا جواب بھی اُن کا رب ہی دے گا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

چھ راتیں گزر گئیں حضرت ابولبابہؓ مسجد نبوی کے اُسی ستون کے ساتھ بندھے ہوئے تھے نماز کے وقت اُن کی بیوی آتی اور انھیں کھول دیتی نماز کے بعد وہ انھیں ستون کے ساتھ باندھ کے اپنے گھر چلی جاتی۔

علامہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

حضرت اُم سلمیٰ ؓ فرماتی ہیں کہ سحری کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے رہیں۔

میں نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

میں اس لیے مسکرا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابولبابہؓ کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

حضرت اُم سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ مجھے اس خبر نے اتنا مسرور کیا کہ میں اُٹھ کے بیٹھ گئی اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو یہ خوشخبری میں اُن تک پہنچاؤں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی تو میں نے اپنے حجرے سے سر نکالا اور حضرت ابولبابہؓ کو پکار کے یہ خوشخبری سنائی۔

پھر تو سارے مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور لوگ جوق در جوق حضرت ابولبابہؓ کو مبارک دینے کے لیے لپکے۔

کچھ لوگوں نے چاہا کہ انھیں کھول دیں مگر حضرت ابولبابہؓ نے کہا۔

رُک جاؤ فجر کا وقت ہونے کو ہے رسول اللہ ﷺ کو آلینے دو میری خواہش ہے کہ مجھے خود رسول اللہ ﷺ ہی کھولیں۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے حضرت ابولبابہؓ کو کھول دیا۔

حضرت ابولبابہؓ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مل جانے پہ خوش تھے۔

ابن اسحٰق نے لکھا کہ حضرت ابولبابہؓ کی معافی کے لیے یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورة الانفال ؛ آیات 27)

ترجمہ:

"اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو"۔

▪▪▪▪▪▪▪

پچیس راتیں ہونے کو آئیں بنو قریظہ کا محاصرہ جاری تھا بنو قریظہ اب تنگ آ چکے تھے۔رات کی تاریکی میں بنو قریظہ کے قلعوں سے تین افراد نیچے آئے تو مسلمانوں نے اُن گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا ابن اسحٰق نے اُن کے نام یہ لکھے ہیں۔

ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ، اسد بن عبید [47*]

اور وہ خوش قسمت لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے چن لیا تھا انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

یارسول اللہ ﷺ

ہم کسی خوف یا محاصرے کی سختی کی وجہ سے نیچے نہیں اترے بلکہ ہم کبھی بھی اُن لوگوں کے ساتھ نہ تھے جنھوں نے آپ ﷺ سے کیا گیا عہد توڑا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے اپنی خوشی سے قبول کیا۔

مورخین نے اسی ضمن میں ایک اور شخص کا ذکر بھی کیا ہے جس کا نام عمرو بن سعدی تھا۔

اُن کے اسلام لانے کا تو ہمیں علم نہیں مگر اُن کی مغفرت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے وہ الفاظ ابن اسحٰق نے ضرور تحریر کیے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بارے میں کہے۔

اس واقعے کے اصل راوی حضرت محمد بن مسلمہؓ ہیں جو ایک اندھیری اور سرد رات میں پہرے پہ تھے جب انھوں نے دشمن کے ایک آدمی کو دیکھا اور اسے للکارا۔

وہ شخص رُک گیا۔

قریب جانے پہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جانا کہ وہ تو اُن کے پرانے دوست عمرو بن سعدی

ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بھی وفادار ہیں اس لیے کہ جب قریش نے مسلمانوں کا بدترین محاصرہ کیا ہوا تھا اور بنوقریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑا تو انھوں نے بہ بانگ دہل اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ وہ کسی صورت نبی اکرم ﷺ سے کیا ہوا عہد نہ توڑیں گے اور انھوں نے قوم یہود کے اس عمل سے اپنی بے زاری کا کھلا اظہار کیا تھا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انھیں جانے دیا اُن سے تعرض نہ کیا۔

اُسی رات آخری بار انھیں کسی نے مسجد نبوی کے دروازے پر دیکھا تھا، اس کے بعد اُن کا کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں چلے گئے اور کیسے زندگی گزاری، تاریخ اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔

بعد میں جب بنوقریظہ کا معاملہ اپنے اختتام تک پہنچ گیا اور بنوقریظہ کو اُن کی غداری کی سزا بھی دے دی گئی اور انھیں جہنم واصل کر دیا گیا تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے عمرو بن سعدی کا حال بیان کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

"یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے ایفائے عہد کی بنا پر نجات دی"۔

آخر بنوقریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی ثالثی قبول کرتے ہوئے اپنے قلعوں اور حویلیوں سے باہر نکل آئے۔ انھوں نے خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق انھیں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا۔

مسلمانوں نے محاصرہ اٹھا دیا۔

اگلے روز بنواوس کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کل جب آپ ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے بنوخزرج کی بات سنی تھی اور اُن کی وجہ سے انھیں معاف کر دیا تھا اور اس سے بھی پہلے جب آپ ﷺ نے بنوقینقاع کا محاصرہ کیا تھا تب بھی آپ ﷺ نے بنوخزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کے کہنے پر انھیں معافی عطا فرمائی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ ہمارے حلیف بنوقریظہ کے معاملے میں ہماری درخواست

پر غور کریں کہ جس طرح بنو قینقاع اور بنو نضیر بنوخزرج کے حلیف تھے اسی طرح بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں اس لیے آپ ﷺ اُن پر رحم فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

میں نے تمھاری درخواست سن لی ہے تو کیوں نہ تمھیں میں سے یعنی بنواوس میں سے ہی کسی شخص کو بنوقریظہ کے معاملے میں حکم بنالیا جائے۔

بنواوس اس بات پر بہت خوش ہوئے اور انھیں اطمینان حاصل ہوا۔تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بنوقریظہ کا معاملہ تمھارے سردار سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں ہے وہ اِن کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ہمیں قبول ہوگا۔

چنانچہ لوگ حضرت سعد بن معاذؓ کی طرف دوڑے جو زخمی تھے اور مسجد نبوی کے صحن میں ایک خیمے میں استراحت فرما رہے تھے۔

لوگ اُن کے پاس آئے اور اُن کو مطلع کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں بنوقریظہ کا اختیار سونپ دیا ہے اس لیے وہ اُٹھیں اور اپنے حلیفوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں۔

حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور ایک گدھے پر سوار ہو کے اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہاں نبی اکرم ﷺ اُن کے منتظر تھے۔

بنواوس کے لوگ اُن کے گدھے کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے اور انھیں بنوقریظہ پر احسان کرنے پر اکسا رہے تھے۔

جب اُن کا شور حد سے بڑھ گیا تو حضرت سعد بن معاذؓ نے اُن کو ڈانٹا اور فرمایا!

خدا کی قسم!

اب سعد کا وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں انسان کسی ملامت والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔

اس کے بعد وہ اُس جگہ پہنچے جہاں بنوقریظہ کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا!

اپنے سردار کا استقبال کھڑے ہوکر کرو، چنانچہ تمام لوگوں نے کھڑے ہوکر حضرت سعد بن معاذ ؓ کا استقبال کیا۔

اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا!

لوگو! جس فیصلے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے مقرر کیا ہے اس کے بارے میں مجھے حلف دو کہ میں جو بھی فیصلہ کروں گا اُسے تمام گروہ تسلیم کریں گے چنانچہ بنو اوس اور گروہ یہود اور مسلمانوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اس بات کا یقین دلایا کہ فریقین اُن کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے کچھ توقف کیا پھر فرمایا!

بنو قریظہ کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے۔

''اُن کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، اُن کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے اور اُن کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے''۔

یہودی سناٹے میں آگئے اور بنو اوس کو بھی اس فیصلے پر قدرے مایوسی ہوئی مگر لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ مسکرا رہے ہیں۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

میں دراصل اس لیے مسکرایا تھا کہ سعد نے جو فیصلہ کیا ہے بنو قریظہ کے بارے میں آسمانوں پر بھی یہی فیصلہ ہوا تھا۔

چنانچہ اُسی روز حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر عملدرآمد کیا گیا اور مسلمان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ مدینہ کے ایک بازار میں چند گڑھے کھدوائے گئے اور قوم یہود کو قتل کر کے اِن گڑھوں میں ڈالا جانے لگا۔

یہودیوں کو دو دو چار چار کی ٹولیوں میں وہاں لایا جاتا اور اُن کو قتل کر کے اُن کی نعشیں اِن گڑھوں

میں ڈال دی جاتیں۔

امام ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اُس روز قتل ہونے والوں کی تعداد چھ سو سے سات سو تک تھی۔

جب یہودیوں کو قتل کے لیے لایا جانے لگا تو کسی یہودی نے اپنی قوم کے سردار حئی بن اخطب سے پوچھا؟

اے کعب ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے۔

اُس نے جواب دیا!

اے احمق! تو دیکھتا نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جایا جاتا ہے وہ لوٹتا ہی نہیں۔

بخدا! انھیں قتل کیا جا رہا ہے۔

پھر قتل کے لیے نبی اکرم ﷺ کے ایک بڑے دشمن حئی بن اخطب کو لایا گیا جو اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف سرگرم عمل رہا۔

حئی بن اخطب نے نقش و نگار والا ایک قیمتی لباس پہن رکھا تھا، جب اُسے قتل کے لیے لایا گیا تو وہ اپنے لباس کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے پھاڑ رہا تھا تا کہ اُس کی موت کے بعد اُس کا لباس کسی کے کام نہ آ سکے۔

پھر صحابہ نے اُس کے ہاتھ اُس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا!

خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کر لے وہ آخر ذلیل و رسوا ہو ہی جاتا ہے یہ مقدر کی ایک تحریر تھی جو قوم بنی اسرائیل پر لکھ دی گئی۔

اس کے بعد اُس کا سر کاٹ دیا گیا۔

علامہ ابن اسحٰق نے قوم یہود کے ایک فرد زبیر بن باطا قرظی کا واقعہ بیان کیا ہے جو دلچسپی سے

خالی نہیں۔

بیان کیا گیا کہ!

جب بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا تو انصاری مسلمانوں میں سے حضرت قیس بن شماسؓ زبیر بن باطا سے ملے اور اُس سے کہا!

تم مجھے پہچانتے ہو۔

زبیر بن باطا نے جواب دیا ہاں میں تمھیں پہچانتا ہوں اگر چہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں مگر مجھے ابھی وہ سب یاد ہے جو روزِ بعاث پیش آیا تھا۔

روزِ بعاث سے مراد عربوں کی ایک باہمی جنگ ہے اور زبیر بن باطا نے حضرت شماس بن قیسؓ کو اس دن کی یاد اس لیے دلائی تھی کہ اُس روز زبیر بن باطا نے شماس بن قیسؓ کے ساتھ احسان کا رویہ اپنایا تھا۔

حضرت شماس بن قیسؓ کو زبیر بن باطا کا احسان یاد تھا اور وہ اسی لیے اُس سے ملنے چلے آئے تھے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی!

یارسول اللہﷺ!

ایک یہودی کا مجھ پر احسان ہے میں چاہتا ہوں کہ اُس کے احسان کا بدلہ چکا دوں اس لیے میری درخواست ہے کہ آپﷺ زبیر بن باطا کو میری خاطر معاف کر دیں۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت شماس بن قیسؓ کی درخواست منظور کر لی اور اُن سے فرمایا!

ہم نے اُسے تمھاری خاطر معاف کیا جا اُسے لوگوں سے الگ کر لے یہ نہ ہو کہ وہ قتل ہونے والوں کے ساتھ قتل ہو جائے۔

حضرت شماس بن قیسؓ زبیر بن باطا کی طرف گئے اور اُس سے کہا!

رسول اللہﷺ نے تمھارا خون مجھے بخش دیا ہے اور میں تجھے اُس احسان کے بدلے آزاد کرتا

ہوں جو تُو نے مجھ پر روزِ بعاث کیا تھا۔

زبیر بن باطا نے حضرت شماس بن قیسؓ سے کہا!

میں ایک بوڑھا شخص ہوں میں اپنی بیوی اور بچوں کے بغیر کہاں ٹھوکریں کھاتا پھروں گا۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو قتل ہونے والے لوگوں سے الگ کیا اور اُس سے کہا!

یہاں ٹھہر اور میرا انتظار کر۔

حضرت شماس بن قیسؓ اُسے چھوڑ کر خود رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے اور اُن کے پاس پہنچ کے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ

زبیر بن باطا کے بیوی بچوں کو بھی معاف کر دیں وہ ایک بوڑھا آدمی ہے کہاں ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اچھا! ٹھیک ہے اُس کے بیوی بچے بھی تمھارے ہیں۔

حضرت شماس بن قیسؓ دوڑ کے زبیر بن باطا کے پاس پہنچے اور عرض کی رسول اللہ ﷺ نے تیرے بیوی بچوں کو بھی آزاد کر دیا ہے۔

بوڑھے یہودی نے حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

مجھے بتا بال بچوں والا ایک شخص حجاز میں کیسے زندہ رہ سکتا ہے اگر اُس کے پاس کچھ نہ ہو۔

حضرت شماس بن قیسؓ پھر مڑے اور جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور پھر سے دستِ سوال دراز کیا!

یارسول اللہ ﷺ

زبیر بن باطا کی زمین و جائیداد بھی مجھے بخش دیں۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

بخش دی۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے کہا!

بخدا! زمین و آسمان کے درمیان میں نے آپ ﷺ سے زیادہ سخی اور کریم کوئی نہیں دیکھا، اس کے بعد وہ بھاگ کے زبیر بن باطا کے پاس پہنچے اور اُسے خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کی جائیداد بھی اُس کے حوالے کر دی ہے۔ بوڑھا یہودی سر جھائے بیٹھا تھا اُس نے حضرت شماس بن قیسؓ کی اس بڑی خوشخبری پر بھی گرمجوشی کا کوئی ردِعمل ظاہر نہ کیا۔ کچھ دیر توقف اختیار کرنے کے بعد آخر اُس نے سر اٹھایا اور حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

شماس مجھے یہ تو بتا؟

کہ بنوقریظہ کے اُس شخص کا کیا بنا جس کا چہرہ چین کے چمکتے آئینے کی مانند شفاف تھا جس میں محلے کی کنواریاں اپنا چہرہ دیکھا کرتی تھیں اور جس کا نام کعب بن اسد تھا۔

اُسے تو قتل کر دیا گیا۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو بتایا۔

بوڑھا کچھ دیر سر جھکائے رہا پھر بولا!

شہروں اور دیہات کے لوگوں کے سردار کا کیا بنا جس کو لوگ حیّ بن اخطب کہتے تھے۔

اُس کو بھی قتل کیا جا چکا ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کو بتایا۔

بوڑھے یہودی نے حسرت بھری نظروں سے حضرت شماس بن قیسؓ کی طرف دیکھا اور کہا!

اُس شخص کا کیا ہوا کہ جب بھی ہم دشمن پر حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم جنگ سے گھبرا کر بھاگ اٹھتے تھے تو وہ ہماری پشت پر ہوتا تا کہ ہماری حفاظت کر سکے جس کا نام عزال بن سموال تھا۔

اُسے بھی قتل کیا جا چکا ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے بوڑھے یہودی کو بتایا۔

زبیر باطا نے بے تابی سے حضرت شماس بن قیسؓ کے ہاتھ پکڑ لیے اور کہا!

اگر تم سمجھتے ہو کہ میرا تم پر کوئی احسان ہے تو میں تمھیں اُس احسان کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس قدر جلد ہو سکے مجھے اِن لوگوں سے ملا دے۔ خدا کی قسم اِن لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد اس زندگی میں اب کوئی لطف نہیں اور میں اپنے ساتھیوں سے ملنے میں اس قدر دیر بھی پسند نہیں کرتا جتنی دیر پانی سے بھرے ہوئے ڈول کو حوض میں انڈیلنے میں لگتی ہے۔

حضرت شماس بن قیسؓ نے زبیر بن باطا کی بات سنی اور اُسے گھسیٹتے ہوئے اُس جگہ لائے جہاں حضرت ثابت انصاریؓ یہودیوں کے سر کاٹ رہے تھے وہاں پہنچ کے زبیر بن باطا نے اپنا سر جھکایا اور اگلے ہی لمحے حضرت ثابتؓ نے اُسے کاٹ کر دور پھینک دیا اور اس طرح وہ بوڑھا یہودی اپنے بدانجام کو پہنچا جس کے سینے میں قومی عصبیت کا زہر بھرا ہوا تھا اور جو مسلمانوں کا بد ترین دشمن تھا۔

اس روز کے واقعات کے بارے میں حضرت ابن اسحٰق نے حضرت شعبہ بن حجاج کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ اُنھوں نے عبدالملک بن عمیر سے حضرت عطیہ قرظی کی یہ روایت بیان کی:

کہ اُس روز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو یہودیوں کے تمام بالغ مردوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ جب میری باری آئی تو اُن لوگوں نے مجھے بچہ جان کر چھوڑ دیا حالانکہ میں پندرہ سال کا ہو چکا تھا اس کے بعد اللہ نے مجھے ہدایت دی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ایک اور یہودی رفاعہ بن سموال کو بھی بخش دیا تھا جس کی سفارش حضرت سلمٰی بنت قیس نے کی تھی۔

علامہ ابن اسحٰق ہی نے لکھا ہے کہ!

اس غزوہ میں یہودیوں کی صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا اور اِس کو قتل کے جرم کی بنا پر قتل کیا گیا

تھا۔ کیونکہ غزوہ خندق میں اُس نے گلی میں گزرتے ایک صحابی حضرت خلاد بن سویدؓ کے سر پر بلندی سے چکی کا پاٹ گرادیا تھا جس سے وہ شہید ہو گئے تھے۔ حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ نے اُس عورت کے قتل کی روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ!

وہ ایک عجیب عورت تھی جب اُس کے قبیلے کے لوگوں کو مدینے کے بازار میں قتل کیا جارہا تھا تو وہ میرے پاس بیٹھی ہنس ہنس کے باتیں کر رہی تھی اور اُسے بازار سے آتی کہرام بپا کرتی آہ و فغاں سے کوئی تعلق نہ تھا۔

پھر اُس کا نام پکارا گیا!

اور اُس نے کہا! بخدا یہ تو مجھے پکارا جارہا ہے۔

مگر کیوں؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا؟

تو اُس عورت نے مسکراتے ہوئے کہا مجھے قتل کیا جائے گا اُس جرم کے بدلے جو میں نے کیا ہے۔

پھر اُسے لے جایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بنو قریظہ کے اموال تقسیم کر دیئے۔ اُن کی عورتوں اور بچوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس روز پہلی بار سوار کو تین حصے دیئے گئے ایک سوار کا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کو دیئے گئے۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ اس غزوہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے۔

مال غنیمت کو تقسیم کرنے سے قبل خمس نکال لیا گیا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم ہمیشہ اسی اصول پر کی گئی جو بنو قریظہ کے اموال کی تقسیم میں نبی اکرم ﷺ نے اختیار کی تھی۔

حضرت ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہوتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ کے زخموں سے خون رِسنا شروع ہو گیا اور اسی رات نصف شب کے قریب اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

صحابہ نے بیان کیا کہ ہم غم سے نڈھال تھے اور کسی کو خیال نہ آیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا جائے۔ اگرچہ بعد میں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتادیا کہ سعد کی وفات کی خبر سب سے پہلے مجھے سنائی گئی کہ جب اُن کی روح پرواز کر گئی تو اُسی وقت حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُس وقت وہ ایک ریشمی عمامہ باندھے ہوئے تھے اترتے ہی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا!

یارسول اللہ ﷺ!

یہ کس کی وفات ہوئی ہے جس کے لیے عرش الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش الٰہی جھوم اٹھا ہے۔ تب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ حضرت سعدؓ نے شہادت کی خلعت اوڑھ لی ہے۔

صحابہ نے کہا! ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنا لباس گھسیٹے ہوئے تیزی سے حضرت سعد کے گھر کی طرف رواں تھے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت خلاد بن سویدؓ شہید ہوئے جنھیں ایک یہودی عورت نے چکی کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خلاد بن سویدؓ کے متعلق فرمایا کہ انھیں دو شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا جائے گا۔ اِن کے علاوہ بنی اسد بن خزیمہ کے ایک شخص بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران طبعی طور پر وفات پا گئے اُن کا نام حضرت ابوسنان بن محصن بن حرثانؓ تھا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

عرب دستور کے مطابق حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت پر اُن کے دوستوں نے قصیدہ کہا ہم یہاں حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے کچھ اشعار پیش کر رہے ہیں۔

لَقَدْ سَجَمَتْ مِنْ دَمْعِ عَيْنِى عَبْرَةٌ
وَحُقَّ لِعَيْنِى اَنْ تَفِيْضَ عَلٰى سَعْدِ

بے شک میری آنکھ کے آنسوؤں سے ایک بڑا آنسو نکلا ہے اور میری آنکھ کا حق ہے کہ وہ سعد پر آنسو بہائے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

قَتِيلٍ ثَوٰى فِىْ مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهٖ
عُيُوْنٌ ذَوَارِى الدَّمْعِ دَائِمَةُ الْوَجْدِ

اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں پیوند خاک ہو گیا اور جس پر دائمی حزن و ملال والی اور آنسو بہانے والی آنکھیں پیوند خاک ہو گئیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عَلٰى مِلَّةِ الرَّحْمٰنِ وَارِثَ جَنَّةٍ
مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا اَكْرَمُ الْوَفْدِ

وہ خداوندِ رحمٰن کے دین پر شہید ہو کر ان شہدا کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا گروہ سب سے مکرم گروہ ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَإِنْ تَكُ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا
وَ أَمْسَيْتَ فِيْ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةِ اللَّحْدِ

پس اے سعد! اگر تم ہم سے رخصت ہو گئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر تاریک لحد والے قبر نشیں ہو گئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَأَنْتَ الَّذِيْ يَا سَعْدُ أُبْتَ بِمَشْهَدٍ
كَرِيْمٍ وَ أَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ

کیونکہ اے سعد! تم وہ شخص ہو کہ تعریف اور مکارم اخلاق کے لباس میں ملبوس ہو کر عزت والے مقام کی طرف لوٹ گئے ہو۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بِحُكْمِكَ فِيْ حَيَّيْ قُرَيْظَةَ بِالَّذِيْ
قَضَى اللّٰهُ فِيْهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلٰى عَمْدِ

قریظہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں ایسا فیصلہ کیا جو اللہ کی رائے سے متفق ہو گیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَوَاقَ حُكْمَ اللّٰهِ حُكْمُكَ فِيهِمْ
وَلَمْ تَعْفُ اِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدِ

قریظہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں تمھارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے موافق ہو گیا اور تم نے انھیں معاف نہیں کیا حالانکہ انھیں تم نے عہد و پیمان بھی یاد کرایا تھا۔

فَاِنْ كَانَ رَيْبُ الدَّهْرِ اَمْضَاكَ فِي الْاُلٰى
شَرَوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّاتِهَا الْخُلْدِ

گردش زماں نے اِن لوگوں کی وجہ سے تمھیں اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنھوں نے دائمی جنت کے بدلے یہ دنیا خرید لی ہے۔

فَنِعْمَ مَصِيرُ الصَّادِقِينَ اِذَا دُعُوا
اِلَى اللّٰهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ

سچے لوگوں کے لوٹنے کی قابل تعریف جگہ بہت قابل تعریف ہو گی جب انھیں اعزاز و اکرام کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں بلایا جائے گا

اَلَا یَا لَقَوْمِیْ هَلْ لِمَا حُمَّ دَافِعُ
وَهَلْ مَا مَضٰی مِنْ صَالِحِ الْعَیْشِ رَاجِعُ

اے میری قوم! مقدر میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے کوئی اسے دور نہیں کر سکتا عیش و عشرت کی جو زندگی گزر گئی واپس آنے والی نہیں ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

تَذَکَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضٰی فَتَهَا فَتَتْ
بَنَاتُ الْحَشٰی وَانْهَلَّ مِنْهَا الْمَدَامِعُ

مجھے زمانہ ماضی کی یاد آئی تو میرے قلب و جگر پھٹ گئے اور اِن سے آنسو بہہ نکلے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

صَبَابَةُ وَجْدٍ ذَکَّرَتْنِیْ اَحِبَّةً
وَقَتْلٰی مَضٰی فِیْهَا طُفَیْلٌ وَّرَافِعُ

حزن و ملال اور رقت قلب نے مجھے اِن دوستوں اور مقتولوں کی یاد دلا دی جن میں طفیل اور رافع تھے جو گزر گئے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَسَعْدٌ فَاَضْحَوْا فِی الْجِنَانِ وَاَوْحَشَتْ
مُنَازِلُهُمْ فَالْاَرْضُ مِنْهُمْ بَلَاقِعُ

اور سعد بھی جنت میں چلے گئے اِن کی منازل نے مجھے وحشت زدہ کر دیا اور زمین اُن سے ویران ہوگئی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَفَوْا یَوْمَ بَدْرٍ لِلرَّسُوْلِ وَفَوْقَهُمْ
ظِلَالُ الْمَنَایَا وَالسُّیُوْفُ اللَّوَامِعُ

اِن لوگوں نے بدر کے روز رسول اللہ سے وفا کی تھی درآں حالیکہ ان کے اوپر موتوں کے سائے تھے اور چمکدار تلواریں تھیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

دَعَا فَاَجَابُوْهُ بِحَقٍّ وَّکُلُّهُمْ
مُطِیْعٌ لَّهٗ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ وَّسَامِعُ

حضور ﷺ نے انھیں بلایا تو انھوں نے حق کے ساتھ لبیک کہا اور وہ سب کے سب فرمانبردار اور سامع تھے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَمَا نَكَلُوْا حَتّٰى تَوَالَوْا جَمَاعَةً
وَلَا يَقْطَعُ الْاٰجَالُ اِلَّا الْمَصَارِعُ

انھوں نے بھاگنے کی بجائے پے در پے حملے کئے اور ان کی زندگیاں قتل گاہوں کے سوا کہیں اور ختم نہیں ہوتیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

لِاَنَّهُمْ يَرْجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً
اِذَا لَمْ يَكُنْ اِلَّا النَّبِيُّوْنَ شَافِعُ

کیونکہ وہ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کی اس وقت امید رکھتے ہیں جب نبیوں کے سوا اور کوئی شافع نہ ہوگا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فَذٰلِكَ يَا خَيْرَ الْعِبَادِ بَلَاؤُنَا
اِجَابَتُنَا لِلّٰهِ وَالْمَوْتُ نَاقِعُ

پس اے خیر البشر! یہ ہماری آزمائش ہے اور ہم اللہ کے ہر حکم پر راضی اور حاضر ہیں جب کہ موت حق ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

لَنَا الْقَدَمُ الْاُوْلٰی اِلَیْکَ وَخَلْفَنَا
لِاَوَّلِنَا فِیْ مِلَّۃِ اللّٰہِ تَابِعُ

آپ کی طرف ہمارا ہی پہلا قدم اٹھا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اللہ کے معاملے میں پہلے لوگوں کا اتباع کریں گی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَنَعْلَمُ اَنَّ الْمُلْکَ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ
وَ اِنَّ قَضَاءَ اللّٰہِ لَا بُدَّ وَاقِعُ

اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری کی ساری بادشاہی اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء واقع ہو کر رہتی ہے [48*]۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

۵ہجری بمطابق ، اپریل 627ء

ابورافع کا قتل

روزِاول سے یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ سے عداوت کا رویہ اپنایا ہوا تھا۔انھوں نے ہر حوالے سے اسلام دشمنی کا ثبوت فراہم کیا تھا۔اس کے برعکس نبی اکرم ﷺ نے اُن کے ساتھ مروت کا رویہ اپنایا اور شہر مدینہ میں انھیں برابر کے حقوق عطا فرمائے۔نبی اکرم ﷺ نے اُن سے نہایت عادلانہ معاہدہ کیا تھا مگر انھوں نے کبھی اس کی پاسداری نہ کی اور ہر موقع پر اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ واضح دشمنی کا ثبوت دیا۔حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو یہودیوں کے قبیلوں بنی قینقاع اور بنو نضیر کو جلاوطن کرنا پڑا۔اسی عدوات کی بنا پر یہودیوں کا پورا ایک وفد مکہ پہنچا اور انھوں نے اہل مکہ کو جنگ پر ابھارا۔یہودیوں کے اس وفد میں بنونضیر کے سردار حیٔ بن اخطب اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق بھی شامل تھے۔حیٔ بن اخطب کو تو بنوقریظہ کے ہمراہ موت کی سزادی گئی تاہم ابورافع سلام بن ابی الحقیق خیبر میں اپنے قلعوں میں محفوظ تھا اور بدستور اسلام دشمنی پر تلا ہوا تھا۔دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے بنواوس اور بنوخزرج کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت ڈال رکھی تھی اور وہ ہر لمحہ نبی اکرم

ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔قبیلہ اوس وخزرج نبی اکرم ﷺ سے محبت کے اظہار میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

غزوہ بنوقریظہ کے بعد بنوخزرج کی ایک محفل میں صحابہ نے تذکرہ کیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کر کے بنواوس ہم سے آگے بڑھ چکے ہیں اس لیے ہمیں بھی کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جو نبی اکرم ﷺ کو مسرت عطا کرے۔

چنانچہ وہ اُن لوگوں کا تذکرہ کرنے لگے جو نبی اکرم ﷺ سے دشمنی میں معروف تھے۔آخروہ رافع سلام بن ابی الحقیق پر آکے رُک گئے۔بنوخزرج کے لوگوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اجازت عطا فرما دی۔

تب بنوخزرج کے لوگوں کا ایک گروہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو قتل کرنے کے لیے خیبر کی طرف روانہ ہوا۔اُن میں حضرت عبداللہ بن عتیقؓ،حضرت مسعود بن سنانؓ،حضرت عبداللہ بن انیسؓ،حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعیؓ اور حضرت خزاعی بن اسودؓ شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو خود روانہ کیا اور حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو اُن کا سربراہ مقرر کیا۔نبی اکرم ﷺ نے اُن کو تاکید کی کہ عورتوں اور بچوں کو قتل مت کرنا۔

بنوخزرج کے یہ لوگ خیبر کے قلعوں کی طرف روانہ ہوئے۔

شام ہونے کو تھی جب وہ اُس قلعے کے دروازے پر پہنچے جس میں ابورافع سلام بن ابی الحقیق رہائش پذیر تھا۔

حضرت عبداللہ بن عتیقؓ چونکہ اُن کے امیر تھے اس لیے انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یہاں انتظار کرو میں اندر داخل ہونے کا کچھ حیلہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عتیقؓ دروازے کے قریب ہی ایک طرف اس طرح بیٹھ گئے جیسے کہ وہ رفع حاجت کررہے ہوں۔

دروازے پر متعین شخص اُن کو دیکھ رہا تھا اس لیے اُس نے حضرت عبداللہ بن عتیقؓ کو پکارا اور کہا! اے بندہ خدا! اگر تم اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو جلدی کرو میں نے دروازہ بند کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیقؓ تیزی سے اٹھے اور انھوں نے اپنی چادر اپنے منہ پر ڈال رکھی تھی انھوں نے دیکھا کہ قلعے کے دربان نے دروازہ بند کیا اور اُس کی چابی کو ایک روزن میں ڈال کے چلا گیا ۔حضرت عبداللہ بن عتیقؓ نے اُس روزن میں ہاتھ ڈالا اور وہاں سے دروازے کی چابی نکال لی جب کچھ اندھیرا چھا گیا تو حضرت عبداللہ بن عتیقؓ جانوروں کے اُس باڑے سے باہر نکلے جہاں وہ چھپے ہوئے تھے ۔انھوں نے اپنی جیب سے چابی نکالی اور دروازہ کھول کے اپنے ساتھیوں کو اندر آنے کا اشارہ کیا جب وہ اندر آگئے تو انھوں نے دروازہ بند کر دیا۔انھوں نے دیکھا کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق کی حویلی میں بہت سے لوگ جمع ہیں اور مجلس سجائے بیٹھے ہیں جیسا کہ اُن کا معمول تھا اس لیے کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق اُن کا سردار اور بہت اہم آدمی تھا۔بنوخزرج کے لوگ ایک جگہ چھپ گئے اور رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگے پھر رفتہ رفتہ لوگ ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے گھر سے رخصت ہونے لگے آخر وہ سب چلے گئے اور اُس کی حویلی میں اندھیرا چھا گیا۔

تھوڑی دیر مزید انتظار کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عتیقؓ اٹھے اور کہا تم لوگ یہیں میرا انتظار کرو میں اُس بدبخت کو اُس کے انجام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔

آگے کے حالات حضرت عبداللہ بن عتیقؓ کی زبانی سنیئے۔

پھر میں اُس کی حویلی کی بالائی منزل پر پہنچا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ وہ بالائی منزل ہی کے ایک کمرے میں مقیم ہے میں اُس کے گھر کے جس کمرے کے سامنے سے گزرا اس کا دروازہ باہر سے بند کرتا گیا تا کہ جب وہ شور مچائے تو لوگ اُس کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔

آخر میں ابورافع کے کمرے میں پہنچ گیا اُس کمرے میں بہت اندھیرا تھا اس لیے مجھے دقت پیش آ رہی تھی پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور ابورافع کو آواز دی اے ابورافع!

ابورافع نے جواب دیا کون ہے؟

میں آواز کی سمت لپکا اور اپنی تلوار سے اُس پر وار کیا مگر میں جان گیا کہ میرا وار کارگر نہ پڑا تھا بلکہ وار اُچٹ گیا تھا میں کمرے سے باہر نکل آیا۔

تاہم ابورافع نے شور مچا دیا۔

اور اس سے قبل کہ لوگ اُس کی مدد کو پہنچتے میں الٹے قدموں واپس مڑا اور آواز بدل کے کہا!

ابورافع یہ آواز کیسی تھی۔

ابورافع نے کہا!

تیری ماں مرے یہاں کوئی آدمی ہے جس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے۔

میں نے آواز کی سمت سے ابورافع کا تعین کیا اور تیزی سے آگے بڑھ کے اُس پر تلوار کا ایک اور وار کیا۔ اگرچہ یہ وار کافی اچھا پڑا تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہ دشمن خدا اتنی جلدی مرنے والا نہیں ہے اس لیے میں نے اپنی تلوار اُس کے پیٹ پر رکھی اور اپنا پورا وزن اُس پر ڈال دیا جب میری تلوار اُس کی پشت سے باہر نکلی تو میں تیزی سے باہر کی طرف لپکا کیونکہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق کسی ذبح ہوتے اونٹ کی طرح ڈکرا رہا تھا۔

میں واپس ہوا اور جب اُس کی حویلی کی سیڑھیاں اترنے لگا مجھے آخری سیڑھی کا خیال نہ رہا اور میں زمین پر آ گرا جس سے میری پنڈلی پر شدید چوٹ آئی اور میں درد سے دوہرا ہو گیا میں نے اپنی چادر اپنی پنڈلی پر باندھی اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔

میں نے اُن کو بتایا کہ اگرچہ میں نے دشمن کا کام تمام کر دیا ہے مگر میں اُس وقت تک یہاں سے ٹلنے والا نہیں ہوں جب تک کہ مجھے اُس کی موت کا یقین نہ ہو جائے اس لیے تم لوگ روانہ ہو جاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی کی اطلاع کرو۔

میرے ساتھی مجھ سے جدا ہوئے اور قلعے سے باہر چلے گئے تاہم میرے زخمی ہونے کی وجہ سے وہ قلعے کے باہر رُک گئے اور میرا انتظار کرنے لگے۔

ابورافع سلام ابن ابی الحقیق کی حویلی میں کہرام بپا تھا اور اُس کے لوگ اپنے سردار کے قاتل کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔آخر وہ ناکام ہوگئے اور رات بھی تقریباً گزر گئی تھی جب اُن کا ایک شخص قلعہ کی فصیل پر نمودار ہوا اور اُس نے اعلان کیا کہ لوگو میں تمھیں معروف تاجر ابورافع سلام بن ابی الحقیق کی موت کی خبر دیتا ہوں اِن الفاظ نے مجھے بہت مسرت عطا کی اور میں چپکے سے یہودیوں کے اُس قلعے سے باہر نکل آیا میرے پاؤں میں بہت درد تھا جلد ہی میرے ساتھی مجھے مل گئے اور انھوں نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

اس کے بعد ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کامیابی کی اطلاع دی نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لیے دعائے خیر فرمائی۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن عتیقؓ زخمی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا!

اپنی پنڈلی سے کپڑا اتار دو میں نے کپڑا اتار دیا تو نبی اکرم ﷺ نے وہاں اپنا دست شفقت پھیرا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہاں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

عام طور پہ عرب صاحب دانش تھے اور اُن میں بہت سے لوگ تھے جو فہم وفراست میں کمال کا درجہ رکھتے تھے مگر وہ بھی اسلام سے رکے ہوئے تھے اس لیے کہ وہ چاہتے تھے پہلے قریش اسلام قبول کریں پھر کچھ لوگوں نے سبقت کی اور اسلام کی طرف آئے ۔ایسے ہی کچھ لوگوں اور قبائل کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

۵ہجری بمطابق ، اپریل 627ء

ضیائے حق

خطہ عرب کے سیاہ ہوتے صحرا ضیائے حق سے جگمگانے لگے تھے۔ مدینہ کے قرب و جوار سے لوگ اسلام کی روشنی سے اپنے سینوں کو منور کرنے کے لیے اترنے لگے تھے راہ حق کے مسافر محوسفر تھے۔ کچھ لوگ تنہا تو کچھ اپنے قبیلے کی مشاورت سے اُس شہر کا رخ کرنے لگے تھے جہاں خیر بانٹی جارہی تھی۔ جہاں علم کے خزینے تھے، جہاں روشنی اور نور کی بہتات تھی، جہاں خیر کی فراوانی تھی، جہاں حق کی نگہبانی تھی، جہاں قرآن اترتا تھا۔ جہاں دامن بھرے جاتے تھے، جہاں دل بدلے جاتے تھے، جہاں ظلم و جہالت سے نجات دلائی جاتی تھی، جہاں عقل و خرد کی حکومت تھی، جہاں رسموں کے عذاب سے نجات دلائی جاتی تھی، جہاں توحید کی دعوت تھی، جہاں ملائکہ کی آمد و رفت تھی، جہاں رحمتوں کے سائبان تھے، جہاں شاہ دو جہان تھے ﷺ۔ چنانچہ بدوی عربوں کے بہت سے لوگ بہت سے قبائل اِن برسوں میں نکلے اور رحمت و عافیت کی آبشاروں سے اپنے تشنہ دامنوں کو سیراب

کیا ایسے ہی کچھ لوگوں اور قبیلوں کا تذکرہ یہاں مقصود ہے جنھیں پانچ ہجری میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ابو ثعلبہؓ کا اسلام قبول کرنا

امام بخاری نے ضمام بن ثعلبہ کی روایت درج کی ہے جس کے راوی خود حضرت ضمام بن ثعلبہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں، تب ہر طرف قریش اور محمد ﷺ کی مخالفت کے قصے تھے اور دور دور تک اس بات کا شہرہ تھا کہ قریش کے ایک آدمی محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس پر کتاب اتاری جارہی ہے۔ تب ایک سفر سے واپسی پر میرے دل میں خیال آیا کیوں نہ میں اُس شخص سے ملاقات کروں جس نے عربوں میں نبوت کا دعوی کیا ہے اور مدینہ کے اہم قبائل اوس و خزرج اُس کے پشت پناہ بن گئے ہیں۔

اس سے آگے کی روایت صحابہ نے بیان کی ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں رونق افروز تھے ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے، ہم نے مسجد کے دروازے پر ایک شتر سوار کو دیکھا جس کے کپڑوں اور چہرے پر پڑی گرد اس بات کا پتا دیتی تھی کہ وہ مسافر ہے۔

وہ مسافر اترا اور مسجد کے اندر چلا آیا۔

اُس نے ہم کو درشتگی سے پکارا اور کہا؛

تم میں سے محمد ابن عبدالمطلب کون ہے؟

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کیا جو تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔

وہ شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اکھڑ لہجے میں کہنے لگا۔

میں آپ سے چند سوال پوچھنا چاہتا ہوں میری آواز میں کچھ سختی ہے جسے نظر انداز کرتے ہوئے میرے سوالوں کا جواب دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھیں اجازت ہے جو چاہو پوچھ لو۔

وہ شخص بولا؛

آپ کا قاصد ہمارے گاؤں میں اترا تھا جس نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر کتاب اتاری جاتی ہے کیا یہ سچ ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں سچ ہے۔

اُس شخص نے کہا؛

میں آپ کو اُس خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا واسطہ دے کے پوچھتا ہوں جس نے یہ زمین و آسمان بنائے اور فلک بوس پہاڑ بچھائے کیا یہ سچ ہے کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتوں کی پوجا سے روکیں اور انھیں ایک خدا کی طرف راغب کریں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں یہ سچ ہے۔

وہ شخص پھر بولا؛

مجھے بتایئے کیا آپ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے اغنیاء سے مال لے کر اُن کے فقراء میں تقسیم کریں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔

اُس شخص نے پھر پوچھا مجھے بتائے کیا اللہ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور حج کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ لوگوں کو ان امور کا حکم دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں تم نے سچ کہا اسلام میں نماز روزہ اور حج ہے۔

اس شخص نے کہا؛

اگر آپ کو اللہ نے اِن تمام باتوں کا حکم دیا ہے تو میں اپنے دل کی خوشی سے آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہوں میں اُن امور میں جن کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے نہ کمی کروں گا نہ اضافہ۔

میرا نام ضمام ہے اور میں ثعلبہ کا بیٹا ہوں میں سعد بنو بکر سے ہوں۔

صحابہ کہتے ہیں اس کے بعد اُس شخص نے کسی سے کلام نہ کیا اور اپنے اونٹ کی جانب مڑ گیا۔

نبی اکرم ﷺ اُس کو پشت سے دیکھ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا؛

جو کچھ اس شخص نے کہا ہے اگر وہ اس پر قائم رہا تو کامیاب ہو گیا۔

ضمام ابن ثعلبہؓ دور صحراؤں کی وسعت میں اپنے قبیلے کے ساتھ مقیم تھے جو دیگر عربوں کی طرح بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

ضمام بن ثعلبہؓ اپنے قبیلے میں پہنچے تو وہ ایک بدلے ہوئے انسان تھے۔

اُس نے اُن بتوں کی ہجو کہی جن کو اُس کے قبیلے کے لوگ پوجتے تھے۔

لوگ ڈر گئے انھوں نے کہا؛

اب اِسے کوڑھ کی بیماری لگ جائے گی یا یہ پاگل ہو جائے گا مگر انھوں نے دیکھا کہ بہت سے دن گزر گئے اور ثعلبہ کو کچھ بھی نہ ہوا۔

پھر انھوں نے ثعلبہ کو نماز پڑھتے بھی دیکھا تھا اس لیے لوگوں کے دلوں میں اشتیاق پیدا ہوا اور وہ حضرت ثعلبہ سے پوچھنے لگے تم کون سے دین کی پیروی کرتے ہو۔

حضرت ثعلبہ نے اُن سے کہا؛

اس بار جب میں مدینہ گیا تو اُس شخص سے ملا جس کا تعلق قریش کے خاندان سے ہے اور جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے اُن سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی اور اُن پر ایمان لے

آیا۔

اس کے بعد ثعلبہ نے اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی۔

لوگوں نے اگرچہ فوری طور پر اُن کی دعوت قبول نہ مگر رفتہ رفتہ اُن لوگوں کے دلوں سے اندھیرا دور ہوتا رہا آخر حضرت ثعلبہؓ کی مسلسل دعوت سے اُن کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا۔

بنو مزینہ کا اسلام قبول کرنا

مورخین نے بیان کیا ہے کہ رجب پانچ ہجری کو قبیلہ بنو مضر کی شاخ بنو مزینہ سے خزاعی بن عبد سہم قبیلے کے دس دیگر باعزت لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ میں اترا۔اس نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر پوری قوم کی طرف سے بیعت کی۔خزاعی بن عبد سہم کے ساتھ جو دیگر لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ابن سعد نے اُن کے نام تحریر کئے ہیں۔اُن میں بلال بن الحارث،نعمان بن مقرن،ابوسماء،اسامہ،عبداللہ بن درہ،بشر بن متخفر،دکین بن سعید شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے بیعت لی۔

خزاعی بن عبد سہم جب اپنے قبیلے میں واپس پہنچا تو لوگوں نے اُس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اسلام قبول کرنے سے گریزاں ہو گئے۔

جب کافی دنوں تک نبی اکرم ﷺ کو بنو مزینہ کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع نہ ملی تو آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت کو طلب کیا اور اُن سے کہا؛

کچھ ایسے اشعار کہو جن میں خزاعی کی ہجو نہ ہو مگر اُسے یہ بات یاد آ جائے کہ اُس نے اپنی ساری قوم کی طرف سے بیعت کی تھی۔

چنانچہ حضرت حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے۔

الا ابلغ خزا عیا رسولا

بان الذّم یغسلہ الوفاء

خبردار خزاعی کے پاس قاصد بھیج دے کہ وفاداری مذمت کو دھو کہ دیتی ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وانّک خیر عثمان بن عمرو

واسنا اذا ذکر السناء

عثمان بن عمر کی اولاد سب سے بہتر ہے جب خوبی و بلندی کا ذکر کیا جائے تو تم اِن میں نمایاں ہو گے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وبایعت الرسول وکان خیرا

الی خیر و ادّك الثراء

تم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور وہ خیر تھی جو خیر کی طرف پہنچ گئی اور تمھیں ثروت نے پہنچادیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

فما یعجزك او ما لا نطقه

من الاشیاء ل ا تعجز عداء

کوئی چیز تم کو عاجز نہ کرے یا جن اشیاء کی تم کو طاقت نہ ہو اس سے تمھاری قوم تم کو عاجز نہ کرے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

یہ اشعار جب خزاعی تک پہنچے تو اُس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اُن سے کہا؛

آج تک تم لوگ میری عزت و تکریم کرتے رہے ہو مگر اسلام کے بارے میں تمھارا رویہ عربوں میں اُس عزت کو داغ لگا رہا ہے میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم لوگ میری بات مان جاؤ اسی میں خیر ہے۔

چنانچہ اُن کی قوم اُن کی بات مان گئی اور اسلام قبول کر لیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد خزاعی اپنے قبیلے کے چار سو لوگوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے عہد کی تجدید کی۔

خزاعی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا' آپ حکم کریں تو ہم اپنے علاقوں سے اسلام کی خاطر ہجرت کر آئیں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم جہاں ہو وہیں مہاجر ہو۔

جب وہ واپس جانے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا؛

اِن مہمانوں کی تکریم کرو یہ ہم سے رخصت ہوا چاہتے ہیں اِن کے لیے زادِ راہ مہیا کرو۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم سن کے حضرت عمر گھبرا گئے کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک دو صاع کھجوریں تھیں جو انھوں نے اپنے بالا خانے پر ڈال رکھی تھیں اس لیے انھوں نے آہستہ سے نبی

اکرمﷺ سے کہا؛

یارسول اللہﷺ میرے پاس تو اس وقت کچھ بھی نہیں۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت عمر کی بات کو قطعاً نظر انداز کیا اور پھر سے حکم دیا مہمانوں کے لیے زادِراہ فراہم کرو۔

حضرت عمر کی پریشانی حد سے بڑھ گئی تھی خیر وہ رسول اللہﷺ سے ہٹ گئے اور اپنے گھر پہنچے اُن کو خدشہ تھا وہ جو تھوڑی سی کھجوریں تھیں کہیں اُن کو بھی گھر والوں نے استعمال نہ کر لیا ہو۔

مگر جب وہ اپنے بالا خانے پر پہنچے تو یہ دیکھ کے حیران رہ گئے کہ وہ چند صاع کھجوریں ایک بڑے انبار میں بدل چکی تھیں دور سے یوں لگتا تھا جیسا وہاں کوئی بھورا اونٹ بیٹھا ہوا ہو۔

حضرت عمر اب خوشی خوشی بنو مزینہ کے وفد کی طرف گئے اور انھیں بلا لائے اور اُن سے کہا اپنی ضرورت کے مطابق یہاں سے کھجوریں لے لو۔

آگے کی روایت کچھ اُن لوگوں نے بیان کی ہے جو بنو مزینہ کے وفد میں شامل تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کھجوروں کے اس ڈھیر سے دل کھول کے کھجوریں لیں ہم نے اپنے تمام برتن اور تھیلے بھر لیے مگر کھجوروں کا یہ ڈھیر ویسے کا ویسا ہی رہا اور اُس میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

اور یہ نبی اکرمﷺ کا ایک اور معجزہ تھا۔

بنو مزینہ اپنے ایمان پر مستحکم ہو گئے، چنانچہ نبی اکرمﷺ جب فتح مکہ کے لیے نکلے تو بنو مزینہ کا قافلہ بڑی شان سے مدینہ پہنچا۔ وہ خالص ایک ہزار جوان لے کر میدان میں اترے تھے ۔نبی اکرمﷺ نے بنو مزینہ کا پرچم خزاعی کو عطا فرمایا اور یہ اُس کی تعظیم کی وجہ سے تھا کہ اُس نے بنو مزینہ میں اسلام کی اشاعت کے لیے بہت جدوجہد کی تھی۔

۵ ہجری ۔۔بمطابق ۔۔۔ جون 626ء تا مئی 627ء

5 ہجری، احکام وقوانین

تحریک اسلامی کے لیے پانچ ہجری کا سال بھی ایک اعصاب شکن سال ثابت ہوا۔قریش اور یہود نے مسلمانوں پرحملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔غزوہ خندق کی صبر آزما مشقت سے نجات کے بعد مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں شہرمدینہ کو یہودیوں کے وجود سے پاک کیااور بنوقریظہ کےلوگوں کوقتل کیاجنھوں نے مسلمانوں کی پشت میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی تھی۔ان غزوات کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی اس سال جو مصروفیات رہیں یہاں اُن کا کچھ تذکرہ مقصود ہے ۔ نبی اکرم ﷺ ہروقت دین اسلام کی سربلندی کے لیےکوشاں رہتے۔اس لیے شہرمدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی مصروفیات کامحور بھی دین اسلام کا استحکام ہی تھا۔غزوات سے ہٹ کر نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو پانچ ہجری میں جو اہم وقعات پیش آئے ذیل میں اُن کا کچھ احوال بیان کیا جاتا ہے۔

۵ہجری بمطابق ، اپریل 627ء

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ نبی اکرم ﷺ کے بہت اہم صحابی تھے، وہ ایک یہودی کے غلام تھے۔اس لیے باوجود نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت کے وہ اسلام کی ابتدائی جنگوں میں اس لیے شرکت نہ کر سکے تھے کیونکہ وہ غلام تھے۔حضرت سلمان فارسیؓ نے ایک ہجری میں اسلام قبول کیا تھا وہ محبت کی اُن راہوں کے مسافر تھے جو حق کی تلاش میں ہر صعوبت برداشت کرنے کو تیار رہتے ہیں۔حضرت سلمان فارسیؓ کے سفرِ محبت کا تذکرہ سیرت المزمل میں کہیں گزر چکا ہے اس لیے اس کا اعادۂ یہاں طوالت کا باعث ہوگا یہاں ہم اس بات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہجرت کے پانچویں سال جب ایک دن حضرت سلمان فارسیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو حکم دیا کہ تم اپنے مالک سے مکاتبت کرلو۔

حضرت سلمانؓ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔

مگر یوں لگتا تھا جیسے نبی اکرم ﷺ نے میری بات سنی ہی نہ ہو۔

اس لیے آپ ﷺ نے پھر فرمایا؛

سلمان اپنے مالک سے مکاتبت کرلو، اس بار میں نے انکار کرنا مناسب نہ سمجھا اور کہا جی یا رسول اللہ! ﷺ

اس کے بعد میں اپنے مالک کے پاس چلا آیا اور اُس سے کہا؛

میں مکاتبت کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اس کے بعد میں نے اپنے مالک سے کھجور کے تین سو پودوں اور چالیس اوقیہ سونے کے عوض مکاتبت کرلی۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس امر سے آگاہ بھی کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا اپنے بھائی کی مدد کرو۔ صحابہ نے اُسی روز مجھے تین سو پودے مہیا کر دیئے اور میرے ساتھ جا کر یہ پودے اُس یہودی کے باغ میں گاڑ بھی دیئے۔ اب صرف چالیس اوقیہ سونا بچا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا چند دن انتظار کرلو۔

اس کے بعد ایک دن کسی نے نبی اکرم ﷺ کو مرغی کے انڈے کے برابر سونا دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا یہ سونا لے جاؤ اور اپنے مالک کا حساب بے باک کردو۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ تو تھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ مجھے دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب لگایا اور مجھ سے کہا اب لے جاؤ اللہ کے حکم سے یہ کافی ہو جائے گا اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ سونا پورا نکلا اور مجھے اُس یہودی سے نجات مل گئی۔ میرے لیے یہ امر نہایت خوشی کا باعث تھا۔ اب میں اکثر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ پانچ ہجری میں یہودیوں کے اکسانے پر جب اہل نجد اور اہل

قریش نے مسلمانوں پر یلغار کی تو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے ہی دیا تھا۔

حضرت جویریہؓ سے نکاح

نبی اکرم ﷺ نے پانچ ہجری میں بنومصطلق پر حملہ کیا کہ بنومصطلق کا بدو سردار عربوں کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ بنومصطلق کے سر پر پہنچے تو حارث بن ابی ضرار کے حواری اُس کا ساتھ چھوڑ بھاگ نکلے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنومصطلق پر حملہ کیا تو وہ زیادہ دیر اس کا سامنا نہ کر سکے اور انھیں شکست ہوگئی۔ بنومصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار بھاگ نکلا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جس میں قبیلہ کے سردار کی بیٹی برہ بھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مال غنیمت تقسیم کیا تو حارث بن ابی ضرار کی بیٹی حضرت ثابت بن قیس اور اُن کے چچازاد بھائی حرث بن ثابتؓ کے حصے میں آئی۔ حرث بن ثابتؓ نے کہا اگر تم اس لڑکی کو صرف میرے لیے چھوڑ دو تو میں تمھیں مدینہ میں اپنا کھجوروں کا باغ دے دوں گا۔ وہ رضامند ہوگیا اور اس طرح بنومصطلق کے سردار کی بیٹی حرث بن ثابتؓ کی ملک میں آ گئی۔ برہ نے حرثؓ سے کہا اگر تم مجھ سے مکاتبت کرلو تو میں تمھیں بہت سا مال دے سکتی ہوں۔ حضرت حرثؓ نے نو اوقیہ سونے کے عوض حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ سے آزادی کا وعدہ کرلیا۔ نبی اکرم ﷺ ابھی مریسیع کے چشمے پر ہی تھے کہ ضرار کی بیٹی اُن کے خیمے میں آئی۔ حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ برہ نے نبی اکرم سے کہا۔ یارسول اللہ میں ایک مسلمان عورت ہوں کہ میں نے آپ ﷺ کو اللہ کا

رسول تسلیم کرلیا ہے اور اللہ پر ایمان لے آئی ہوں مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے آپ ﷺ اُس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ میں اپنے قبیلے کے سردار کی لڑکی ہوں۔ میں حرث بن ثابتؓ کے حصے میں آئی ہوں اور میں اُن کی مکاتبہ ہوں میں چاہتی ہوں میں آپ ﷺ مکاتبت کی رقم ادا کرنے میں میری مدد کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں تم پر اس سے بہتر بات پیش کروں تو تم اسے قبول کروگی۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تمھاری مکاتبت کی کل رقم میں ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں۔ برہ نے کہا یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے حرث بن ثابتؓ کو بلایا اور مکاتبت کی رقم ادا کر کے حارث بن ابی ضرار کی بیٹی سے نکاح کرلیا نبی اکرم ﷺ نے اُن کا تبدیل کیا اور اُن کا نام جویریہ رکھا۔[*49]

شادی کے وقت حضرت جویریہؓ کی عمر بیس سال تھی۔

اُم المومنین سیدہ حضرت جویریہؓ کا نسب یہ ہے۔

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو۔ [*50]

ضرار بن الحرث کی بیٹی جب مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئی تو وہ ایک شخص مسافع بن سفوان کے نکاح میں تھیں، مسافع اور حضرت جویریہ کا باپ الحارث بن ابی ضرار اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔ الحارث بن ابی ضرار نے تو جلد ہی اسلام قبول کرلیا تھا مگر مسافع کے اسلام کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔ حضرت جویریہؓ نے پچاس ہجری میں انتقال کیا۔

ریحانہ قرظیہ کا قصہ

مغربی مستشرکین نے ریحانہ قرظی کے واقعہ کو اس بات کی دلیل بنا کے پیش کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کنیزیں بھی رکھیں اور اُن سے تمتع بھی کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کا خبث باطن انھیں اس بات پر مجبور کرتا رہتا ہے کہ وہ اسلام کے دامن میں اُن چیزوں کو شامل کر دیں جن سے اسلام مشکوک ہو جائے اور نبی اکرم ﷺ کے وقار پر حرف آئے۔ مستشرقین نے اس سلسلے میں اُن موضوع روایات کو بنیاد بنایا ہے جو بدقسمتی سے ہمارے تاریخی آثار میں موجود ہیں۔ مستشرقین کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ مسلمان مفکرین کی اُس تحقیق کو کلیتاً نظر انداز کر دیتے ہیں جو انھوں نے اِن موضوع روایات کے رد میں کی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی لونڈی یا کنیز سے تمتع کیا ہے تو مسلمان مورخین نے اس سلسلے میں نہایت وقیع الشان تحقیق پیش کی ہے جس میں اس بات کو بالاتفاق ثابت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی لونڈی سے تمتع نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اُسی عورت سے تعلق رکھا جو آپ ﷺ کے نکاح میں آئی۔

جہاں تک ریحانہ قرظیہ کا تعلق ہے تو امام برہان الدین حلبیؒ نے بیان کیا کہ جب بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا تو انھیں میں ریحانہ قرظیہ بھی شامل تھی جس کا تعلق تو دراصل بنو نضیر سے تھا مگر اُن کی شادی بنو قریظہ میں ہوئی تھی۔

بیان کیا گیا ہے کہ اول اول جب نبی اکرم ﷺ نے ریحانہ قرظی پر اسلام پیش کیا تو اُس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر رفتہ رفتہ جب اُس کا دکھ کم ہوا تو حضرت ثعلبہ ابن شعبہؓ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور مسلسل اس بات پر اصرار کیا جس کے بعد ریحانہ قرظی نے اسلام قبول کر لیا۔ مستشرقین نے اس ضمن میں جو بات کی ہے مسلمانوں مورخین نے اس بات کی رد میں کہا کہ مستشرقین نے اپنی عادت کے مطابق ایک سادہ سی بات کو افسانہ بنا دیا ہے حالانکہ حافظ ابن حجر نے ''اصابہ'' میں محمد بن الحسن کی تاریخ مدینہ سے جو روایت بیان کی ہے اُس میں کہا گیا ہے کہ!

" وكانت ريحانة القرظية زوج النّبی ﷺ تسكنه "

اور ریحانہ قرظیہ جو آنحضرت محمد ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں وہ اس مکان میں رہتی تھیں "۔

اس کے علاوہ علامہ واقدی نے بتصریح بیان کیا کہ آنحضرت محمد ﷺ نے اُن سے نکاح کیا تھا ۔ابن سعد نے واقدی کی جو روایت اس ضمن میں درج کی ہے اُس میں انھوں نے خود حضرت ریحانہ قرظی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں!

" فاعتقنی و تزوج بی "

پھر آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے نکاح کیا "۔

مگر یاد رہے کہ اکثر مورخین نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں شامل نہیں کیا ہم خود کو بھی انھی مورخین کی صف میں رکھنا چاہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ کہ ریحانہ قرظی کے بارے میں جو تین

روایات ہم تک پہنچی ہیں اور مورخین نے ان روایات سے جو استدلال کیا ہے اُس میں اس خیال کو تقویت حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ریحانہ قرظیہ کو آزاد کردیا تھا اور وہ اپنے لوگوں کے پاس واپس چلی گئی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن مندہ نے اپنی مشہور عالم کتاب "طبقات الصحابہ" میں ریحانہ قرظیہ کے متعلق ملنے والی تمام روایات کو تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے؛

" واستسرىٰ ریحانة من بنی قریظة ثمرا عتقها فلحقت با هلها و اجتبت وھی عند اھلھا"۔

ریحانہ قرظیہ کو گرفتار کیا گیا پھر آزاد کردیا گیا اس کے بعد وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور وہیں پردہ نشین ہو کر رہنے لگیں۔

ہمارے نزدیک ریحانہ قرظی کے بارے دستیاب روایات کا ماحاصل یہی ہے کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کی زوجہ نہ تھیں اور نہ معتبر مورخین نے انھیں اس رتبہ سے نوازا ہے اس لیے ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں کہ آزادی کے بعد وہ اپنے لوگوں میں چلی گئیں۔

پانچ ہجری تذکرہ مزید

ہجرت کے پانچویں سال بھی نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے یقین وایمان کی دولت سے نوازا تھا وہ اسلام کی تقویت کے لیے اپنا دن رات ایک کیئے ہوئے تھے۔غزوہ احزاب میں عرب کی تین بڑی طاقتوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا جن میں قریش اور اُن کے حلیف شامل تھے بنوغطفان اور مدینہ کے یہودی شامل تھے۔انھوں نے مسلمانوں کی بربادی تک متحد رہنے کا جو عہد کیا تھا وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے اب عرب کی ایک اہم سیاسی قوت کے طور پر پہچانے جاتے تھے ۔اگرچہ ہجرت کا پانچواں سال اپنے ساتھ بہت سی شدتیں اور مسائل لایا تھا تاہم مسلمانوں کے مستحکم عزم اور پختہ یقین کے آگے وہ سب ہیچ ثابت ہوئیں اور مسلمان اِن ابتلاؤں سے سرخرو ہوکر نکلے مورخین نے پانچ ہجری کی جو دیگر تفصیلات فراہم کی ہیں اُن سے کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے بیان کیا گیا کہ؛

نبی اکرم ﷺ جب صحابہ کے ساتھ غزوہ دومۃ الجندل کو تشریف لے گئے تو واپسی پر معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ اُم سعدؓ انتقال فرما گئی ہیں نبی اکرم ﷺ اُن کی قبر پر تشریف لے گئے اور اُن کے لیے دعائے مغفرت کی۔اُم سعدؓ بہت ہی نیک خاتون تھیں انھوں نے مکہ جا کے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔حضرت سعدؓ نے نبی اکرم ﷺ سے

درخواست کی یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے میری والدہ کو راحت پہنچے نبی اکرم ﷺ نے نہایت ہی مختصر جواب دیا! پانی

چنانچہ حضرت سعد نے اپنی والدہ کے نام پر ایک کنواں کھدوایا اور اُن کے نام صدقہ کر دیا۔ مورخین نے بتایا کہ مدتوں لوگوں کو یاد رہا کہ یہ اُم سعد کا کنواں ہے اور لوگ اُس سے سیراب ہوتے رہے ۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے لکھا ہے کہ!

پانچ ہجری میں مدینہ میں زلزلہ آیا اور لوگ گھبرا اٹھے وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف دوڑے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا دیا اور فرمایا! لوگو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تم توبہ کر کے اس کو راضی کرو نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے یہ لکھا ہے کہ!

پانچ ہجری میں ہی مدینہ میں چاند گرہن بھی لگا۔ تب لوگ گھبرا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اُن کا خیال تھا کہ یہودیوں نے چاند پر جادو کر دیا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا!

یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے محض ایک نشانی ہے"

یاد رکھو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کو لے کر مسجد نبوی میں تشریف لائے اور نماز الخسوف ادا کی اس کے بعد مسلمانوں میں نبی اکرم ﷺ کی یہ سنت مروّج ہوگئی اور اللہ سے حقیقی معنوں میں ڈرنے والے لوگ آج بھی اسی پر عمل پیرا

ہیں۔اگرچہ جہلا کا عمل مختلف ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو علم سے محروم رکھا۔

اور مورخین نے لکھا کہ!

اسی سال قبیلہ مزینہ کا ایک سردار خزاعی بن عبد سہم اپنے دس ساتھیوں سمیت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔

۵ ہجری --- بمطابق --- جون 626ء تا مئی 627ء

5 ہجری، احکام وقوانین

اسلام ایک خوشبو کی طرح ہے جس کی خوشگوار مہک سے معاشرے کھل اٹھتے ہیں۔خالق نے انسان کی فلاح کے لیے جو قوانین واحکامات اتارے ہیں وہ اس کا حق ہے مگر انسان کی بدبختی یہ ہے کہ اکثر وبیشتر وہ الہامی اخلاق کی وضع کردہ حدوں کو توڑ کر محض اپنے نفس کی آواز پر کان دھرتا ہے اوراس کے نتیجے میں جب وہ خسارے کا شکار ہوتا ہے تو اس کا شکوہ بھی خالق ہی سے کرتا ہے اور اُسے ذرا حیا نہیں آتی کہ یہ سب تو اُس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔چنانچہ جس دور کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں وہ تو ایسے مقدس شب وسحر تھے جن کی ہر گھڑی لمحہ لمحہ انسانوں کی فلاح و بھلائی کے لیے احکامات وقوانین اتارے جا رہے تھے۔تب انسانی زندگی کی راہوں کا تعین کیا جا رہا تھا،انسانوں کو منزل کے ہر سنگ میل سے آگاہی فراہم کی جا رہی تھی،خاکہ حیات میں رنگ بھرے جا رہے تھے،حوادثِ زمانہ کے نتائج سے آشنائی فراہم کی جا رہی تھی،گلستانِ حیات کی آبیاری کی جا رہی تھی،تعمیر انسانیت کا دستور وضع کیا جا رہا تھا،توقیر انسانیت کے لیے ضابطہ اخلاق مرتب کیا جا رہا تھا،چمن کی ہر روش کو آسودگی

عطا کی جارہی تھی،قطرہ قطرہ تشنگی اٹھائی جارہی تھی،خزاں کو لپیٹ کر بہاروں کو اتارا جارہا تھا،دشتِ فاران سے صدائے فلاح دی جارہی تھی،حرا کی بلندیوں سے حرف حرف عظمت کے نشان اتارے جا رہے تھے،صحرا کا ریزہ ریزہ مائل بہ تسلیم ورضا تھا،ریگزارِ عرب کی ہر وادیٔ شاداں وفرحاں تھی،ارفعٰ منزلوں کی طرف پکارا جارہا تھا،قربتوں اور محبتوں کی دعوت دی جارہی تھی،حق اور راستی کی طرف بلایا جارہا تھا،پستیوں کو بلندیوں سے بدلا جارہا تھا،اوہام کی وسعتوں کو سمیٹا جارہا تھا،یقین کی منازل کو واضح کیا جارہا تھا،تاریکیوں کو اجالوں سے دھکیلا جارہا تھا،نوید صبح نو کی پکار تھی،صبح بہار کی آمد تھی،باد صبا کا چلن تھا،کہن رسموں کی شکست تھی،صدیوں کے جمود پر لرزا تھا،وحشت کے آزار کل کی بات بن گئے تھے،حقیقی معاشرتی اقدار کو وضع کیا جارہا تھا،فسونِ شرک کو توڑا جارہا تھا عادتِ کفر کو جھنجوڑا جا رہا تھا،جنت کی نوید سنائی جارہی تھی،دوزخ سے ڈرایا جارہا تھا،ابراہیم کی سنتوں کو زندہ کیا جارہا تھا، بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑا جارہا تھا،توحید کا نغمہ ہر طرف گونج رہا تھا،اِک سہانا منظر تھا جس میں اگرچہ ابھی انکار موجود تھا مگر حق کی خوشبو سے صحرائے عرب کے نخلستان مہکے جارہے تھے،چنانچہ پانچ ہجری میں انسانوں کی فلاح کے لیے آنحضرت محمد ﷺ پر قرآن حکیم کے ذریعے جو احکامات و قوانین اتارے گئے اُن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

پانچ ہجری میں حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ نکاح کی شام اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حجاب کے احکامات اتارے،بعض مورخین نے بیان کیا کہ پردہ کے احکامات تین ہجری میں نازل ہوئے تھے۔حضرت انس بن مالکؓ کی اس روایت کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے سلمان بن مغیرہؓ کی سند سے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی شادی میں شریک ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ہم کو رات کے کھانے کے لیے مدعوع کیا اور گوشت سے ہماری تواضع کی۔کھانا

کھانے کے بعد کچھ لوگ چلے گئے مگر کچھ لوگ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ اٹھے تو بہت سے لوگ اُٹھ کے چلے گئے۔ مگر دو لوگ وہیں بیٹھے رہے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ اپنی بیویوں کے تمام حجروں میں چکر لگا آئے۔ آخر کافی دیر بیٹھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ اٹھے اور حضرت زینب بن جحشؓ کے حجرے کی طرف بڑھے میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میرا ایک قدم حجرے میں تھا اور ایک قدم باہر تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا اور فرمایا مجھ پر یہ آیات نازل کی گئی۔

”یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَاطَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡاوَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ ۫ وَاللّٰهُ لَا یَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِکُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ وَمَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَنۡکِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ عِنۡدَاللّٰهِ عَظِیۡمًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ الاحزاب 33;53)

ترجمہ؛

”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو۔ ہاں اگر تمھیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ۔ مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں ہی نہ لگے رہو۔ تمھاری یہ حرکتیں نبی

اکرمﷺ کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمھیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمھارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمھارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسولؐ کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ اِن کے بعد اِن کی بیویوں سے نکاح کرو کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے"۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

عرب کے جاہلی معاشرے میں متبنیٰ کو بیٹے کے تمام حقوق حاصل تھے جس کی وجہ سے کئی مشکلات پیدا ہو رہی تھیں اور اصل وارث اُس شخص کی دولت سے محروم رہ جاتے اور غیر اُن کا حق غصب کر کے لے جاتے۔ اس لیے پانچ ہجری میں بتا دیا گیا کہ متبنیٰ بیٹے کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمھارا حقیقی وارث ہے بلکہ تمھارا حقیقی وارث وہی ہے جس کا تعین قرآن حکیم میں کر دیا گیا ہے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

اسی سال اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے کی ممانعت اتاری اور اس جرم کے لیے سزا مقرر کی۔ پاکباز عورتوں پر تہمت لگا دینا عرب میں ایک معمولی بات تصور کی جاتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو ایک بڑا جرم قرار دیا اور فرمایا کہ تہمت لگانے والا یا تو شرعی گواہ پیش کرے ورنہ اُس کو اسی

درے لگائے جائیں۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

اسی سال ظہار کا خاتمہ کیا گیا یہ ایک قسم کی طلاق تھی جو عربوں میں مروّج تھی امام بخاری اس ضمن میں جو روایات لائے ہیں اُن کے مطابق کوئی مرد اپنی عورت کو کہتا کہ آج سے تو میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔اور میں نے تجھ کو خود پر حرام قرار دے لیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس جاہلیت سے روکا اور انھیں بتایا کہ اس امر سے اگرچہ طلاق واقع نہیں ہوتی مگر یہ جاہلیت کی ایک بات ہے جس سے بچا کرو۔نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ اگر کوئی شخص اس جرم میں مبتلا ہو جائے تو توبہ کرے اور غلام آزاد کرے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

مورخین نے کہا کہ!

پانچ ہجری کو ہی زنا کی سزا کا تعین کیا گیا اور زنا کی سزا سو کوڑے متعین کی گئی اسی طرح بتایا گیا کہ متبنٰی کی بیوی سے نکاح جائز ہے اس لیے کہ اُس کی بیوی تمھاری بہو نہیں ہے کیونکہ وہ تمھارا بیٹا نہیں ہے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

اسی طرح بیان کیا گیا کہ!

پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی رعایت ہے تیمّم کی آیات بھی پانچ ہجری کو اتاری گئیں جس کے بعد یہ عمل مشروع ہو گیا۔

اسی طرح مورخین نے بیان کیا کہ!

لعان کا طریقہ بھی پانچ ہجری کو ہی جاری کیا گیا کہ بعض لوگ بغیر کسی وجہ کے ہی اپنی بیوی پر بد کاری کا الزام لگا دیتے جس کی وجہ سے عورتیں شدید مصائب کا شکار تھیں اور اُن کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔ چنانچہ اسلام نے اس ظلم کو روکنے کے لیے یہ طریقہ کار وضع کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت لگاتا تو اُسے وقت کے قاضی کے سامنے پیش ہونا پڑتا اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ قسم کھانا ہوتی کہ اگر میں نے کذب بیانی سے کام لیا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق قرار پاؤں گا۔ اسی طرح اُس کی بیوی کو بھی یہی قسم کھانا ہوتی اس کے بعد اُن کے مابین علیحدگی کرادی جاتی مگر اُن میں سے جو جھوٹا ہوتا اُسے بہر حال اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔

یکم محرم 6 ہجری بمطابق 28 مئی 627ء

- غزوہ بنولحیان
- غزوہ ذی قرد
- حربی مہمات
- صلح حدیبیہ
- حضرت اُم حبیبہؓ سے نکاح
- حضرت ماریہ قبطیہؓ سے نکاح
- نماز استسقاء
- صلواۃ الخوف

سیرت المزمّل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

6 ہجری ، بمطابق... 28 مئی 627ء تا 18 مئی 628ء

رفعتوں کی طرف

نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا انسٹھواں سال تھا۔نبوت کا انیسواں اور ہجرت کا یہ چھٹا سال تھا جب مسلمانوں نے رفعتوں کی طرف اپنا سفر شروع کیا۔وہ سفر جس کی انتہا سے کوئی واقف نہیں مگر جس کی ابتدا شدت کے اُن لمحات میں ہوئی جب قریش کی دشمنی ہر بڑھتے لمحے کے ساتھ اذیت ناک ہوتی چلی جا رہی تھی۔ہجرت کا چھٹا سال اسلام کی ترویج واشاعت کے سفر میں کئی پہلوؤں سے انفرادیت لیے ہوئے ہے،میں نے کسی مورخ کے ہاں اُن بدلتے منظروں کا تذکرہ نہیں پایا جنھیں میری نظر نے دیکھا میرے احساس نے جن کی کھوج کی، میرے وجدان نے جن کی طرف میری راہنمائی کی۔چنانچہ ہم نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے آغاز سے چھ ہجری تک اور چھ ہجری سے نبی اکرم ﷺ کے وصال تک کے پھیلے انگنت منظروں کی کھوج کریں تو ہم جانیں گے اِن میں بین تفاوت پایا جاتا ہے جس کو ذیل میں ہم الگ الگ اشارات سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ایک اشارہ

چھ ہجری سے قبل کے واقعات پر مشتمل ہوگا اور اُس کے مقابل ہی نیچے ایک اشارہ چھ ہجری کے بعد سے تحریر کیا جائے گا جس سے ہمارا استدلال واضح ہو جائے گا۔
انشاءاللہ

- پہلے منظر میں مسلمانوں کی بیکسی اور کمزوری واضح ہے وہ چھپ کے نماز پڑھتے اور اپنے دین کو لوگوں کی دشمنی کے ڈر سے چھپائے رکھتے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- آج انھیں اپنے دین کے معاملے میں اللہ کے سوا کسی سے کوئی ڈر نہ تھا اور نہ ہی انھیں کسی سے چھپ کے نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت تھی۔

▪▪▪▪▪▪▪

- کل حضرت بلالؓ کو مکے کی تپتی دوپہروں کا عذاب سہنا پڑتا تھا جبکہ آج انھیں سیّدنا بلال کہا جاتا تھا۔

▪▪▪▪▪▪▪

- کل قریش مکے کی گلیوں میں مسلمانوں پر سرِعام تشدد کرتے تھے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- جبکہ آج قریش اس بات کی امید بھی چھوڑ چکے تھے کہ وہ مسلمانوں کو اب کبھی مغلوب کر سکیں گے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل رسول اللہ ﷺ حرم پاک کے عین مقابل دشمن کی اذیت کا سامنا کر رہے تھے اور بجز حضرت ابوبکر کے کوئی نہ تھا جو آگے بڑھتا اور دشمن کو پیچھے دھکیلتا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- مگر آج رسول اکرم ﷺ پر جان نثار کرنے والوں کا ایک ہجوم تھا جو آپ ﷺ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے کہ کب بارگاہ رسالت سے انھیں کوئی حکم دیا جائے۔ آج رسول اللہ ﷺ کی عزت وتکریم شاہان فارس اور قیصر روم سے بڑھ کے تھی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل تک قریش مکہ اس خمار میں تھے کہ یہ چند نوجوانوں اور کچھ بیکسوں کا ٹولہ ہے جسے وہ جلد ہی مغلوب کر لیں گے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- مگر آج وہ اس ڈر سے سہمے جاتے تھے کہ کوئی وقت آتا ہے جب اُن کا صدیوں سے بنایا ہوا سیاسی سماجی معاشی اور عقائدی نظام مٹ جائے گا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل تک سارے عرب ذوق شوق سے لات ومناۃ اور عزیٰ وہبل کی پوجا کرتے تھے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- مگر آج اہل عرب کی اکثریت اس بات کی منتظر تھی کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خاندان پر غالب آجائیں تو وہ بھی بڑھ کے اس سعادت کو قبول کرلیں جس پر ایمان لانے کے لیے اب مزید کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل صحنِ حرم میں سب کی نظروں کے سامنے عقبہ بن ابی معیط نے نبی اکرم ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈالا تھا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- اور آج وہی عقبہ بن ابی معیط نبی اکرم ﷺ کے پاؤں میں پابہ زنجیر پڑا تھا صحابہ منتظر تھے کہ کب نبی اکرم ﷺ اُس کے قتل کا حکم جاری کریں اور نبی اکرم ﷺ نے اُس کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل مکہ کی تپتی دوپہریں تھیں، لوگوں کی دشمنی اور اہل قریش کی بے جا تقرار تھی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- مگر آج مدینہ کے نخلستانوں کی خنکی میں آمناً وصدقاً کہنے والوں کا اِک ہجوم تھا بے قرار اور محبت بھری نگاہیں اشارہ ابرو کی منتظر تھیں۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل قریش کی دشمنی کی شدت تھی، شعب ابو طالب کی ویرانی اور بھوک رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو گھیرے ہوئی تھی۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- آج مدینہ کے نخلستانوں کی خنکی تھی، اہل انصار کی وفا کی مہک تھی اور اُن کے باغوں کے پھل تھے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- کل ابو جہل، ابولہب، نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کی نخوت اور تکبر تھا اور پوری قوم کا انکار تھا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

- اور آج حضرت سعد بن عبادہؓ تھے، ابو ایوب انصاریؓ تھے، حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت سعد بن معاذؓ تھے، حضرت بشر بن عبادہؓ تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے اور اُن کی وفائیں تھیں۔ انصار مدینہ کا عہد تھا جسے انھوں نے اپنے خون سے پختہ تر بنا دیا تھا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

☚ کل ابو جہل مکہ کی گلیوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر تشدد کیا کرتا تھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ قریش کے محض ایک چرواہے تھے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

☚ پھر اہل مکہ کے اسی چرواہے کا پاؤں سردار قریش ابو جہل کے سینے پر تھا اور وہ اپنی کند تلوار کے ساتھ اُس کی گردن کاٹ رہے تھے۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

☚ دو ہجری میں قریش کی وحشت عروج پر تھی اور اُن کا تکبر آسمان سے باتیں کرتا تھا۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

☚ پھر چند دنوں بعد اُن کی قوم اپنے سرداروں کے بغیر مکہ پہنچی تو باقی رہ جانے والوں کے پاس اکابرین قریش کے قتل کے قصے تھے اور شہر مکہ میں نوحہ گروں کی صدائیں تھیں۔

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

☚ کل تک مسلمان در بدر تھے، کچھ عرب سرداروں کی پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے، کچھ مکہ میں قریش کے مظالم سہہ رہے تھے کچھ اپنا گھر اور جائیدادیں چھوڑ کر حبشہ کی طرف نکل گئے تھے تو کچھ نے مدینے کا رخ کیا تھا۔

■■■■■■■

☚ مگر آج مسلمانوں کی اپنی آزاد ریاست تھی جس میں انھیں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی وہ اطمینان وسکون کے ساتھ مدینہ میں اپنے شب وروز بسر کررہے تھے۔

■■■■■■■

☚ کل تک وہ لوگوں سے کہتے کہ یہ ہمارے خاندان کے کچھ گمراہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آباء کے دین سے بغاوت کردی ہے۔

■■■■■■■

☚ مگر آج انھی لوگوں نے حاکم مدینہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا تھا اور ریاست مدینہ کے وجود کو تسلیم کیا تھا اُن کے جداگانہ دین کی مسلّمہ حیثیت کو مان لیا تھا۔

■■■■■■■

☚ کل تک رسول اللہ ﷺ کی پشت پر صرف بنو ہاشم کا خاندان تھا باقی سارا عرب اُن سے دشمنی پر تلا ہوا تھا۔

■■■■■■■

☚ مگر آج بنو اوس، بنو خزرج اور بنو خزاعہ جیسے معروف اور طاقت ور عرب قبائل نبی اکرم ﷺ کی پشت پر تھے اور ہر لمحہ اُن پر جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- کل وہ مسلمانوں کی ریاست پر ہر سال حملہ کرتے تھے اور مسلمانوں کے وجود کو مٹا دینے کے خواب دیکھتے تھے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- مگر آج رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بشارت دی کہ اب وہ کبھی ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے البتہ ہم اُن پر ضرور حملہ کریں گے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- حرم کعبہ حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ اللہ کا گھر جس کی خدمت کی بدولت قریش اہل عرب کے حکمران تصور کئے جاتے تھے۔

▪▪▪▪▪▪▪

- مگر آج اہل قریش نے وہی اللہ کا گھر مسلمانوں کے لیے خالی کر دیا تھا وہ شہر مکہ سے نکل گئے تھے کہ مسلمان اطمینان وسکون کے ساتھ مناسک عمرہ ادا کر سکیں۔

▪▪▪▪▪▪▪

- کل آپ ﷺ لوگوں تک دین اسلام کی دعوت پہنچاتے مگر لوگ آپ ﷺ کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے۔

■■■■■■■

☚ جبکہ آج صبح دوپہر اور شام کو مختلف عرب قبائل کے قافلے شہر مدینہ کے نخلستانوں میں اترتے تھے اور اُن کا مقصد صرف اور صرف دین اسلام کو قبول کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا ہوتا۔

■■■■■■■

☚ کل مسلمان شعب ابو طالب کی سختی میں تھے اور ابو جہل اُن کا غلہ روکتا تھا اور وہ تمام مروّج اخلاقی حدوں کو پھلانگ چکا تھا۔

■■■■■■■

☚ مگر آج اہل مکہ کا غلہ روک لیا گیا تھا اور ثمامہ بن اثال نے کہا تمھیں اُس وقت تک غلے کا ایک دانہ نہیں مل سکتا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ اس کی سفارش نہ کریں اور اہل مکہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے درخواست کرنی پڑی کہ ہم بھوکوں مر رہے ہیں بخدا اپنے خاندان پر رحم کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ بن ثمال کو لکھا کہ مکہ والوں کے لیے غلہ روانہ کردو۔

■■■■■■■

☚ کل رسول اللہ ﷺ نے اہل قریش کو جبل صفا پر بلایا اور بتایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس پہاڑ کی اوٹ سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کو ہے اسلام قبول کرلو اس سے محفوظ ہو جاؤ گے مگر انھوں نے انکار کردیا۔

■■■■■■■

اور آج وہ لشکر اہل قریش کے سر پر آ پہنچا تھا اور ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا! بخدا میں نے آج تک عربوں کا اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا جو کسی پر حملہ آور ہوا ہو۔

■■■■■■■

قریش عربوں کا سردار قبیلہ تھا اس لیے اول اول اُس نے خود ہی کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کو مٹا دے پھر اُسے احساس ہوا کہ یہ اُس کے اکیلے سے نہ ہوگا چنانچہ پانچ ہجری کو وہ سارے عرب کو آگے لگا لائے۔

■■■■■■■

مگر نتیجہ وہی نکلا جو اس سے قبل نکلا تھا کہ اُن کے ارادے اُس خواب کی طرح ٹوٹ گئے جو کچی نیند کا خواب ہوتا ہے۔

■■■■■■■

وہی قریش جو کل تک لات وعزی اور ہبل و مناۃ کے نام پر قتل ہوتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف رزم گاہ کے بازار گرم کرتے تھے۔

■■■■■■■

آج وہی قریش تھے اور اُن کے پاؤں تلے وہی بت تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے اور

دور دور تک اِن نام نہاد خداؤں کی بربادی پر کوئی نوحہ کہنے والا نہ تھا۔

- کل سارا عرب نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا اور اسلام سے انکاری تھا دور دور تک کوئی اس الہامی پیغام پر کان دھرنے کو تیار نہ تھا۔

- مگر آج لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور دور دور تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا تھا شاہ حبشہ اور قیصر روم نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی گواہی دے رہے تھے۔

- خالد بن ولید کل قریش کا سپہ سالار تھا اُن کا فخر تھا جنگ احد میں اُس نے مسلمانوں کی پشت سے حملہ کیا اور جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔

- آج وہی خالد بن ولید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بن چکے تھے لشکر اسلام کا جرنیل اور سیف اللہ کا خطاب حاصل کر چکے تھے فتح مکہ کے روز ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی کفار جس سے سہمے جاتے تھے۔

یہ کچھ مناظر تھے جن کے دونوں پہلو زیر بحث لائے گئے، چھ ہجری سے پہلے اور چھ ہجری کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی حیثیت کا درست ادراک حاصل کرنے کے لیے۔ چنانچہ ہم نے جانا کہ چھ ہجری کا سال ہی وہ مبارک سال تھا جس کے بعد اب عرب ریاست مدینہ پر حملہ نہ کرتے تھے بلکہ ریاست مدینہ کی فوجیں اُن کی بیخ کنی میں مصروف عمل تھیں۔ حقیقت میں تو اہل قریش کو صلح حدیبیہ کے روز ہی کھلی شکست ہو گئی تھی اور انھوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا کہ اسلام ایک حقیقت ہے اور وہ اُس کو مٹانے پر قادر نہیں اس لیے کیوں نہ جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا جائے اور انھوں نے مسلمانوں سے جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔ چھ ہجری کے بعد لوگ تیزی سے اسلام کی طرف راغب ہوئے اور آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے بعد پورا عرب والہانہ انداز میں اسلام کی طرف لپکا اور دین اسلام کے اِن تکمیلی ایام میں سارا عرب نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا۔ اس کے بعد اب پیغمبر اسلام کو بین الاقوامی معاملات کو دیکھنا تھا۔ روم اور ایران کی ریاستوں کو دین اسلام کی دعوت دینی تھی اور اسلام کی حقیقی تصویر لے کر دنیا بھر کے سامنے پیش کرنا تھی تاکہ سسکتی انسانیت کو اُن کے دکھوں کے حقیقی مداوے سے روشناس کرایا جا سکے۔ چھ ہجری کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کو اندرونی محاذ پر فتح حاصل ہو گئی تھی تو آپؐ نے مسلمانوں کی خارجہ پالیسی مرتب کی اور خطہ عرب کے گرد بسنے والی اکثر اقوام کی طرف خطوط لکھے تاکہ وہ اسلام کی طرف راغب ہو سکیں۔

چھ ہجری کو وقوع پذیر ہونے والے صلح کے معاہدے نے اُس جمود کو توڑ دیا تھا جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر عرب اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آشنا نہ تھے اس لیے اس معاہدے کے بعد جب لوگ ایک دوسرے سے ملے اور اُس انیس سالہ تناؤ کا خاتمہ ہوا جو قریش کی جارحانہ پالیسی کا نتیجہ تھا تو تمام عرب کے لوگ مکہ اور مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے پایا کہ اسلام دین حق ہے اس لیے پہلے نزدیکی عرب قبائل نے اسلام قبول کیا اس کے بعد حیرہ و یمن کے وسیع و عریض علاقوں تک اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔ فتح مکہ کے بعد صرف بنو ہوازن تھے جن کے

دل اسلام کے لیے نرم نہ ہوئے تھے چنانچہ اُن کے خلاف طاقت استعمال کی گئی اور انھیں مطیع کرلیا گیا۔ اس لیے چھ ہجری کو ہم وہ حد فاصل قرار دے سکتے ہیں جس کے بعد اسلام کی رفعتوں کے اُس سفر کا آغاز ہوا جو آج تک جاری ہے کہ مشرق ہو یا مغرب جس شخص نے بھی ارادے کی سچائی سے حق کا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے تو لامحالہ وہ نبی اکرم ﷺ کی چوکھٹ تک ہی پہنچا ہے اور وہیں سے اُسے حق بات ملی۔ اہل مغرب کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ انھوں نے ارادی طور پر اپنی زندگی کی رفتار کو اس قدر تیز کرلیا ہے کہ اُن کے پاس وقت ہی نہیں کہ وہ اس بات کو جان سکیں کہ وہ کس نظریے کس عقیدے کس منزل مقصود کی خاطر اپنی زندگی کو بسر کررہے ہیں۔ آج کے جدید مغربی معاشرے کی اکائی کوہلو سے بندھا ہوا وہ بیل ہے جسے اپنے مدار کے گرد چکر کاٹنے کے سوا اور کسی امر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ مادیت کے چند محاذوں پر کسی قدر برتری حاصل کرنے والے روحانی طور پر شدید بیمار اِن معاشروں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مہذب معاشرے ہیں اور باقی ساری دنیا کو انھی کی پیروی اختیار کرنی چاہیے۔

اُن کی دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ اُن کا مفکر اُن کا صاحب دانش اسلام سے شدید بغض سے بھرا ہوا ہے اس لیے وہ اپنی تحریروں تقریروں اور دیگر ذرائع علم کو استعمال کرتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی اس قدر بری تصویر اپنے معاشروں کے سامنے رکھتے ہیں کہ ایک عام مغربی شہری کو یہ علم ہی نہیں کہ اسلام جیسا آفاقی دین انسانیت کو آخر کیا پیغام دے رہا ہے۔ اُس کے خیال میں مسلمان قرون اولیٰ کے وحشی آدم خور قبائل قسم کی کوئی چیز ہیں جن سے دوری میں ہی عافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی اور ہمیں بھی اپنی خاص ہدایت سے نوازے۔ یہ تو خیر جملہ معترضہ تھا جو یونہی قلم کی روانی کے باعث در آیا چنانچہ اب ہم چھ ہجری کے واقعات کو زمانی ترتیب سے تحریر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی فرمائے کہ اُس کی راہنمائی کے بغیر تو کچھ بھی ممکن نہیں۔

غزوہ احزاب کی آخری شب جب اللہ کے لشکروں نے قریش کے مستقر پہ حملہ کیا تو وہ خوف میں مبتلا ہو گئے اور بھاگ اٹھے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب یہ ہم پر کبھی حملہ نہ کر سکیں گے بلکہ اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔

10 محرم 6 ہجری ، بمطابق 1 جون 627ء

سریہ محمد بن مسلمہؓ

تحریکِ اسلامی مدینہ میں پھل پھول رہی تھی۔ اسلام دشمن اب مایوس سے ہو چکے تھے۔ غزوہ خندق کے بعد قریش بھی بجھ سے گئے تھے۔ اب اُن کے لہجوں میں وہ تیزی اور تندی نہ تھی جو اس سے قبل اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں اُن کے ہاں معروف تھی۔ احزاب کی شکست کے بعد بدوی عرب بھی سہم سے گئے تھے اور اُن کی طرف سے کوئی سرگرمی دکھائی نہ دیتی تھی۔ تاہم جب نبی اکرم ﷺ اور اصحابِ رسول اہل قریش اور یہودیوں سے نبرد آزما تھے تب بدوی قبائل کی سرگرمیوں کی جو اطلاعات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تھیں یا وہ بدوی قبائل جنھوں نے بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا تھا اُن کے خلاف چند کاروائیاں ناگزیر تھیں تا کہ انھیں آخری حد تک مطیع بنایا جا سکے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ جو قبیلہ بنو عبدالاشہل سے تھے کو حکم دیا کہ وہ مقام ضریہ کی طرف روانہ ہوں اور بنی بکر کے ایک بطن القرطا کی گوشمالی کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو ہدایت کی کہ کوشش کرنا دشمن کو بے خبری میں جا لو۔چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ ؓ تیس صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔مدینہ سے اُن کی منزل سات راتوں کے سفر پر مشتمل تھی۔حضرت محمد بن مسلمہؓ رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے۔یہ احتیاط اُن کے کام آئی اور انھوں نے چانک ہی دشمن کو جالیا اور اُن پر حملہ آور ہو گئے ۔دشمن کے کئی آدمی قتل کر دیئے گئے اکثر و بیشتر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور پہاڑوں میں رو پوش ہو گئے۔معرکے سے فراغت کے بعد مسلمانوں نے مال غنیمت سمیٹا جو ایک سو پچاس اونٹوں اور تین ہزار بکریوں پر مشتمل تھا۔اس کے بعد وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔انیس روز بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔اپنے مقاصد حاصل کرنے کے بعد جب حضرت محمد بن مسلمہ ؓ واپس روانہ ہوئے تو راستے میں ایک شخص اُن کے ہاتھ لگا جسے انھوں نے گرفتار کر لیا۔جب وہ مدینہ پہنچے تو انھوں نے اپنے قیدی کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا اور نبی اکرم ﷺ کو خبر کر دی گئی۔نبی اکرم ﷺ مسجد تشریف لائے اور حضرت محمد بن مسلمہؓ سے اس فوجی مہم کے حالات دریافت کیے اور اُن کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا۔

13 محرم 6 ہجری ، بمطابق 3 جون 627ء

حضرت ثمامہ بن اثالؓ

حضرت محمد بن مسلمہؓ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بدوی عرب قبیلہ بنوبکر کی طرف نکلے اور مسلمان سوراوں کے ساتھ اُن کے سر پہ جا پہنچے۔ تاہم دور صحراؤں میں بکریاں چرانے والے چرواہوں نے بنوبکر کو آگاہ کر دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوار اُن کی طرف آ رہے ہیں چنانچہ بنوبکر اپنے اموال چھوڑ کر تیزی سے صحرا کی وسعتوں میں گم ہوگئے۔ قبیلے کے جو لوگ ابھی تک وہاں موجود تھے اُن سے ایک مختصر معرکہ بپا ہوا اور وہ کئی مقتولین کی لاشوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اُن کے اموال سمیٹے اور انھیں لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ راستے میں انھیں ایک شخص ملا جس کو انھوں نے اسلام کی دعوت دی جسے اُس شخص نے رد کر دیا۔ جس کے بعد اس شخص کو گرفتار کر لیا گیا اور مدینہ لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ اور صحابہ اس بات سے قطعی ناواقف تھے کہ وہ عربوں کا ایک اہم شخص ہے اور اُس کا نام ثمامہ بن اثال ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اُس قیدی کو دیکھا اور صحابہ کو حکم دیا اس شخص کو کھول دو۔

صحابہ نے اِس شخص کو کھول دو۔

دراصل نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ یہ عربوں کا اہم شخص ہے اور اہل یمامہ کا سردار ہے چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے ثمامہ سے کہا؛

ثمامہ بتاؤ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

ثمامہ نے کہا؛

اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اُس شخص کو قتل کریں گے جو قتل کا سزاوار ہے اور اگر مجھے چھوڑ دیں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو احسان کو یاد رکھنے والا ہے۔

اگر آپ میرے فدیے میں مال قبول کرنا پسند فرمائیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کو تیار ہوں جتنا آپ ﷺ طلب کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس پر اسلام پیش کیا مگر اُس نے انکار کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے مگر صحابہ کو حکم دیا کہ اس شخص کی عزت و تکریم کی جائے یہ عربوں کا اہم شخص ہے۔

چنانچہ صحابہ نے اپنے اس جنگی اسیر کا ہر طرح سے خیال رکھا۔

نبی اکرم ﷺ نے ثمامہ کو خاص اپنے گھر سے اونٹنی کا دودھ اور گوشت بھیجا۔

اگلے روز نبی اکرم ﷺ اُس کے پاس سے گزرے تو اُس سے وہی گفتگو ہوئی جو گذشتہ روز ہوئی تھی۔

پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔

تیسرے روز بھی جب نبی اکرم ﷺ اُس کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ اور ثمامہ بن اثال کے مابین وہی گفتگو ہوئی جو دو روز سے جاری تھی۔

ثمامہ نے آج بھی انکار کیا تب نبی اکرم ﷺ نے ثمامہ سے فرمایا؛

جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

ثمامہ نے آنحضرت محمد ﷺ کو قدرے حیرت سے دیکھا پھر اُٹھ کر چلا گیا۔

مگر اب اُس کی منزل بدل چکی تھی، اُس کا دل بدل چکا، اُس کی ترجیحات بدل چکی تھیں، اُس کے دل کی دنیا روشن ہو چکی تھی، وہ کئی روز سے مسلمانوں کے طرزِ عمل کا مطالعہ کر رہا تھا اور اُس نے جان لیا تھا یہی دین حق ہے جس کے پیرو نبی اکرم ﷺ اور اُن کے اصحاب ہیں۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی سے نکلا اور ایک نخلستان کا رخ کیا جس میں ایک کنواں تھا وہاں اُس نے غسل کیا اور پاک صاف ہو کے نبی اکرم ﷺ کے روبرو آ بیٹھا۔

اُس نے کہا؛

اے اللہ کے رسول! کل تک میرے نزدیک سب سے زیادہ برا چہرہ آپ کا تھا اور سب سے زیادہ برا دین اسلام تھا مگر آج سے میرے نزدیک سب سے حسین چہرہ آپ کا ہے اور سب سے محبوب دین اسلام ہے اس لیے بخدا مجھے اپنے دین میں شامل کر لیجئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُسے کلمہ پڑھایا، اور اُس کی دنیا اور آخرت سنور گئی۔

حضرت ثمامہ بن اثالؓ نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب آپ کے لوگوں نے مجھے گرفتار کیا تو میں عمرے کے لیے جا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُسے عمرے کی قبولیت کی بشارت دی۔

اس کے بعد حضرت ثمامہ بن اثالؓ مکہ کو روانہ ہو گئے۔

جب وہ بیت اللہ پہنچے تو انھیں اہل قریش نے گھیر لیا اور اُن سے کہا؛

ہم نے سنا ہے تم بے دین ہو گئے ہو؟

حضرت ثمامہ بن اثال مسکرائے اور فرمایا؛

نہیں اب تو میں دین پر آیا ہوں۔

قریش کو اُن کی یہ بات بری لگی اور عمرے کے دوران انھوں نے حضرت ثمامہ بن اثالؓ کو خوب

تنگ کیا۔

جب ثمامہؓ مکہ سے روانہ ہوئے تو انھوں نے کہا؛

بخدا! اسلام قبول کرنے کی پاداش میں تم نے مجھے جس قدر اذیت دی ہے اب تم غلے کے ایک ایک دانے کو ترسو گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اس بات کا حکم نہ دیں۔

چنانچہ وہ اپنے وطن یمامہ پہنچا اور اُس نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ اہل مکہ کو غلہ کی ترسیل بند کر دی جائے۔

کچھ ہی روز گزرے ہوں گے کہ اہل مکہ کو احساس ہو گیا کہ ثمامہ بن اثالؓ نے اُن کو خالی خولی دھمکی نہ دی تھی بلکہ اُس نے حقیقت میں اُن کا غلہ بند کر دیا ہے۔

چنانچہ اس مسئلے کے حل کے لیے اہل قریش کا ایک وفد مدینے پہنچا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے درخواست پیش کی۔

یارسول اللہ ﷺ

اپنے خاندان پر رحم فرمائیں اور ثمامہ بن اثال کو حکم دیں کہ وہ ہمارا غلہ نہ روکے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثمامہ بن اثالؓ کو لکھا کہ اہل مکہ کا غلہ جاری کر دو اور اہل یمامہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قریش کو غلہ فراہم کر دیا۔ چنانچہ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطہ عرب کی سیاسی حیثیت تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی اور لوگ اس بات کو باور کرنے لگے تھے کہ قریش شاید اب کبھی بھی مسلمانوں پر غلبہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ بہت سے عرب قبائل جو اس انتظار میں تھے کہ قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین برپا معرکے کے کسی منطقی نتیجے کا انتظار کیا جائے وہ اب اس بات کو سوچنے لگے تھے کہ انھیں اسلام قبول کر لینا چاہیے چنانچہ پانچ ہجری میں بنومزینہ کا اسلام اور چھ ہجری میں اہل یمامہ کا اسلام قبول کر لینا اسی تبدلی کا ثمر قرار دیا جا سکتا ہے۔

چھ ہجری کے آخر میں جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر دس سالہ

جنگ بندی کا معاہدہ کرلیا تو خطہ عرب کے باسی اس بات کو جان گئے کہ اسلام اب ایک بڑی قوت ہے اورانھوں نے اب سوچنا ہے کہ انھیں اسلام کی بڑھتی اور پھلتی پھولتی طاقت کا ساتھ دینا ہے یا پھر قریش کا دامن ہی تھامے رکھنا ہے۔ چھ اور سات ہجری میں جن بدوی قبائل نے اسلام قبول کیا اُس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خطہ عرب کے باسیوں نے آنے والے دنوں میں اسلام کی تبدیلی کو محسوس کرلیا تھا اور لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے اس کی تکمیل ہوگئی۔

یکم ربیع الاول، 6 ہجری ، بمطابق 21 جولائی 627ء

غزوہ بنولحیان

یہ اُن دِنوں کی بات ہے جب نبی اکرم ﷺ غزوہ احد سے فارغ ہوئے تھے کہ بنوہذیل کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے علاقے میں اسلام کو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے اگر آپ ﷺ ہمارے ساتھ کچھ مبلغین بھیج دیں جو ہمارے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیں تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت سے نواز دے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے ساتھ حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ، حضرت خالد بن بکیرؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ حضرت خبیب بن عدیؓ، حضرت زید بن الدثنہؓ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ بنوہذیل کے اِن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ تھا، اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اِن صحابہ کو اہل قریش کے ہاتھ فروخت کر دیں گے اور اُن سے مال حاصل کریں گے۔ مگر صحابہ رسول کو جب اُن کی نیت کا علم ہوا تو وہ اِن کے مقابلے پر اتر آئے۔ چشمہ رجیع پر اُن کے مابین مقابلہ ہوا مگر چونکہ وہ تعداد میں نہایت قلیل تھے اس لیے جلد ہی حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت خالد بن

بکیرؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ شہید ہو گئے۔انھوں نے حضرت زید بن دشنہؓ اور حضرت خبیب بن عدیؓ کو گرفتار کر لیا اور اہل مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔اہل مکہ میں سے حضرت زید بن دشنہؓ کو صفوان بن امیہ نے اور حضرت خبیب بن عدیؓ کو ابن عامر خرید لیا اور مقتولین بدر و احد کے بدلے میں قتل کر دیا۔نبی اکرمﷺ کو اپنے اِن اصحاب کے قتل سے بہت دکھ پہنچا تھا مگر انتہائی ناگزیر مصروفیات کی بنا پر نبی اکرمﷺ اس طرف توجہ نہ کر سکے تھے۔چھ ہجری میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد نبی اکرمﷺ تقریباً چھ ماہ تک مدینہ ہی میں مقیم رہے تب ایک دن آپﷺ صحابہ سے فرمایا جنگ کی تیاری کرو کل ہم کوچ کریں گے۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دو سو صحابہ کے ساتھ کوچ کیا۔

آپﷺ کے ساتھ بیس گھڑ سوار تھے۔

صحابہ اُس منزل سے قطعی لاعلم تھے جس کی طرف وہ سفر کر رہے تھے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ:

نبی اکرمﷺ نے ارادتاً صحابہ کو اپنی منزل سے لاعلم رکھا تھا اس لیے کہ آپﷺ بے خبری میں دشمن کو جالینا چاہتے تھے۔

چنانچہ آپﷺ مدینہ سے نکلے تو اپنا رخ شام کی طرف کیا۔آپﷺ پہلے محیص پھر بتراء پہنچے۔یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے اور بین سے گزر کر صخیرات الیمام پہنچے۔اب آپﷺ کے سامنے مکہ کو جانے والی شاہراہ بالکل سیدھی تھی آپﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تیزی سے نکلو اپنی سواریوں کی رفتار تیز کر دو یہاں تک کہ آپﷺ غزان پہنچ گئے جہاں بنولحیان کی بستیاں تھیں۔

چشمہ رجیع پر پہنچ کے نبی اکرمﷺ نے شہدائے رجیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور صحابہ کو بنو ہذیل پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

بنولحیان کے چرواہوں نے اُن کو مسلمانوں کے لشکر کی آمد سے خبردار کر دیا تھا اور وہ بھاگ کر پہاڑوں کی غاروں میں چھپ گئے اسلیے اُن میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے مختلف دستوں کو مختلف سمتوں کی طرف روانہ کیا تا کہ بنولحیان کے آدمیوں کو تلاش کیا جاسکے۔ مگر انھیں کوئی شخص دکھائی نہ دیا اور وہ واپس آ گئے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دشمن کے علاقے میں پڑاؤ کو نامناسب خیال کیا اور قبیلہ بنوعسفان کے علاقے میں اترے اور یہاں دو دن قیام کیا۔ اس دوران مجاہدین کے کئی اور دستے آپ ﷺ کے ساتھ آملے تھے۔

چنانچہ گھڑسواروں کا ایک دستہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں کراع غمیم تک گیا جس کا مقصد اہل مکہ کے قریش کو مرعوب کرنا تھا قریش نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سواروں کو دیکھا مگر اُن سے تعرض نہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ واپس تشریف لے گئے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ واپسی کا حکم دیا۔

حضرت جابرؓ نے روایت کی کہ جب واپسی کا سفر شروع ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دُعا پڑھی۔

اس دُعا کو ہم نے سیرت حلبیہ سے تحریر کیا۔

”آیِبُوْنَ تَـآئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ عَابِدُوْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ وَعْثَـآءِ السَّفَرِوَ کَآبَۃِ الْمُنْقَلِبِ وَ سُوْءُ الْمَنْظَرِ فِیْ الْمَالِ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا بِلَاغًا صَالِحًا یَبْلُغُ اِلٰی خَیْرٍ مَغْفِرَتِكَ وَ رِضْوَانًا۔

ترجمہ؛

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے گناہوں سے توبہ کرنے والے اور انشاء اللہ اپنے رب کی تعریف کرنے والے۔ اپنے رب کی عبادت کرنے والے۔ اے اللہ سفر

کی دشواریوں سے اور دشواریوں کے ساتھ واپسی سے تری پناہ مانگتا ہوں اور اپنے گھر بار اور مال میں کسی تکلیف وانقلاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ ہمیں ایک ایسے بہتر مقام تک پہنچا دے جہاں ہم تیری مغفرت اور خوشنودی کو حاصل کر سکیں [*51]۔

اگر چہ نبی اکرم ﷺ کی اس مہم سے مطلوبہ مقصد تو پورے نہ ہوئے تاہم اس مہم سے دیگر کئی مقاصد حاصل ہوئے۔ جن میں ایک تو یہ ہے کہ جب اسلامی فوجوں کا یہ لشکر مختلف بدوی عرب قبائل کے نزدیک سے گزرا تو انھوں نے جانا کہ مسلمان نہ صرف چوکنے ہیں بلکہ متحرک بھی ہیں۔ یاد رہے کہ نجد کے یہ بدوی قبائل دیگر لوگوں کے مقابلے میں اپنے کفر پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے اور ان میں مدینہ پر یلغار کرنے کی خواہش جنم لیتی رہتی تھی۔ اگر چہ اِس میں انھیں کبھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ لوگوں سے میل ملاپ کی وجہ سے تبلیغ اسلام کا فریضہ خود بخود ادا ہوتا رہتا تھا اور لوگ دین حق کی طرف متوجہ ہوتے رہتے تھے۔ تیسرا یہ کہ اہل مکہ کو باور کرا دیا گیا تھا کہ مسلمان اپنی نوزائیدہ ریاست کی حفاظت پر قدرت رکھتے ہیں اور وہ کسی بھی صورت دشمن سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔ غزوہ بنولحیان سے واپسی پر حضرت کعب بن مالکؓ نے یہ اشعار کہے۔

لَوْ اَنَّ بَنِیْ لَحْیَانَ کَانُوْا تَنَاظَرُوْا
لَقُوْا عُصَبًا فِیْ دَارِهِمْ ذَاتَ مَصْدَقِ

اگر بنولحیان ایک دوسرے کا انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی صداقت پسند جماعتوں سے دوچار ہو جاتے۔

لَقُوْا سَرَعَانًا يَمْلأُ السَّرْبَ رُوْعُهُ
اَمَامَ طَحُوْنٍ كَالْجَرَّةِ فَيْلَقِ

وہ ایسے ہراول دستے سے دوچار ہوتے جس کا خوف دل کو بھر دیتا اور اس کے پیچھے کہکشاں کی طرح چمکتے ہتھیاروں والا لشکر تمھیں پیس کر رکھ دیتا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوْا وِبَارًا تَتَبَّعَتْ
شِعَابَ حِجَازٍ غَيْرِ ذِىْ مُتَنَفَّقِ

لیکن وہ نیولوں کی طرح کمزور اور بزدل تھے اس لیے حجاز کی اُن گھاٹیوں میں جا چھپے جن سے باہر نکلنے کا کوئی دروازہ نہ تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

یہ شعر حضرت حسان بن ثابتؓ کے ہیں۔

وَاِنَّا اُنَاسٌ لَا نَرَى الْقَتَلَ سُبَّةً
وَلَا نَنْثَنِىْ عِنْدَالرِّمَاحِ الْمَدَاعِسِ

ہم تو ایسے لوگ ہیں جو قتل کو گالی خیال نہیں کرتے اور نہ ہی چلتے نیزوں میں منہ پھیر کے بھاگتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

نَرُدُّ كُمَاةَ الْمُعْلَمِيْنَ إِذَا انْتَخُوْا
بِضَرْبٍ يُسَلِّى نَخْوَةَ الْمُتَقَاعِسِ

ہم جانے پہچانے بہادروں کا منہ پھیر دیتے ہیں اور جب وہ تکبر کرتے ہیں تو ہم ایسی ضرب لگاتے ہیں جو تسلی کا باعث ہوتی ہے سینہ پھیلانے والے کی نخوت کے لیے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

وَإِنَّا لَنَقْرِىْ مِنْ قَمَعِ الذُّرَى
وَنَضْرِبُ رَأْسَ الْأَبْلَغِ الْمُتَشَاوِسِ

ہم مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اونٹ کے کوہان کے بلند حصہ سے اور ہم کو بصورت اور بہادروں کا سر بھی قلم کر دیتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

بِكُلِّ فَتًى حَامِىْ الْحَقِيْقَةِ مَاجِدٍ
كَرِيْمٍ كَسِرْحَانِ الْغَضَاةِ مُخَالِسِ

ایسے نوجوانوں کے ساتھ جو حق کے حامی شریف النسب، سخی، پھرتی سے اچک لینے والے ہیں جیسے گھنے درختوں میں رہنے والا بھیڑیا ہوا کرتا ہے۔[52*]

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ربیع الآخر 6 ہجری ، بمطابق اگست 627ء

غزوہ ذی قرد

غزوہ خندق کی شدت والے دِنوں کا ذکر ہے نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ تمام عرب ایک ہی کمان سے مسلمانوں پر تیر برسا رہے ہیں۔ وہ اکٹھے ہوگئے ہیں اور انھوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگی چال کے طور پر چاہا کہ وہ قریش اور بنو غطفان میں پھوٹ ڈال دیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بنو غطفان کے کچھ سرکردہ لوگوں کو خفیہ طور پر مذاکرات کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کرلیا۔ بنو غطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین ہونے والے مذاکرات حوصلہ افزا تھے۔ عینیہ بن حصن مدینہ کے نخلستانوں سے پیدا ہونے والی کھجوروں کے ایک تہائی حصے پر قریش سے الگ ہونے پر راضی ہوگیا تھا۔ اس دوران ایک معاہدہ بھی تحریر کیا گیا جسے حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ تاہم اس معاہدے کی توثیق سے قبل نبی اکرم ﷺ نے بنو اوس اور بنو خزرج کے سرداروں کو طلب کیا اور اُن سے مشاورت کی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے نبی اکرم

ﷺ کی ساری بات کونہایت تحمل سے سنا اس کے بعد سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں! یہ تو محض ایک جنگی چال ہے۔ دراصل میں دشمن کی طاقت کو توڑ دینا چاہتا ہوں اس لیے کہ اُن سب نے تمھارے خلاف اتحاد کرلیا ہے۔

تب حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کی مرضی اسی میں ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور اگر آپ یہ سب اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم دشمن کی طاقت سے خائف ہوجائیں گے تو ہمیں یہ معاہدہ قبول نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ کل تک جب ہم جاہلیت میں مبتلا تھے اور ابھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے بھی نہیں نوازا تھا تب بھی یہ لوگ ہم سے کھجور کا ایک دانا بھی چھین کے نہ لے جاسکتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اسے خریدلیں یا وہ ہمارے مہمان ہوں اور ہم انھیں اپنے ہاتھ سے پھل پیش کریں۔

یارسول اللہ ﷺ! اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نواز دیا ہے اور اللہ کے رسول خود ہمارے درمیان موجود ہیں تو خدا کی قسم ہم انھیں بطور تاوان کھجور کا ایک دانہ بھی نہ دیں گے بلکہ ہم اپنی تلواروں پر ہی بھروسہ کریں گے نبی اکرم ﷺ کو اپنے جانثاروں کی غیرت ایمانی کی یہ ادا پسند آئی اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

اب تم وہی کرو جو تم بہتر سمجھتے ہو۔

چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نبی اکرم ﷺ کے خیمے میں گئے اور عینیہ بن حصن فزاری سے کہا؛

تم یہاں سے چلے جاؤ بخدا! ہم تمھیں تاوان میں کھجور کا ایک دانا بھی نہیں دیں گے بلکہ تمھارے لیے ہمارے پاس صرف تلوار ہے جو تمھارے خون کی پیاسی ہے۔

عینیہ بن حصن فزاری کو نبی اکرم ﷺ کے جانثاروں کا یہ لہجہ بہت برا لگا کہ وہ ایک اکھڑ بدوی عرب سردار تھا اور اُس نے مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں مزید کینے کو جگہ دی۔ اُس نے کہا وہ ذلت کی اِن گھڑیوں کو کبھی نہ بھولے گا اس کے بعدہ اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا گیا۔

جنگ خندق ختم ہوگئی اللہ تعالیٰ نے ناکامی کو اُن کا مقدر بنا دیا اور وہ خائب وخاسر مسلمانوں کا محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔

مگر عینیہ بن حصن فزاری کے دل میں مسلمانوں کے خلاف جو بغض تھا اور مسلمانوں نے اُس روز اُس کی جو توہین کی تھی اُس کا بدلہ لینے کے لیے اُس کے پاس نہ تو اس قدر حوصلہ تھا کہ وہ کھلے میدان میں مسلمانوں کو للکارتا اور نہ ہی اُس کے پاس اس قدر قوت تھی کہ وہ ریاست مدینہ کے خلاف اعلان جنگ کر سکے تاہم اُس کے دل کا بغض اُسے چین نہ لینے دیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک بزدلانہ کاروائی کی اور نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا یہی اس سارے واقعہ کا پس منظر ہے اب ہم پیش منظر پر کچھ نظر ڈالیں گے۔

مدینہ سے ایک دن کے فاصلے پر ایک سرسبز چراگاہ تھی جس کا نام غابہ تھا، جہاں نبی اکرم ﷺ کی ملکیتی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ بنو غفار کا ایک آدمی [53*] اپنی بیوی کے ساتھ اِن اونٹنیوں کی حفاظت کے لیے مقیم تھا وہ ہر روز اِن اونٹنیوں کا دودھ دھوتا اور اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو جاتا دودھ پہنچا کر وہ واپس چراگاہ کی طرف لوٹ جاتا۔

پھر ایک رات عینیہ بن حصن فزاری کے چالیس سواروں نے غابہ نامی اس چراگاہ پر حملہ کر دیا انھوں نے بنو غفار کے اس شخص کو قتل کر دیا جو اونٹنیوں کی حفاظت پر معمور تھا اور اُس کی بیوی کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی تمام اونٹنیوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔[54*]

اگلی صبح سب سے پہلے اس واقعے کی خبر حضرت سلمہ بن اکوع کو پہنچی وہ اپنے غلام کے ساتھ ثنیۃ الوداع[55*] تک پہنچے تو انھوں بہت سے گھڑ سواروں کو ادھر اُدھر بھاگتے دیکھا اور جلد ہی وہ جان گئے کہ یہ دشمن کے گھڑ سوار ہیں اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ پر غارت ڈالی

ہے۔

عرب رواج کے مطابق حضرت سلمہؓ بن اکوع نے پکارا لگائی۔

واصباحاہ ، واصباحاہ ، واصباحاہ

ہائے اس صبح پر افسوس، ہائے اس صبح پر افسوس، ہائے اس صبح پر افسوس،

حضرت سلمہؓ بن اکوع کی یہ پکار اہل مدینہ تک پہنچی اور وہ چوکنے ہو گئے تب کسی صحابی نے نعرہ لگایا!

الفزع، الفزع ، الفزع

جنگ ،جنگ ،جنگ

چنانچہ مدینہ کے لوگ ہتھیار سجا سجا کر نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ادھر جب حضرت سلمہؓ بن اکوع پر صورت حال واضح ہو گئی تو انھوں نے کسی مدد کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلے ہی دشمن کا تعاقب شروع کر دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع مسلمانوں میں سب سے تیز دوڑنے والے شمار کئے جاتے تھے، وہ بغیر سواری کے سوار کی رفتار سے دوڑ لیتے تھے اور تیز اندازی میں اس قدر پختہ تھے کہ شاذ ہی اُن کا نشانہ خطا جاتا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں ہی ان کے کئی تیر دشمنوں کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے اور دشمن خون گراتے اُن سے آگے بھاگتے رہے۔

اللہ کی زمین پر یہ معرکہ لڑا جا رہا تھا، جس میں ایک طرف صرف ایک تیر انداز تھا تو دوسری طرف سواروں کا پورا ایک دستہ تھا، وہ زمین پتھریلی تھی وہاں اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور درخت تھے اور یہ ساری چیزیں حضرت سلمہؓ بن اکوع کی مدد کر رہی تھیں۔ کیونکہ جب دشمن کے سوار مڑ کر اِن پر حملہ آور ہوتے تو وہ بھاگ جاتے کسی درخت کی اوٹ میں چھپ جاتے کسی پہاڑی کی اوٹ میں ہو جاتے اور جونہی دشمن کا کوئی شخص اُن کے نشانے پر آتا وہ تیر چلا دیتے اس طرح دشمن جب بھی اُن کے پیچھے آیا تو اُن کی طرف سے تیر لے کے ہی گیا۔

تیر چلاتے وقت حضرت سلمہؓ بن اکوع اُن کو پکارتے اور فرماتے۔

یہ لے میرا تیر میں اکوع کا بیٹا سلمہؓ ہوں کہ آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

بہت دیر ہو چکی تھی اور حضرت سلمہؓ بن اکوع اِن لوگوں کو الجھائے ہوئے تھے اب تک وہ دشمن کے درجن بھر لوگوں کو اپنے تیر کا مزہ چکھا چکے تھے۔ اگرچہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ سے لوٹی ہوئی اکثر اونٹنیوں کو چھوڑ دیا تھا مگر حضرت سلمہؓ بن اکوع اُن کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔

جب دشمن کسی پہاڑی درے میں داخل ہوتا تو حضرت سلمہؓ بن اکوع بھاگ کر چوٹی پر چڑھ جاتے اور وہاں سے اُن پر بے تحاشا پتھراؤ کرتے۔ جب دشمن اُن کی طرف رخ کرتا تو وہ اپنے تیروں سے اِن کو چھلنی کر دیتے، دشمن زچ ہو کے رہ گیا تھا وہ اس بات کو جانتے تھے کہ اُن کا دشمن تنہا ہے مگر وہ اُن کے قابو نہ آتا تھا بلکہ کسی چھلاوے کی طرح بھاگ کر غائب ہو جاتا تھا۔

دشمن کی طرف سے زخمی ہونے والوں نے اپنی چادریں اور نیزے پھینک دیئے تھے تاکہ وہ اپنا وزن کم کر سکیں اور اس اکیلے آدمی سے نجات پا سکیں جب اُن کو احساس ہوتا کہ شاید وہ شخص اِن سے دور پیچھے رہ گیا ہے تو وہ اطمینان کا سانس لینے کے لیے کہیں رکتے تو ایک سنسناتا ہوا تیر آتا اور اُن کو حضرت سلمہؓ بن اکوع کے وجود سے شناشائی فراہم کرتا۔

وہ بھڑک اٹھتے اور پھر بھاگ نکلتے۔

اسی اثنا میں عینیہ بن حصن فزاری کا چھوٹا بھائی بدر بن فزاری آیا[56*] اور اپنے لوگوں سے پوچھا کیا ہوا ہے تم لوگ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔

تو انھوں نے اس کو بتایا کہ ایک مسلمان تیر انداز اِن کے تعاقب میں ہے جس نے اُن کے بہت سے آدمیوں کو زخمی کر دیا ہے مگر وہ خود کسی کے قابو میں نہیں آتا اسی دوران انھوں نے حضرت سلمہؓ بن اکوع کو سامنے والی چوٹی پر دیکھا۔

بدر بن فزاری نے اپنے لوگوں سے تم میں سے چار لوگ جاؤ اور اسے گھیر لو۔

وہ لوگ چوٹی کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کے اس قدر نزدیک پہنچے کہ وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں تو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اِن سے کہا؛

یونہی منہ اٹھائے چلے آرہے ہو جانتے بھی میں کون ہوں۔

پھر خود ہی جواب دیا؛

اُس خدا کی قسم! جس نے آنحضرت محمدﷺ کو ہمارے درمیان مبعوث کیا ہے جن کا چہرہ چمکتے چاند کی طرح روشن ہے۔ میں اکوع کا بیٹا سلمہؓ ہوں میں تم میں سے جسے چاہوں پکڑ سکتا ہوں مگر تم میں سے کوئی اگر اس بات کی خواہش کرے تو میں اُس کے ہاتھ نہ آوں گا۔

اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر وہ جانتے تھے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے جو بات کہی ہے وہ سچ ہے اس لیے اُن میں سے ایک بے اختیار بول اٹھا؛

اِس نے سچ کہا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کچھ سواروں کے قدموں کی آواز سنی اور دیکھا کہ مدینہ کی طرف سے گرد وغبار کا ایک پہاڑ امنڈا چلا آرہا ہے اور وہ جان گئے کہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو مدد پہنچ گئی ہے مسلمان آ گئے ہیں چنانچہ وہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو بھول کر اپنے لوگوں کی طرف بھاگے۔

▪ ▪ ▪ ▪

مدینہ میں جب خطرے کا نعرہ بلند ہوا تو نبی اکرمﷺ کے جانثار آپﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔ سب سے پہلے آپﷺ کے پاس حضرت مقداد بن اسودؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**عزجہ**" پر سوار تھے۔

اس کے بعد حضرت عباد بن بشرؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**لماع**" پر سوار تھے۔

پھر حضرت سعید بن زیدؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے " **لاحق** "پر سوار تھے۔

اُن کے بعد حضرت عکاشہ بن محصنؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**ذلمہ**"پر سوار تھے۔

اُن کے بعد حضرت ابو قتادہؓ پہنچے جن کے گھوڑے کا نام " **حزوہ** " تھا۔

پھر حضرت اسید بن حضیرؓ پہنچے جو اپنے گھوڑے "**مسنون** "پر سوار تھے۔

اِن کے بعد حضرت ابو عیاشؓ آئے جن کے پاس " **جلوہ** " نامی گھوڑا تھا[57*]۔حضرت محرز بن نضلہؓ جو اخیرم کے نام سے جانے جاتے تھے نے جب مدینہ میں شور سنا تو وہ اپنے ہتھیار لگا کر گھر سے نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ قریبی باغ میں ایک گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سن کے بے قرار ہو رہا تھا اور اُس کھجور کے گرد چکر کاٹ رہا تھا جس کے ساتھ اُس کو باندھا گیا تھا اور کچھ عورتیں تھیں جو اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جب ان عورتوں نے حضرت اخیرم کو دیکھا تو کہا اگر تم اس گھوڑے پر سوار ہو کے جہاد کے لیے نکلنا چاہتے ہو تو اسے لے جاؤ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ حضرت اخیرم آگے بڑھے اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے جو انھیں لے کر ہوا ہو گیا اس گھوڑے کا نام امام سہیلی نے " **جناح** " لکھا ہے۔

وہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے اِن آٹھ سواروں پر حضرت سعید بن زیدؓ کو امیر مقرر کیا اور اُن سے کہا تم لوگ دشمن کے تعاقب میں نکلو میں تھوڑی دیر بعد دوسرے لوگوں کے ساتھ تم سے آملوں گا۔

چنانچہ مسلمان شہسوار تیزی سے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

راستے میں اُن کا سامنا دشمن سے ہوا تو حضرت ابو قتادہؓ نے عینیہ بن حصن کے بیٹے حبیب کو قتل کر دیا اور اُس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی۔

جب نبی اکرم ﷺ اپنے دیگر صحابہ کے ساتھ مدینے سے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔اس کے بعد آپ ﷺ اُس مقام پر پہنچے جہاں عینیہ

کے بیٹے حبیب کی لاش پڑی تھی جس کے اوپر حضرت ابوقتادہؓ کی چادر رتھی۔

صحابہ نے حضرت ابوقتادہؓ کی چادر دیکھی تو گھبرا گئے اور اُن میں سے بعض نے اناللہ پڑھا کہ حضرت ابوقتادہؓ شہید ہو گئے ہیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا؛

ٹھیرو! یہ ابوقتادہؓ کی لاش نہیں ہے بلکہ اُس مشرک کی لاش ہے جسے حضرت ابوقتادہؓ نے قتل کیا ہے۔

صحابہ میں سے حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور لاش کے چہرے سے چادر اٹھائی پھر زور سے تکبیر کہی اور صحابہ کو بتایا کہ اللہ کے رسول سچے ہیں یہ تو عینیہ بن حصن فزاری کے بیٹے حبیب کی لاش ہے جسے یقیناً حضرت ابوقتادہؓ نے قتل کیا ہے۔

مسلمان شہسواروں کے دستے میں سے سب سے پہلے حضرت اخیرمؓ دشمن تک پہنچے تو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اُن کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا؛

تھوڑی دیر انتظار کرلو دیگر صحابہ کو پہنچنے دو پھر ہم دشمن سے نمٹ لیں گے۔

مگر حضرت اخیرمؓ نے اُن سے کہا؛

اے ابن اکوع، اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو، جنت اور دوزخ کو حق جانتے ہو تو بخدا میرا راستہ نہ روکو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے اُن کے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور وہ دشمن پر حملہ آور ہو گئے اُن کا مقابلہ عینیہ کے بیٹے عبدالرحمان سے ہوا جس نے اپنے نیزے سے حضرت اخیرمؓ کو شہید کر دیا اور ابھی وہ اپنے نیزے سے حضرت اخیرمؓ کا خون بھی صاف نہ کر پایا تھا کہ مسلمان سوار اُس کے سر پر پہنچ گئے اور حضرت ابوقتادہؓ نے اُس دشمن خدا کو اپنے نیزے میں پرو لیا اور ایک لمحے میں ہی حضرت اخیرمؓ کی شہادت کا بدلہ لے لیا۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ نے حضرت محرز بن نضلہؓ یعنی اخیرم کی شہادت کے معاملے میں بیتابی

کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک رات قبل ہی انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے اُن کے لیے کھل گئے ہیں اور وہ ان میں داخل ہو گئے ہیں۔

تب وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے جو مہاجرین میں سب سے بہتر خواب کی تعبیر بیان کرتے تھے۔ انھوں نے اخیرم کا خواب سنا اور اسی لمحے اُن کو شہادت کی خوشخبری سنائی اور مبارک باد دی اس کے اگلے ہی روز حضرت اخیرم شہید ہو گئے۔

حضرت اخیرم کی شہادت کے بعد مسلمان شہ سواروں نے دشمن پر ہلہ بول دیا حضرت عکاشہ بن محصنؓ پوری رفتار سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور انھوں نے اوبار اور اس کے بیٹے دونوں کو اپنے نیزے میں پرو دیا۔ کئی دیگر دشمن قتل ہوئے باقی بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے اُن سے رسول اللہ ﷺ کی تمام اونٹنیاں چھین لی تھیں۔

نبی اکرم ﷺ بھی دیگر صحابہ کے ساتھ منزل کی طرف رواں تھے تب انھوں نے حضرت ابوقتادہؓ کو دیکھا جو اُن کی اونٹنیوں کو آگے لگائے باقی شہسواروں کے ساتھ واپس آ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُسی مقام پر پڑاؤ کا حکم دیا جس کا نام ذی قرد تھا۔ اس لیے اس معرکے کو غزوہ ذی قرد کہا گیا۔ اگرچہ بعض مورخین نے رسول اللہ ﷺ کی چراگاہ کی نسبت سے اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی لکھا ہے۔

جنگ کے دوران حضرت قتادہؓ کے ماتھے پر ایک تیر لگا تھا جسے انھوں نے مصروفیت کی وجہ سے نہ کھینچا۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے نبی اکرم ﷺ نے نہایت نرمی سے اُس تیر کو حضرت ابوقتادہؓ کے ماتھے سے کھینچ لیا اور اُن کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ انھوں نے اس مہم میں حضرت قتادہؓ کو مسلمانوں کے بہترین سوار کے خطاب سے نوازا۔ جبکہ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو سب سے بہترین تیز انداز قرار دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا مجاہدین کے لیے اونٹ ذبح کیا جائے چنانچہ انھوں نے اپنا اونٹ ذبح کیا جس سے مسلمان مجاہدین کی تواضع کی گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے یہاں ایک رات اور ایک دن قیام فرمایا۔

رات کو حضرت سلمہؓ بن اکوع نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے سوسوار عطا فرمادیں تاکہ میں دشمن کا پیچھا کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ایک تو دشمن محفوظ ہو چکا ہے یعنی اپنے علاقے میں پہنچ چکا ہے دوسرا یہ کہ جب دشمن پر قابو پالیا کرو تو اس کے بعد اُن سے نرمی کا رویہ اختیار کیا کرو۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

کئی دن بعد لوگوں نے دیکھا کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہے اور مدینہ میں داخل ہوئی ہے۔

بیان کیا گیا کہ وہ عورت وہی تھی جسے بنو غطفان کے لوگ نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ سے اٹھا لے گئے تھے۔

اس کے بعد کی روایت خود اُس عورت کی زبان سے بیان کی جاتی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی لے کر بنو غطفان کی قید سے بھاگ نکلی تھی۔

اُس نے کہا؛

وہ لوگ مجھے اٹھا لے گئے اور وہاں قید کر دیا اور کافی دن قید رکھا۔

ایک رات کو میں نے اُس رسی کو کھول لیا جس سے میرے ہاتھ بندھے تھے اس کے بعد میں اونٹوں کی طرف گئی۔ مگر جس اونٹ کی طرف بھی گئی اُس نے شور کرنا شروع کر دیا مگر یہ اونٹنی جس پر میں سوار ہو کے آئی ہوں اس نے بالکل شور نہ مچایا میں اس پر سوار ہوئی اور تنہا اپنے وطن کو روانہ ہوگئی۔

میں نے منت مانی کہ اگر میں صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئی تو اس اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گی۔

اُس عورت کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

اُس عورت نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی نذر کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

تم نے اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ دیا ہے جس نے تمھیں دشمن سے نجات دی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا؛

نذر اُس چیز پر ہوتی ہے جو تمھاری ملکیت ہو اور یہ اونٹنی تو میری ہے اسے میرے صحابہ کے حوالے کر دو اور اللہ کا نام لے کر اپنے گھر چلی جاؤ۔

اس غزوہ سے واپسی پر مسلمان شعرا نے جو قصائد کہے اُن میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

لَوْ لَا الَّذِیْ لَا قَتْ وَمَسَّ نُسُوْرَهَا
بِجَنُوْبِ سَا یَةَ أَمْسِ فِی التَّقْوَادِ

اگر کل سایہ کے جنوب میں وہ پتھریلی زمین حائل نہ ہوتی جس سے ہمارے گھوڑوں کو سامنا کرنا پڑتا اور جس سے کنکریاں ان کے سموں میں پیوست ہو رہی تھیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَلَسَرَّ اَوْلَادَ اللَّقِیْطَةِ اَنَنَّا
سِلْمٌ غَدَاةَ فَوَارِسِ الْمِقْدَادِ

تو بداصل لوگوں کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ ہم اس روز مقداد بن اسود کے سواروں کے ساتھ جنگ کرنے سے محفوظ رہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

كُنَّا ثَمَانِيَةً وَكَانُوا جَحْفَلًا
لِجَبًا فَشُكُّوا بِالرِّمَاحِ بَدَادِ

ہم آٹھ تھے اور وہ بہت بڑا لشکر تھے پھر بھی ہم نے انھیں نیزوں کے ساتھ ٹکڑوں میں تقسیم کردیا تھا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

كُنَّا مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ
وَ يُقَدِّمُوْنَ عِنَانَ كُلِّ جَوَادِ

ہم ایسی قوم سے تھے جو اُن کا پیچھا کر رہے تھے اور عمدہ گھوڑوں کی لگامیں تھامیں ہوئے تھے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

كَلَّا وَ رَبِّ الرَّاقِصَاتِ اِلٰى مِنًى
يَقْطَعْنَ عُرْضَ مَخَارِمِ الْاَطْوَادِ

خبردار! ہمیں قسم ہے اُن اونٹنیوں کے رب کی جو منیٰ کی طرف رقص کرتی جارہی ہیں پہاڑوں کی پگڈنڈیوں پر رواں دواں ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

حَتّٰی نُبِیْلَ الْخَیْلَ فِیْ عَرْصَاتِکُمْ
وَ نَؤُوْبَ بِا لْمَلَکَاتِ وَ الْاَوْلَادِ

یہاں تک کہ ہم نے اپنے گھوڑوں کو تمھارے مکانات کے وسط میں پیشاب کرایا اور ہم واپس پلٹ رہے تھے تمھاری عورتوں اور بچوں کے ساتھ۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

رَھْوًا بِکُلِّ مُقَلَّقٍ وَ طِمِرَّۃٍ
فِیْ کُلِّ مُعْتَرَکٍ عَطَفْنَ وَوَادِ

بڑے آرام سے تیز رفتار اونٹنیوں اور گھوڑوں کے ساتھ جو ہر معرکے میں تیزی سے پلٹتے ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَفْنٰی دَوَابِرَھَا وَلَاحَ مُتُوْنَھَا
یَوْمٌ تُقَادُ بِہٖ وَ یَوْمُ طِرَادِ

ان کے پچھلے حصے کو فنا کر دیا گیا اور اُن کی پشتیں ظاہر ہو گئیں اس دن جب ہم نے چھوٹے نیزوں سے اُن کا مقابلہ کیا تھا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَكَذٰلِكَ اِنَّ جِيَا دَنَا مَلْبُوْنَةٌ

وَالحَرْبُ مُشْعَلَةٌ بِرِيحِ غَوَادِ

اسی طرح ہمارے گھوڑے صبح کی ہوا سے مدہوش ہوتے ہیں جب کہ جنگ کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

وَ سُيُوْفُنَا بِيْضُ الْحَدَائِدِتَجْتَلِي

جُنَنَ الْحَدِيْدِ وَ هَامَةَ الْمُرْتَادِ

ہماری روشن تلواریں ظاہر کرتی ہیں لوہے کی زرہوں اور جنگ کے طلبگار کو۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَخَذَ الْاِلٰهُ عَلَيْهِمْ لِحَرا مِهٖ

وَلِعِزَّةِ الرَّحْمٰنِ بِالْاَسْدَا دِ

اللہ تعالیٰ نے اِن دشمناں دین کے سامنے اپنے دین کی عزت وحرمت کے لیے رکاوٹیں کھڑی کردی ہیں۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

كَانُوْا بِدَارِنَا عِمِيْنَ فَبُدِّلُوْا
اَيَّامَ ذِیْ قَرَدٍ وُجُوْهَ عِبَادِ

وہ دشمنانِ دین اپنے اپنے گھروں میں عیش و آرام میں تھے مگر ذی قرد کی جنگ میں انھیں غلاموں کے چہروں سے بدل دیا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَتَحْسِبُ اَوْلَادَ اللِّقْيْطَةِ أَنَّنَا
عَلَى الْخَيْلِ لَسْنَامَثْلَهُمْ فِی الْفَوَارِسِ

کیا بد اصل لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم گھوڑوں پر سوار ہوں تو شہسواری میں اُن کی مثل نہیں ہو سکتے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَاِنَّا اُنَاسٌ لَا نَرَی الْقَتَلَ سُبَّةً
وَلَا نَنْثَنِیْ عِنْدَالرِّمَاحِ الْمَدَاعِسِ

جب کہ ہم ایسے لوگ ہیں جو قتل کو گالی خیال نہیں کرتے اور نہ ہی نیزے پڑنے کے دوران پیٹھ پھیرتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَظَنَّ عُیَیْنَۃُ اِذْ زَارَھَا
بِاَنْ سَوْفَ یَھْدِمُ فِیْھَا قُصُوْرًا

جب عینیہ مدینہ طیبہ آیا تھا تو کیا اُس نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ اس کے محلات کو گرا دے گا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَأَ کْذِبْتَ مَا کُنْتَ صَدَّقْتَہٗ
وَقُلْتُمْ سَنَغْنَمُ اَمْرًا کَبِیْرًا

جس کو تو نے سچ کرنا چاہا تھا اس میں تجھے جھٹلا دیا گیا اور تم نے کہا تھا ہم عنقریب بڑی غنیمت پائیں گے۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَعِفْتَ الْمَدِیْنَۃَ اِذْ زُرْتَھَا
وَآنَسْتَ لِلْاَسْدِ فِیْھَا زَئِیْرًا

پس تو مجبور ہو کر مدینہ چھوڑنے لگا جب تو وہاں آیا اور شیروں کی گرج سے مانوس ہوا۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

فَوَلَّوْا سِرَاعًا كَشَدِّ النَّعَامِ

وَلَمْ يَكْشِفُوْا عَنْ مُلِطٍّ حَصِيْرَا

پھر وہ تیزی سے بھاگے جیسے شتر مرغ بھاگتا ہے اور انھوں نے اونٹوں کے باڑے سے رکاوٹ بھی نہ ہٹائی۔

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

اَمِيْرٌ عَلَيْنَا رَسُوْلُ الْمَلِيْكِ

اَحْبِبْ بِذَاكَ اِلَيْنَا اَمِيْرَا

ہمارے امیر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ اور ہمارے امیر ہمیں کتنے ہی محبوب ہیں۔[*58]

۞۞۞ ۞۞۞۞۞

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا سب سے بڑا مخالف اگر چہ آپ کا اپنا خاندان قریش ہی تھا مگر بدوی عرب بھی دین اسلام کی مخالفت میں بہت سرگرم تھے چنانچہ غزوہ احزاب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا۔

ربیع الآخر ۶ ہجری ... بمطابق ستمبر 627ء

سریہ عکاشہ بن محصنؓ

دشمنانانِ اسلام کا سر اگر چہ بڑی حد تک کچلا جا چکا تھا اور اسلام کی مخالفت میں پیش پیش اہل قریش اور نجدی قبائل ذہنی طور پہ اپنی شکست تسلیم کر چکے تھے۔ تاہم وہ بیشتر بدوی قبائل جو مکہ اور مدینہ کی درمیانی تجارتی شاہراہ پہ غارت گری کا پیشہ اپنائے ہوئے تھے اُن کو اسلام کے عادلانہ نظام سے دلی بغض تھا۔ اس لیے اُن میں بغاوت کے جراثیم ابھی موجود تھے۔ مگر وہ کوئی حقیقی قوت نہ تھے چھوٹے چھوٹے قبائل یا راہزنوں کے چند گروہ تھے جن کی بیخ کنی کے لیے نبی اکرم ﷺ نے سنہ چھ ہجری میں طلایہ گری کی کئی مہمات روانہ کیں۔ اِن صفحات میں انھی مہمات کا تذکرہ ہے جن کا بنیادی مقصد حجاز میں امن وامان کو قائم رکھنا اور بدوی قبائل کو اس امر سے آگاہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی وجہ سے عظمت رکھنے والے اس خطہ زمین پہ اب صرف وہی قانون رائج ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کے ذریعے اہل عرب پہ اتارا تھا۔

چنانچہ اسی سلسلے میں آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو چالیس لوگوں کی قیادت

سونپی اور انھیں چشمہ غمر مرزوق نامی مقام کی طرف روانہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ اس علاقے میں بنو اسد سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگوں کے دل میں شرارت کا سودا سمایا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو اِن لوگوں کی بیخ کنی کا حکم دیا۔

حضرت عکاشہ بن محصنؓ اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

اُس زمانے میں عربوں کے چرواہے اپنی آبادیوں سے دور جہاں جانور چرانے کا کام کرتے تھے وہیں یہ بات بھی انھی کی ذمہ داری تصور کی جاتی تھی کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو بیرونی حملہ آوروں سے جلد از جلد آگاہ کریں گے تاکہ وہ اپنے بچاؤ کی کوئی سبیل کر سکیں۔

چنانچہ بنو اسد کے چرواہوں نے اپنے قبیلے کو مسلمان سواروں کی اطلاع پہنچا دی تھی۔ اب چونکہ اس طرح کے چھوٹے چھوٹے قبائل مدینہ کی اسلامی ریاست سے ٹکر لینے کی طاقت تو نہ رکھتے تھے اس لیے اُن کے پاس صرف ایک ہی راستہ بچتا تھا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں اور کسی محفوظ جگہ پر روپوش ہو جائیں اور انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ مسلمان سواروں کو اپنی بہت سی مہمات میں اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ وہ کسی قبیلے پہ حملہ کرنے گئے اور وہاں انھیں صرف الو بولتے نظر آئے۔

جب عکاشہ بن محصنؓ اُس مقام پر پہنچے جو اُن کی منزل تھی اور جہاں دشمن سے ٹکراؤ متوقع تھا تو وہاں بھی الو بول رہے تھے اور دور دور تک کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مسلمان وہاں خیمہ زن ہو گئے اور حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے اپنے سواروں کو مختلف سمتوں میں روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کا کھوج لگائیں۔ شام کو تمام گروہ ناکام واپس آ گئے ان کے ہاتھ دشمن کا صرف ایک آدمی لگا تھا جس نے بتایا کہ میں نہیں جانتا بنو اسد کہاں چھپے ہیں تاہم میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اُن کے اونٹ کہاں پر چر رہے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی ہدایت پر اُن کے لوگ گئے اور دشمن کے اونٹ ہانک لائے اس کے بعد وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور مال غنیمت

آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ چنانچہ یہ مہم بغیر کسی خون خرابے کے اپنے اختتام کو پہنچی۔

ربیع الآخر ۶ ہجری ... بمطابق ستمبر 627ء

سریہ ذوالقصہ

نبی اکرم ﷺ کا جاسوسی کا نظام نہایت مستحکم تھا اور خطہ عرب کی لحہ بہ لحہ بدلتی صورت حال سے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ رکھا کرتا تھا اور پھر حضرت جبرائیل تھے جو غیب کی خبریں لے کر آپ ﷺ پہ اترا کرتے تھے۔اس لیے عربوں کا کوئی بھی قبیلہ، غارتگروں کا کوئی بھی گروہ، ریاست مدینہ کے خلاف سوچتا تو اگلے ہی لمحے آنحضرت محمد ﷺ اپنے اصحاب کو حکم دیتے کہ فلاں طرف جاؤ وہاں فلاں قبیلے نے سر اٹھایا ہے تو حکم رسالت کے فوراً بعد جانثارانِ اسلام دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ جاتے۔اگرچہ اکثر اوقات دشمن اسلامی لشکر کی ہیبت سے لرز جاتا اور اپنے خیال سے تائب ہو کر بھاگ نکلتا۔تاہم بعض جگہوں پہ جنگ بھی ہوتی اور اطراف کا جانی نقصان بھی ہوتا جیسا کہ سریہ ذوالقصہ میں ہوا۔

مورخین نے اس مہم کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا:

کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو طلب کیا اور فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ ذوالقصہ

کے مقام پہ بنو ثعلبہ اور اُن کے حلیف بنو غوال نے شورش بپا کر رکھی ہے اس لیے تم کچھ سواروں کو ساتھ لو اور اُن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ دس مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے۔

جب وہ اپنی منزل پہ پہنچے تو شام ہو چکی تھی اور انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن اُن کے خوف سے فرار ہو چکا ہے۔ حقیقت بھی یہی تھی کہ دشمن مسلمانوں کے خوف سے ہی فرار ہوا تھا مگر جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد تو انتہائی قلیل ہے تو انھوں نے مسلمانوں کے خلاف کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ دوسری طرف مسلمان دن بھر کے سفر سے تھکے ہوئے تھے اور انھیں دشمن کے حملہ کی توقع بھی نہ تھی اس لیے وہ غفلت کی نیند سو گئے۔

آدھی رات کو دشمن کے سو مسلح آدمیوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا مسلمان جاگ اٹھے اور معرکہ بھی بپا ہوا مگر چونکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے۔

یقیناً اس معرکہ میں دشمن کے کچھ آدمی بھی کام آئے ہوں گے تاہم مورخین نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ صرف اتنا بیان کیا گیا کہ تمام مسلمان یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تھے۔ دشمن نے عرب رواج کے مطابق اُن کے ہتھیار لے لیے اور وہاں سے بھاگ گئے۔

دشمن کا خیال تھا کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا ہے مگر حضرت محمد بن مسلمہؓ جو مسلمان دستے کے سربراہ تھے وہ اگرچہ زخمی ہوئے مگر وہ لاشوں کے نیچے دبے رہے اور خاموشی سے لیٹے رہے حتیٰ کہ دشمن اُن سے دور ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اٹھے مگر سواری کے لیے اب اُن کے پاس کوئی جانور نہ تھا اس لیے انھوں نے اپنے زخموں پہ اپنی چادر باندھی اور پیدل ہی مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگلی صبح وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام صحابہ کی شہادت کی اطلاع دی۔ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کی شہادت پہ بہت غم زدہ تھے اس لیے انھوں

نے فوراً ہی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو چالیس مجاہدین کے دستے کے ساتھ مسلمان مجاہدین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت کئی دن دشمن کی کھوج کی مگر کامیاب نہ ہوئے تاہم واپسی پہ اُن کے ہاتھ دشمن کے بہت سے اونٹ بکریاں لگیں جنھیں لے کر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ تب نبی اکرم ﷺ کے صحابہ معمول یہ تھا کہ وہ مدینہ میں رہنے کے بجائے اکثر و بیشتر اُن قبائل کی طرف متوجہ رہتے جن کے دل میں مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال سمایا ہوتا۔ مسلمان مجاہدین دن رات جہاد میں مصروف تھے اور اُن کا مقصد یہ تھا کہ خطہ عرب کے بدوی قبائل کو مرعوب کر دیا جائے تا کہ اُن کے دلوں سے شہر مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال محو ہو جائے۔

ربیع الاثانی ٦ ہجری ... بمطابق اکتوبر 627ء

سریہ ذوالقصہ دوم

ذوالقصہ کے مقام پہ بنو ثعلبہ کے لوگوں نے نو مسلمان مجاہدین کو شہید کر دیا تھا اس مہم میں صرف حضرت محمد بن مسلمہؓ زندہ بچے تھے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان مجاہدین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اُسی وقت ایک مہم حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں روانہ کی تھی مگر اُسے کامیابی حاصل نہ ہوسکی تھی اس لیے اگلے ماہ ایک بار پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو حکم دیا کہ وہ چالیس سواروں کو ساتھ لے کر نکلیں اور بنو ثعلبہ کے لوگوں سے بدلہ لیں۔ کئی دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ اس مہم کو روانہ کرنے کا مقصد صرف ذوالقصہ کے مقام پہ شہید ہونے والے صحابہ کا بدلہ لینا نہ تھا بلکہ اس سے کئی دیگر مقاصد بھی وابستہ تھے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کی شہر مدینہ سے چھتیس کلومیٹر دور المراض کے خشک چشموں پہ عربوں کے کچھ گروہ اکٹھے ہو رہے تھے

جن کا مقصد شہر نبوی پہ غارت ڈالنا تھا۔

وہاں بنو محارب، بنو ثعلبہ اور قبیلہ بنو انمار کے کچھ گروہ اکٹھے ہوئے تھے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو چالیس مجاہدین پہ امیر مقرر کیا اور انھیں دشمن کی اس کاروائی کو روکنے کا حکم دیا۔حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام کی نماز مدینے میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے مسجد نبوی ہی میں ادا کی اور اس کے بعد وہ فوراً روانہ ہو گئے۔ رات بھر کے سفر کے بعد صبح صادق کے وقت مسلمان اُس مقام پر پہنچے جہاں خشک چشموں کے نزدیک عرب قبائل کے کچھ لوگ جمع ہوئے تھے۔بیان کیا گیا کہ اِن لوگوں کو مسلمانوں کی آمد کی خبر مل گئی تھی اس لیے وہ نزدیکی پہاڑوں میں فرار ہو گئے تھے۔حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے وہاں قیام کیا اور صحابہ کے کچھ گروہ دشمن کی تلاش میں روانہ کیے۔صحابہ سارا دن دشمن کی تلاش میں رہے مگر اُن کے ہاتھ دشمن کا صرف ایک شخص آیا۔حضرت ابو عبیدہؓ نے اُس شخص سے دشمن کے متعلق دریافت کیا مگر اُس نے لاعلمی ظاہر کی۔ازاں بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اُس شخص کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اُس شخص نے بغیر کسی تردد کے قبول کر لیا جس کے بعد اُسے آزاد کر دیا گیا۔اُس نے مسلمانوں کو دشمن کی چراگاہوں کی طرف راہنمائی کی جہاں مسلمانوں نے حملہ کر کے اُن کے بہت سے اونٹ اور بکریاں اپنے قبضے میں لے لیں اور واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

ربیع الاثانی ۶ ہجری ... بمطابق اکتوبر 627ء

سریہ زید بن حارثہؓ

بدوی عرب قبائل کی سرکشی کو نیچا دکھانے کے لیے صحابہ کرام کی فوجی مہمات جاری تھیں مسلمان مجاہدین خطہ عرب میں دور دور تک اسلام کی روشن تعلیمات پھیلانے میں مصروف تھے ۔اُن کی مہمات نے دور دراز کے عرب قبیلوں تک دین حق کا پیغام پہنچایا تھا جن میں سے کافی لوگوں کو دین اسلام کی حقانیت نے متاثر بھی کیا تھا مگر عرب چونکہ مدتوں سے قریش کی پیروی کرتے چلے آئے تھے اس لیے وہ اس بات کے منتظر تھے کہ وہ کب اسلام قبول کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد دوسال سے بھی کم عرصے میں سارے کے سارے عرب نے اسلام قبول کرلیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ چھ ہجری میں خطہ عرب کے مختلف قبائل کی طرف بھیجی جانے والی فوجی مہمات میں سے ایک اور مہم کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔ربیع الثانی کے مہینے میں ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو قبیلہ بنو سلیم کی طرف روانہ کیا۔اُن کی منزل مرالظہران میں وادیٔ فاطمہ میں ایک خشک چشمہ تھی جس کا نام جموم بتایا گیا ہے۔وہاں بنو سلیم کے ایک ہتھیار بند گروہ کی

اطلاع ملی تھی جن کی سرکوبی کے لیے آنخضرت محمد ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو روانہ کیا۔

حضرت زید بن حارثہؓ مقررہ مقام پہ پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ دشمن بھاگ گیا ہے۔ تاہم اُن کے ہاتھ دشمن کی ایک عورت لگ گئی جس نے مسلمانوں کی راہنمائی بنو سلیم کی چراگاہوں کی طرف کی۔ حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھی بہت سے اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ آئے وہ عورت بھی اُن کے ساتھ تھی جسے صحابہ نے گرفتار کیا تھا۔ وہ مسلمان ہوگئی تھی آنخضرت محمد ﷺ نے اُس کی شادی کسی صحابی سے کردی۔

ربیع الاثانی ۶ ہجری ... بمطابق اکتوبر 627ء

سریہ عیص

آنحضرت محمد ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کے تجارتی قافلے پھر سے اُن راہوں سے گزرنے لگے ہیں جنھیں اس سے قبل صحابہ نے کاٹ رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ ستر سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہ اہل قریش کے ایک قافلے کی تاک میں تھے جس میں اہل مکہ کا سونا اور چاندی تھی۔ قافلے کا سربراہ فرات بن حیان العجلی تھا۔ اس قافلے میں آنحضرت محمد ﷺ کے داماد حضرت ابولعاص بن الربیع بھی شامل تھے۔ صحابہ کی یہ مہم کامیاب رہی اور مسلمان مجاہدین نے اہل مکہ کے قافلے کا مال واسباب اپنے قبضے میں لے لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اُن کے پاس کچھ قیدی بھی تھے جن میں قافلے کا سردار اور کئی دوسرے لوگ شامل تھے۔ تاہم حضرت ابولعاص بن ربیع صحابہ کے ہاتھ نہ آئے تھے وہ رات کے اندھیرے میں مدینہ پہنچے اور انھوں نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے ہاں پناہ لے لی۔ حضرت زینبؓ نے اگلی صبح نماز فجر کے وقت اعلان کیا کہ انھوں نے قریش کے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔ نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت زینبؓ کے ہاں تشریف لائے

اور اُن سے معاملہ پوچھا۔ابولعاص نے آنحضرت محمد کو بتایا کہ آپ کے صحابہ نے میرا سارا مال لوٹ لیا ہے جو دراصل اہل مکہ کی امانت تھی۔ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور اُن صحابہ کو طلب کیا جو اس مہم میں شامل تھے۔آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

ابولعاص سے ہمارا جو رشتہ ہے اُس سے تم سب لوگ واقف ہو اس لیے میری خواہش ہے کہ تم نے جو سامان اُن سے چھینا ہے وہ اُن کو واپس کر دو۔صحابہ نے آنحضرت محمد ﷺ کے اس حکم پہ آمین کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ تمام سامان ابولعاص بن ربیع کو واپس کر دیا جو اُن سے چھینا گیا تھا۔

ابولعاص بن الربیع خوشی خوشی مکہ روانہ ہو گئے۔

یاد رہے کہ ابھی تک انھوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا تاہم نبی اکرم ﷺ کے عمدہ اخلاق اور صحابہ کی اطاعت نے اب اُن کے دل میں روشنی کر دی تھی۔اس لیے وہ مکہ پہنچے اور اہل مکہ کی امانتیں اُن تک پہنچائیں اس کے بعد انھوں نے اہل مکہ کو پکار کے کہا! اہل مکہ میں اب مدینہ جا رہا ہوں میرے دل میں روشنی ہو گئی ہے اور میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں اس لیے اگر کسی کا مجھ پہ کچھ مطالبہ ہو تو وہ سامنے آئے اور اسے بیان کرے۔جب کوئی سامنے نہ آیا تو وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کر لیا۔نبی اکرم ﷺ نے گزشتہ نکاح میں ہی حضرت زینبؓ کو اُن کے حوالے کر دیا۔

رجب 6 ہجری ، بمطابق نومبر یا دسمبر 627ء

سریہ وادی القریٰ

اگرچہ شہر مدینہ کے حالات اب معمول کے مطابق تھے اور دشمن اس بات سے تقریباً مایوس ہو چکا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اب کبھی مغلوب کر سکیں گے۔ تاہم نبی اکرمﷺ شہر مدینہ کی حفاظت سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل رہنا پسند نہ کرتے تھے اس لیے آپﷺ مختلف بدوی عرب قبائل کی نگرانی کراتے تھے تاکہ آپﷺ کو اُن کے ارادوں کا پتا چلتا رہے۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں مجاہدین کی یہ مہم کچھ ایسے ہی فرائض کی ادائیگی کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئی تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہ طلایہ گری کی ایک معمول کی مہم تھی جس میں حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ ایک درجن سے زائد لوگ موجود تھے۔ یہ لوگ نبی اکرمﷺ کے حکم کے مطابق دشمن کی سرگرمیوں پہ نگاہ رکھنے پہ مامور تھے۔ یہ لوگ معمول کی گشت پہ تھے اور کئی روز سے اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں سفر کر رہے تھے۔ ایک رات جب وہ دن بھر کے سفر سے تھکے ہارے سو رہے تھے تب بنو

فزارہ کے مسلح لوگوں نے اُن کو گھیر لیا اور بیشتر مجاہدین کو قتل کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ اپنے تین زخمی ساتھیوں کے ساتھ بمشکل جان بچا کے مدینے پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

شعبان 6 ہجری ، بمطابق جنوری 628ء

سریہ دومۃ الجندل

یہ مہم عام معمول سے ذرا ہٹ کے تھی اس لیے کہ اس مہم کا مقصد جنگ نہ تھا بلکہ صرف اور صرف دعوت تھی۔تاہم چونکہ عرب قبائل عام طور پر طاقت کی زبان سمجھتے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو اس مہم کے لیے روانہ کیا تا کہ اگر مخالفین مسلمانوں پہ حملہ کر دیں تو مسلمان بخوبی اپنی مدافعت کر سکیں۔اس مہم کے سربراہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ تھے جن کے ساتھ سات سو مجاہدین کا ایک لشکر بھی تھا۔اس مہم کا مقصد عربوں کے ایک قبیلے بنو کلب کو دین اسلام کی دعوت دینا تھا اس سے قبل یہ قبیلہ دین نصرانیت پہ تھا۔نبی اکرم ﷺ نے جب صحابہ کے اس لشکر کو روانہ کیا تو اس سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا؛

اے عوف کے فرزند؛

اللہ کا نام لو اور اُس کی راہ میں نکلو، جو اللہ کا انکار کرے اُس سے جنگ کرو مگر یاد رکھو کسی کے ساتھ دھوکا نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، کسی بچے بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا، اس کے بعد نبی اکرم

ﷺ نے اپنا رخ مجاہدین کے اُس گروہ کی طرف کیا جو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کے ساتھ جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

لوگو! سنو اور یاد رکھو کہ پانچ چیزوں سے اپنی حفاظت کرنا اس سے پیشتر کہ اللہ کا عذاب تمھیں آلے[59*]۔

۱۔ جب کوئی قوم اپنے پیمانے میں کمی کر دیتی ہے یعنی کم تولنا شروع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اگر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو وہ راہ راست کو پلٹ آئے۔

۲۔ جب کوئی قوم اپنے عہد سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ اُن کے دشمن کو اُن پہ غلبہ عطا فرما دیتے ہیں۔

۳۔ جو قوم زکواۃ سے ہاتھ روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ اُن پہ بارش کا نزول روک لیتا ہے، بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کو اپنی دیگر مخلوقات کی فکر نہ ہوتی تو ایسے انسان پانی کے ایک ایک قطرے کے لیے ترس جاتے۔

۴۔ یاد رکھو جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے اللہ تعالیٰ اِن میں وبائی امراض اتار دیتا ہے جیسے طاعون وغیرہ۔[60*]

۵۔ جو قوم قرآنی احکامات کے بغیر فیصلے کرتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور وہ ایک دوسرے پہ ظلم و تشدد کرنے لگتے ہیں[61*]

اس کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی منزل کو روانہ ہو گئے۔ کئی راتوں کے سفر کے بعد وہ اپنی منزل پہ پہنچے اور دومۃ الجندل نامی ایک چشمے پہ پڑاؤ کیا۔

قبیلہ بنوکلب نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر اُن پہ حملہ کرنے آ پہنچا ہے تو انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ تاہم حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے قبیلہ بنوقلب کے سردار اضغ بن عمرو الکلبی کو بلا بھیجا اور اُس سے کہا! بخدا ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف اللہ کے رسول ﷺ کی طرف دین حق کا پیغام لے کر تمھاری طرف اترے ہیں ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ تمھیں دین اسلام کی دعوت دیں۔

عمرو بن اضبغ نے کہا؛

میں اپنی قوم تک تمھاری بات پہنچا دیتا ہوں مگر مجھے امید نہیں ہے کہ وہ تمھاری بات کو قبول کریں گے۔ وہ واپس اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا اور اُن کو دین اسلام قبول کرنے کی طرف بلایا قبیلے نے متفقہ طور پہ انکار کیا۔ اگلے روز پھر حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے اضبغ بن عمرو سے ملاقات کی اور انھیں ایک بار پھر اسلام کی طرف بلایا۔

عمرو بن اضبغ نے کہا؛
خدا کی قسم! تمھاری باتیں میرے دل کو لگی ہیں مگر میرے قبیلے کے لوگ سخت مزاج ہیں مجھے کچھ اور وقت دیں شاید اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت سے نواز دے۔
وہ واپس چلا گیا؛

تیسرے روز بھی حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے عمرو بن اضبغ کو بلایا اور اُن سے بات چیت کی اس روز عمرو بن اضبغ کے ساتھ قبیلہ بنوکلب کے کچھ دیگر معززین بھی تھے۔
حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے عمرو بن اضبغ سے سوال کیا؟
تمھاری قوم کیا کہتی ہے؟

عمرو بن اصبغ نے کہا؛

جہاں تک میری قوم کا معاملہ ہے تو وہ تلواروں کی تیاری میں لگی ہوئی ہے اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں دین اسلام کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں چاہے مجھ سے ابھی یہ عہد لے لو۔

حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے کہا؛

نیک کاموں میں دیر نہیں کیا کرتے۔

چنانچہ بنو کلب کے سردار عمرو بن اصبغ نے اسلام قبول کر لیا اور نصرانیت سے اسلام کو پلٹ آیا۔ بنو کلب کے دیگر معززین نے جب دیکھا کہ ان کے سردار نے اسلام قبول کر لیا ہے تو انھوں نے بھی اس سعادت سے پیچھے رہنا نامناسب سمجھا اور دین اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ وہ قبیلے کے اہم لوگ تھے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اُن کا سردار بھی اسلام قبول کر چکا تھا اس لیے شام تک بیشتر قبیلے نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

صرف چند گھرانے باقی تھے جو اپنے سابقہ مذہب کو چھوڑنے پہ تیار نہ تھے مسلمانوں نے اُن سے کہا وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ مگر اب وہ مسلمانوں سے جنگ کی قدرت کہاں رکھتے تھے اس لیے انھوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضرت محمد ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے قبیلہ بنو کلب کے سردار حضرت عمرو بن اصبغؓ کی بیٹی تماضر سے نکاح کیا۔ یہ خوش بخت خاتون مدینہ آئیں اور صحابیہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا اللہ تعالیٰ نے انھیں اور حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کو ایک خوبصورت بیٹے سے نوازا جن کا نام انھوں نے عبداللہؓ رکھا اُن کی کنیت ابو سلمہ تھی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

حضرت سلمہ حافظ تھے، ثقہ تھے اور بکثرت روایت کرتے تھے، علما کے پیشوا تھے تابعین کے سر بر آوردہ تھے۔ احمد بن زینی دھلان نے اپنی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابو

سلمہ نے ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔

شعبان 6 ہجری ، بمطابق جنوری 628ء

سریہ فدک

مدینہ سے نکلنے والے اکثر یہودی خیبر میں جمع ہو گئے تھے جہاں پہلے ہی اُن کی متمول بستیاں تھیں وہ خیبر میں بہت محفوظ اور طاقتور تھے۔ اُن کے نخلستان بہترین پھل دیتے تھے اور خیبر کی کھجوروں کی سارے عرب میں مانگ تھی۔ اسلام کی دشمنی میں وہ پہلے ہی بہت سخت تھے۔ غزوہ خندق میں ناکامی اور بنو قریظہ کے قتل عام سے بھی انھوں نے سبق نہ سیکھا تھا بلکہ اسلام دشمنی میں وہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی پختہ ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ خیبر کے یہودیوں نے عربوں کے ایک قبیلے بنو سعد بن بکر سے ساز باز شروع کر رکھی ہے اور بنو سعد کے لوگ فدک کے مقام پہ جمع ہو رہے ہیں چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ کو دو سو سواروں پہ امیر مقرر کیا اور انھیں بنو سعد بن بکر کی گو شمالی کے لیے روانہ کیا۔

حضرت علیؓ حکم کے مطابق روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے اپنے سواروں کے ساتھ فدک اور خیبر کے درمیان ایک چشمے پر پڑاؤ کیا جس کا نام غمج بیان کیا گیا ہے۔

وہاں بنو سعد بن بکر کا ایک شخص گرفتار ہوا۔

صحابہ نے اُس سے پوچھا کہ بتاؤ بنوسعد بن بکر کا لشکر کہاں ہے۔

اُس نے انکار کیا اور کہا؛

میں تو اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ بنوسعد بن بکر کہاں جمع ہو رہے ہیں۔ صحابہ نے جب اُس پہ تشدد کیا اور اُسے کہا کہ اُس کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ راہ راست پہ آ گیا اور اعتراف کر لیا کہ وہ بنوسعد کا قاصد ہے جو خیبر کے یہودیوں سے مذاکرات کے بعد بنو سعد بن بکر کی طرف جا رہا ہے۔ یہودیوں نے بنوسعد کی شرائط تسلیم کر لی ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے عوض اِن عربوں کو خیبر کے نخلستانوں کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کو تیار ہو گئے ہیں۔

اُس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے کہا؛

اگر آپ لوگ مجھے جان کی امان دیں تو میں آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں جہاں وہ لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تب وہ لوگ دوسو تھے اور ابھی مزید لوگ آ رہے تھے۔

حضرت علیؓ نے اُس شخص کی راہنمائی میں کوچ کیا۔

وہ صحابہ کو وہاں تک لے گیا جہاں بنوسعد بن بکر کے جانور تھے اس کے بعد اُس نے کہا مجھے اجازت دی جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں تم ہمیں اُس جگہ لے کر جاؤ گے جہاں بنوسعد بن بکر کے لوگ اکھٹے ہو رہے تھے۔ وہ شخص حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو وہاں لے گیا مگر وہ ہموار میدان اب دور دور تک خالی دکھائی دیتا تھا وہاں جمع ہونے والے لوگ روپوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے صحابہ کے ساتھ واپس مدینہ لوٹ آئے اور اُن کے ساتھ بنوسعد بن بکر کے بہت سے جانور بھی تھے جن میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں شامل تھیں۔

رمضان 6 ہجری ، بمطابق فروری 628ء

سریہ اُم قرنہ

نبی اکرم ﷺ نے اہل عرب کو جس دستورِ عدل کی طرف بلایا تھا وہ اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، اس لیے کہ وہ آزاد منش تھے کسی قاعدے اور قانون کو نہیں مانتے تھے اور انھیں اپنی آزادی ہر چیز سے پیاری تھی۔ اس لیے شاید وہ خالق سے بھی آزاد رہنا چاہتے تھے مگر اب یہ اُن کے لیے ممکن نہ تھا کہ اُن کے متعلق آسمانوں پہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اب انھوں نے دنیا بھر کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرنا ہے ۔چنانچہ اب ہر اُس سر کو کاٹا جانے لگا تھا جس نے اللہ کے سامنے جھکنے سے انکار کیا تھا۔ امر الٰہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب ہر اُس شخص کو دنیا سے مٹا دیا جائے جو دین حق کی راہ میں روکاٹ بننے کی خواہش رکھتا ہو۔ چنانچہ پہلے قریش کے اُن فاسقوں کو اللہ کی زمین سے مٹایا گیا جنھوں نے اللہ کے انکار کو خود پہ لازم کر لیا تھا۔ اس کے بعد اُن یہودیوں پر نبی اکرم ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا گیا جو آپ ﷺ کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ تھے۔

انفرادی سطح پر بھی بہت سے ایسے افراد کو قتل کیا گیا جنھوں نے اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ کے

خلاف بغض پال رکھا تھا۔انھی میں سے بنی فزارہ کی ایک عورت فاطمہ بنت ربیعہ تھی جو اپنے نام کے بجائے اپنی کنیت اُم قرنہ سے مشہور تھی۔قرنہ اُس کا بیٹا تھا۔

یاد رہے کہ بنوفزارہ نے نبی اکرم ﷺ اور اہل مدینہ سے سخت عداوت کا ثبوت دیا تھا یہ سارا قبیلہ راہزن تھا اس لیے اسلام کو طبعی طور پہ ناپسند کرتا تھا۔یہ ربیعہ بن بدر فزاری کا قبیلہ تھا تاہم جن دِنوں کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں اُن دِنوں اس قبیلے کا سربراہ عیینہ بن حصن فزاری تھا۔اُم قرنہ ایک نہایت فتنہ پرور اور بدزبان عورت تھی۔اس نے بارہا نبی اکرم ﷺ کے بارے میں زبان درازی کی تھی جس کی خبر صحابہ تک پہنچتی رہتی تھی مگر نبی اکرم ﷺ چونکہ ذاتی انتقام پہ یقین نہ رکھتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ اُس سے درگزر کا رویہ اپنایا۔

مگر اُم قرنہ کا فتنہ بڑھتا ہی رہا۔

اُم قرنہ کے گھر میں ہر وقت پچاس تلوار باز موجود رہا کرتے تھے جو سب اُم قرنہ ہی کی اولاد تھے کچھ عرصہ قبل اُس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں پہ مشتمل تیس افراد کو الگ کیا اور کہا مدینہ پہ حملہ کرو اور رسول اللہ ﷺ کو یقینی طور پر قتل کرنا۔

تاہم یہ مہم روانہ نہ ہوسکی جس کی وجوہات کا پتا نہیں چل سکا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ گزرا تو اُم قرنہ کی اولاد نے حضرت زید بن حارثہؓ کے ایک قافلے پہ غارت ڈالی اور اُن سے بہت سا قیمتی مال واسباب چھین لیا یہ ایک تجارتی قافلہ تھا جس میں اہل مدینہ کا کافی مال لگا ہوا تھا جسے لے کر حضرت زید بن حارثہؓ شام کی طرف جا رہے تھے۔

وادیٔ القریٰ میں بنوفزارہ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے اس تجارتی قافلے کا راستہ روک لیا اور انھیں لوٹ لیا۔حضرت زید بن حارثہؓ واپس مدینہ تشریف لے آئے اور آنحضرت محمد ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلائی اور صحابہ کا ایک جیش حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ بھیجا تاکہ بدوی عربوں کے اِن لٹیروں کو سبق سکھایا جا سکے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا؛ رات کو سفر کرنا دن کو چھپ کر رہنا، کوشش کرنا کہ دشمن کو بے خبری میں جا لو۔ مگر بنو فزارہ کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بھیجے جانے والے اس لشکر کی اطلاع مل گئی تھی اور وہ جنگ پہ آمادہ ہو چکے تھے انھوں نے اپنے حلیفوں کو بھی بلا لیا تھا اور پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کا انتظار کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لیے جس صبح مسلمانوں نے وادیٔ القریٰ پہنچنا تھا وہ اُس روز وہاں نہ پہنچ سکے اس لیے کہ وہ صحرائے عرب میں اپنا راستہ بھول چکے تھے۔ اس لیے بنو فزارہ اور اُن کے حلیف مسلمانوں کا انتظار کرتے رہے مگر وہ نہ آئے اگلے روز بھی انھوں نے مسلمان لشکر کا انتظار کیا مگر مسلمان نہ پہنچے اس کے بعد بنو فزارہ کے حلیف واپس چلے گئے اور بنو فزارہ خود بھی غافل ہو گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے راستہ کھوج لیا تھا اور اب وہ تیزی سے بنو فزارہ کی طرف بڑھ رہے تھے اور وہ اُس وقت بنو فزارہ کے ہاں پہنچے جب وہ غفلت کی نیند سو رہے تھے چنانچہ مسلمانوں کے لشکر نے اُن کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

بنو فزارہ کے لوگ بھی جاگ اٹھے اور معرکہ برپا ہوا۔

تاہم بنو فزارہ مسلمانوں کے شدید حملے کی تاب نہ لا سکے اُن میں سے کئی لوگ قتل ہوئے کئی زخمی ہوئے بہت سے بھاگ گئے اس کے باوجود مسلمانوں نے اُن کے کئی لوگوں کو گرفتار کر لیا۔

گرفتار ہونے والوں میں اُم قرنہ بھی شامل تھی۔

مسلمان لشکر واپس مدینہ پہنچ گیا اُم قرنہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اُس کے ساتھ اُس کی بیٹی بھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اُم قرنہ پہ اسلام پیش کیا جس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا جنھوں نے اُم قرنہ کی گردن مار دی۔ اُس کی مشرکہ بیٹی کو مدینہ کے ایک مشرک کے حوالے کر دیا گیا۔ [62*]

شوال 6 ہجری ، بمطابق مارچ 628ء

سریہ کرز بن جابر فہری

بدوی عرب اپنی طبیعی سرشت میں سخت مزاج تھے، اُن کے طریق میں تہذیب کی کمی تھی وہ غیر متمدن تھے اور ذہنی و اخلاقی طور پہ شہری عربوں سے کہیں پست تھے۔ اس لیے جہاں وہ اپنے کفر کے معاملے میں سخت تھے وہیں وہ معروف اخلاقی روایات سے بھی دور تھے۔ بدوی عربوں کی تہذیب و معاشرت کے جائزے سے معلوم ہوا ہے کہ جہاں وہ سخت جفاکش تھے محنتی اور شجاع تھے وہیں اُن کے اندر بہیمیت اور سختی کا داعیہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ عام طور پہ اُن کو شدید سخت موسم اور غیر معاون ماحول کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ صحراؤں کی وسعت میں اُن کے لیے ذرائع معاش بھی نہایت محدود تھے جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر وہ فاقہ کشی کا شکار رہتے۔ چنانچہ انھوں نے راہزنی اور غارت گری کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ یہ پیشہ بدوی عربوں کا معروف ذریعہ معاش تھا وہ لوگوں کے قافلوں کا دور دور تک تعاقب کرتے اور اُن کو لوٹ لیتے۔ چنانچہ یہاں چند ایسے ہی بدوی عربوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کے بدلے میں اُن کے ساتھ پست اخلاقی رویہ اپنایا جس کی پاداش میں انھیں عبرت ناک سزا دی گئی جو اگرچہ عین عدل کے مطابق تھی مگر مستشرقین نے اس واقعے سے کئی

افسانے گڑھے۔

بیان کیا گیا کہ چند بدوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے مگر انھیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے۔

اُن کا تعلق عقل اور عرینہ قبائل سے تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

تم لوگ میری چراگاہ میں چلے جاؤ وہاں اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینا اللہ تمھیں صحت عطا فرمائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ نے اُن لوگوں کو صحت عطا فرمائی۔

تب ایک رات انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا اور اونٹنیوں کی محافظت پہ مقرر لوگوں کو قتل کر دیا۔

اگلی صبح جب آنحضرت محمد ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت کرز بن جابر الفہریؓ کو بیس سواروں کے ساتھ اِن لٹیروں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ پہ غارت ڈالنے والے یہ لوگ نہایت سفاک اور بے حس لوگ تھے اس لیے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ نے اُن کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو انھوں نے اِن کو نہایت بے دردی سے نہ صرف قتل کیا بلکہ اُن کی لاشوں کا مثلہ بھی کیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ؛

اتفاق سے آنحضرت محمد ﷺ کے غلام یسار نے دیکھا کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی اونٹنیاں لے کر بھاگ رہے ہیں تو انھوں نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ اِن لٹیروں کا راستہ روکا۔

مگر انھوں نے حضرت یسارؓ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اُن کی زبان اور آنکھوں میں جنگلی کیکر کے کانٹے چبھو دیئے اور انھیں زندہ ہی بیچ صحرا میں چھوڑ کے فرار ہو گئے جہاں انھوں نے تڑپ تڑپ کے جان دی۔

تاہم حضرت کرز بن جابر فہریؓ بدستور اِن لٹیروں کے قریب پہنچ رہے تھے اور آخر انھوں نے اِن لٹیروں کو جالیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی اونٹیناں نبی اکرم ﷺ کی چراگاہ میں چھوڑیں اور غارت ڈالنے والے لوگوں کو گرفتار کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا اور انھیں آپ ﷺ کے غلام یسار کے بہیمانہ قتل سے بھی آگاہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن غارت گروں کے متعلق صحابہ کو حکم دیا کہ اِن کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں اور اِن کی آنکھوں میں سلائی چبھو کر انھیں اسی طرح مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے جس طرح اِن لوگوں نے میرے غلام یسار کے ساتھ کیا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اِن کی آنکھیں پھوڑ کر انھیں کھلی جگہ میں ڈال دیا گیا تو وہ لوگوں سے پانی مانگتے تھے مگر کسی نے انھیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ بعض لوگوں کے دل میں جو یہ خیال پیدا ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فیصلہ قدرے سخت تھا جو آپ ﷺ کی نرم مزاجی کے خلاف ہے مگر شاید انھیں قرآن کی اِن آیات کا خیال نہیں رہا جو نبی اکرم ﷺ کے اس فیصلے کی تصدیق کرتی ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

”اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدہ 5 - آیات ؛ 32,33)

ترجمہ؛

''جس کسی نے انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ مگر اُن کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے اُن کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں سے بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ وہ فساد برپا کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی پہ چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا وہ جلاوطن کیے جائیں یہ ذلت اور رسوائی تو اُن کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں اس سے بھی بڑی سزا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ میں عدل کی جو بنا ڈالی تھی وہ دراصل انسانی تہذیب کی اساس تھی ۔ چنانچہ لوگ جب تک آپس میں عدل کرتے ہیں تب تک اللہ رب العزت کی طرف سے اُن پر رحم کیا جاتا ہے اور جب قومیں عدل سے عاری ہو جاتی ہیں اُن کا حال کچھ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج کل اکثر مسلم ممالک کے شہریوں کا حال ہے۔ اللہ ہم پہ رحم فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ میں عدل کی جو بنا ڈالی تھی وہ دراصل انسانی تہذیب کی اساس تھی۔ چنانچہ لوگ جب تک آپس میں عدل کرتے ہیں تب تک اللہ رب العزت کی طرف سے اُن پر رحم کیا جاتا ہے اور جب قومیں عدل سے عاری ہو جاتی ہیں اُن کا حال کچھ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج

کل اکثر مسلم ممالک کے شہریوں کا حال ہے۔اللہ ہم پہ رحم فرمائے۔

اشاریہ

*1

حیٔ بن اخطب اور نبی اکرم ﷺ کے مابین اس مقالمے کو ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 560)

*2

تاریخ کے ہر دور میں علماء نے اس امر کی جستجو کی ہے کہ حروف مقطعات سے کیا مراد ہے اور اس ضمن میں بہت سے تحقیقی نظریات ہمارے سامنے موجود ہیں مگر حقیقت یہی کہ حروف مقطعات سے یا تو اِن حروف کا خالق واقف ہے یا اُس کا رسول جن پہ یہ الفاظ اتارے گئے۔ افتخار احمد افتخار مولف سیرۃ المزمل ﷺ

*3

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ ابورافع عیسائی تھا جو نجران کے وفد کے ساتھ اترا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم

*4

یہ کوڑوں کی سزا تھی جو اُن کے صاحب اقتدار کے لیے تھی اور اگر کوئی غریب زنا کا جرم کرتا تو اس کو رجم کرتے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 591)

*5

اور وہ اس بات کو اپنی متاع حیات سمجھتے تھے کہ اُن میں نبوت اور کتاب ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 591)

*6

اتنا سچ جاننے کے باوجود عبداللہ بن صوریا اپنے آباء کے دین پہ ہی مرا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 592

*7

جلاس کا پورا نام جلاس بن سوید بن صامت تھا اور اُس کا تعلق بنو حبیب سے تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 520)

*8

اگر چہ ابن اسحاق نے کہا کہ جلاس بن سوید تائب ہو گیا تھا اور اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی۔ واللہ اعلم

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 521)

*9

سوید بن صامت کو اوس اور خزرج کے درمیان ہونے والی ایک جنگ میں قتل کیا گیا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 522)

*10

حرمل ایک کڑوے درخت کو کہا جاتا ہے جس کا قد چھوٹا سا ہوتا ہے لوگ اسے جڑی بوٹی بھی کہتے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 526)

*11

----

*12

حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار الروض الانف سے تحریر کیے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 529)

*13

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ قزمان اہل آتش (مجوسی) میں سے تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد دوم ص ؛ 527)

*14

حضرت ابوسلمہؓ مہاجرین میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کے رضائی بھائی تھے انھوں سب سے پہلے مدینے کو ہجرت کی۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام

(سیرت ابن ہشام ؛جلد دوم)

*15

علامہ ابن کثیر نے لکھا کہ سریہ بنوسلمہؓ میں حضرت ابوسلمہؓ کو بے شمار اونٹ اور بکریوں کے علاوہ تین غلام بھی ہاتھ آئے۔

علامہ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ص ؛ ۳۲)

*16

کئی مورخین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ مال غنیمت کا ایک بڑا حصہ نبی اکرم

ﷺ نے اُس مخبر کو عطا فرمایا جس نے بنو اسد بن خزیمہ کی تیاریوں سے نبی اکرم ﷺ کو مطلع کیا تھا۔

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد دوم

*17

ابن کثیر نے عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ اُن کے والد ابو سلمہؓ کو روز احد ابو اسامہ جشمی نے زخمی کیا تھا۔

سیرت ابن ھشام از ابن ھشام

(سیرت ابن ھشام جلد دوم ص ؛ 122)

*18

یاد رہے کہ اُس وقت تک شراب حتمی طور پہ حرام نہ ہوئی تھی اگر چہ چار ہجری میں ہی شراب کو حرام قرار دیا گیا مگر یہ اُس سے چند ماہ پہلے کی بات ہے۔

مولف سیرۃ المزمل (افتخار احمد افتخار)

*19

امام بخاری کی روایت کے مطاق قارہ و عضل کے قبیلوں کی طرف جانے والے لوگوں کی تعداد دس تھی۔ واللہ واعلم

امام محمد بخاری

صحیح بخاری

*20

حضرت عاصم بن ثابتؓ کے یہ اشعار ہم امام سہیلی کی کتاب الروض الانف سے تحریر کیے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛623)

*21

سولی پہ حضرت خبیب بن عدیؓ نے جو اشعار کہے انھیں ہم نے البدایہ والنہایہ سے نقل کیا۔

علامہ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ص ;101)

*22

حضرت خبیب بن عدیؓ کی شہادت پہ اُن کے دوست اور مسلمانوں کے عظیم شاعر حضرت حسان بن ثابت یہ نے یہ لاجواب نوحہ کہا جسے ہم الروض الانف سے یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛623)

*23

اگرچہ اس بدوی کا ذکر ابن کثیر سمیت کئی مورخین نے کیا ہے مگر کسی نے بھی اس کا نام نہیں لکھا۔

علامہ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ص ;105)

*24

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھی سلمہ بن اسلم کی بجائے جبار بن صخر تھے۔ واللہ واعلم

علامہ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ص ;106)

*25

ابن ہشام نے حضرت منذر بن عمرو کے ساتھ نکلنے والے صحابہ کی تعداد چالیس لکھی ہے جبکہ امام بخاری کے مطابق وہ ستر لوگ تھے اہل سیر نے اکثر و بیشتر امام بخاری کی رائے کو ترجیح دی ہے اس لیے ہم نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ افتخار احمد افتخار

*26

سانحہ بئیر معو بہ پہ عرب شعرانے جو شعر کہے اُن سے انتخاب ہم نے الروض الانف جلد سوم سے پیش کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛623)

*27

سورۃ حشر کی اِن آیات کا ترجمہ سیّد مودودیؒ کی کتاب تفہیم القرآن سے تحریر کیا گیا۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(تفہیم القرآن جلد پنجم ص ؛ 408)

*28

غزوہ بنونضیر کے بعد حضرت کعب بن مالکؓ کا یہ قصیدہ ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛688)

*29

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان بدر کو نکلنے سے پہلے عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کو نائب مقرر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛699)

*30

غزوہ بدر الآخر کے موقع پہ عرب کے شعرا یہ شعر ہم نے الروض الانف سے درج کیے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛717)

*31

بعض مورخین نے غزوہ بنو مصطلق کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ شعبان چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ مگر اکثر محدثین نے پانچ ہجری ہی لکھا ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہے۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 287)

*32

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ کی بجائے حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 287)

*33

علامہ برہان الدین حلبی نے رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کے نام زارا اور ظرب لکھے ہیں۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 287)

*34

حضرت عائشہ کی برأت میں اترنے والی سورہ نور کی اِن آیات کا ترجمہ ہم نے سیّد مودودی کی تفہیم القرآن سے تحریر کیا ہے۔

سیّد ابو الاعلی مودودیؒ

(تفہیم القرآن جلد سوم)

*35

علامہ حلبی کے علاوہ کسی اور مورخ نے اس وفد کی تعداد کو متعین نہیں کیا۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 354)

*36

عینیہ بن حصن فرازی کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا اور وہ مولفۃ الکلوب میں شامل تھا۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

*37

حرث بن عوف مری نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا غالباً یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

*38

بنی اشجع کے سردار ابو مسعود ابن رخیلہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 358)

*39

خندق کی کھدائی کے موقع پر کہے گئے یہ اشعار ہم الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛698)

*40

غزوہ خندق کے موقع پہ کفار قریش اور اُن کے حواریوں کی تعداد کے بارے میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں۔

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 365)

*41

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو تیر بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ جشمی نے مارا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص؛743)

*42

کئی مورخین نے شہدائے غزوہ خندق کی تعداد چھ بھی لکھی ہے مگر درست وہی ہے جسے ہم نے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص؛744)

*43

غزوہ احزاب کے موقعہ پر یہ قصیدہ قریش کے ایک شاعر ضرار بن خطاب نے کہا ہم نے اسے الروض الانف سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص؛786)

*44

حضرت کعب بن مالک نے یہ قصیدہ ضرار کے جواب میں کہا جسے ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛789)

*45

قریش کے عبداللہ بن زبعری نے یہ قصیدہ بھی غزوہ احزاب کے بارے میں ہی کہا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛792)

*46

غزوہ اُحد ہی کے موقع پہ ابن زبعری کے قصیدے کا جواب حضرت حسان بن ثابت نے دیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛794)

*47

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ اگرچہ یہودی تھے مگر اِن کا نسب بنوقریظہ کے یہودیوں سے اونچا تھا یہ بنی ہدل کے لوگ تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛758)

*48

حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت پہ یہ قصیدہ اُن کے دوست حضرت حسان بن ثابت نے کہا جسے ہم نے الروض الانف سے نقل کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛823)

*49

بیان کیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ نے برہ نامی بہت سی خواتین کا نام بدلا تھا جن میں ایک تو حضرت میمونہ تھیں جن کا نام پہلے برہ تھا، پھر حضرت زینب بنت جحش تھیں جن کا نام برہ تھا۔اسی طرح ام سلمٰی کی ایک بیٹی کا نام برہ تھا نبی اکرم ﷺ نے اُن کا نام زینب رکھا اور آخر میں ضرار ابن حرث کی بیٹی برہ کا نام بدل کے جویریہ رکھا۔

امام برہان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 290)

*50

حضرت جویریہ کا نسب طبقات ابن سعد سے بیان کیا گیا ہے۔

ابن سعد

(طبقات ابن سعد جلد دوم ؛ ص 45)

*51

غزوہ بنی لحیان سے واپسی پہ نبی اکرم ﷺ نے جو دعا کی اُسے ہم نے سیرت حلبیہ سے نقل کیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛36)

*52

غزوہ بنولحیان کے متعلق مسلمان شعرا کے قصائد میں سے حضرت کعب بن مالک کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 41)

*53

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوذر غفاری کے بیٹے تھے جو نبی اکرم ﷺ کے اونٹوں کی حفاظت کرتے تھے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛48)

*54

مورخین نے لکھا ہے کہ بنو غطفان کے سوار نبی اکرم ﷺ کی چالیس اونٹنیاں لے اڑے تھے جن میں آپ ﷺ کی مشہور اونٹنی عضباء بھی شامل تھیں۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛49)

*55

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ ثنیۃ الوداع ایک مقام ہے جہاں مدینہ کے لوگ اپنے مہمان کو رخصت کرتے تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛30)

*56

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بدر بن فزاری عینیہ کا بھائی نہیں بلکہ اُس کا بیٹا تھا واللہ و اعلم۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛42)

*57

رسول اللہ ﷺ کے شہ سواروں اور اُن کے گھوڑوں کے نام الروض الانف سے تحریر کیے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 32)

*58

غزوہ ذی قرد سے واپسی کہے گئے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 42)

*59

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوف کو بنوکلب کی طرف روانہ کرتے ہوئے جوخطبہ دیا اسے ہم نے ضیاالنبی سے تحریر کیا ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ

(ضیا النبی--- جلدچہارم ص ؛ 115)

*60

مغرب میں بے حیائی کی پاداش میں اُن کوایڈز جیسے مہلک مرض میں مبتلا کر دیا گیا ایڈز کی روک تھام پہ مغرب کے اربوں ڈالرخرچ ہورہے ہیں۔

افتخاراحمد افتخار

مولف سیرۃ المزملﷺ

*61

قول رسول ﷺ سے بے اعتنائی برتنے کی پاداش میں کیا آج ہماری حالت کچھ ایسی ہی نہیں؟

افتخاراحمد افتخار

مولف سیرۃ المزملﷺ

*62

اُم قرنہ کی بیٹی کو حضرت سلمہ بن اکوع کے ماموں حزن بن ابی وہب کے حوالے کردیا گیا جو خود بھی مشرک تھا۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ

(ضیا النبی۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 121)

ماخذ ومصادر ومراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطا امام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکوٰۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر	*****	مولانا وحید الدین خانؒ
ضیا القرآن	*****	جسٹس محمد کرم شاہؒ
تفہیم القرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
خلافت وملوکیت	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
سنت کی آئینی حیثیت	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
الجہاد فی الاسلام	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
خطبات	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
سیرت سرور کونین ﷺ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
پردہ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
اسلام کے بنیادی تصورات	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زربار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبدربہؒ
روایات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابو سفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات ***** سرسید احمد خان

تاریخ اسلام ***** حسن ابراہیم

جزیرۃ العرب ***** علامہ ہمدانی

تاریخ اسلام ***** ڈاکٹر حسن ابراہیم

المروج الذہب ***** المسودیؒ

تفصیل الازمنہ ***** یوسف بن عبدالملکؒ

العرب قبل از اسلام ***** علامہ جرجی زیدانؒ

الروض الانف ***** امام سہیلیؒ

شرح سنن ابی داؤد ***** امام خطابیؒ

قانون اسلام ***** سرسید احمد خانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبریٰ	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبد البرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدیٰ والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحاد ولمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیلؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاریؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکریؒ
الایمان	*****	ابن مندہؒ

السنن ***** ابن ماجہؒ

ترکۃ النبیؐ ***** ابواسماعیل بغدادیؒ

الرسولؐ ***** عبدالحلیم محمودؒ

روح المعانی ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

قیامت اور جدید سائنس ***** ڈاکٹر حشمت جاہؒ

الدیباج ***** امام سیوطیؒ

مکارم اخلاق ***** ابن ابی الدنیاؒ

السنن الکبریٰ ***** امام بیہقیؒ

الخصائص الکبریٰ ***** امام سیوطیؒ

المسند ***** امام احمد بن حنبلؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبریؒ
مشکوٰۃ المصابیح	*****	الخطیبؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہؒ
بیان العلم وفضلی	*****	ابن عبدالبرؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسفؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزیؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطیؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار ***** رضا رشیدؒ

علم الراویہ ***** خطیب بغدادیؒ

السنۃ قبل التدوین ***** خطیب العجاجؒ

الکشاف ***** زمخشریؒ

مسند الفردوس ***** دیلمیؒ

معجم الکبیر ***** طبرانیؒ

تفسیر درمنشور ***** امام جلال الدین سیوطیؒ

المبسوط ***** شمس الائمہؒ

المراسیل ***** سجستانیؒ

غریب الحدیث ***** خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المشہرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع ***** میجر جنرل اکبر خان ؒ

اسلامی طریق جنگ ***** میجر جنرل اکبر خان ؒ

الفیض القدیر ***** المناوی ؒ

الکامل فی الضعفاء ***** ابن عدی ؒ

محاسن التاویل ***** قاسمی جمال الدین ؒ

مسلمانوں کا نظم مملکت ***** حسن ابراہیم ؒ

سود ***** سیّد مودودی ؒ

حیات محمد ﷺ ***** محمد حسنین ہیکل ؒ

الوثائق السیاسیہ ***** ڈاکٹر حمید اللہ ؒ

تجدید احیائے دین ***** سیّد مودودی ؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحیؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث ***** مولانا محمد سعیدؒ

سنت کا تشریحی مقام ***** محمد ادریس میرٹھیؒ

احادیث الموضوعہ ***** ملا علی قاریؒ

ترجمان القرآن ***** مولانا ابوالکلام آزادؒ

رسول عربیؐ ***** مولانا ابوالکلام آزادؒ

رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

منصب امامت ***** شاہ اسماعیل شہیدؒ

یورپ پر اسلام کے احسانات ***** غلام جیلانی برقؒ

حسنت جمیع خصالہ ***** طالب ہاشمیؒ

دعوت دین اور اس طریق کار ***** امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہیدؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلویؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰنؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحیؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہابؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوریؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانقؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحیؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھیؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علویؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیٰؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبدالرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورکونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ ***** شیخ محمد رضا مصریؒ

محمد رسول اللہ ﷺ ***** توفیق الحکمؒ

پیغمبر انقلاب ***** مولانا وحید الدین خانؒ

عبقریت محمدؐ ***** عباس محمود العقادؒ

نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی ***** ڈاکٹر نور محمد غفاریؒ

خاندان نبوت ***** محمد ادریسؒ

معرکہ اسلام اور جاہلیت ***** صدر الدین اصلاحیؒ

مغازی رسولؐ ***** حضرت عروہ بن زبیرؓ

تاریخ مکہ ***** منظور احمد شاہؒ

منصب نبوت ***** سیّد ابوالحسن ندویؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرور کونینؐ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTREN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.